كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۝
قِتَال فی سَبِیل اللّٰہ
احادیث اور صحیح واقعات کے روشنی میں جہاد
کے موضوع پر لکھی گئی بہترین کتاب،
ابوعبداللہ
مسجون للہ

فہرست مضامین

الحمدلله رب العالمین والصلوات والسلام علی سید المرسلین محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد .

اللہ اپنے مخلوق پر بہت زیادہ مہربان ہے اوراپنے مخلوق کیساتھ محبت بھی کرتا ہے اور اس محبت کے نشانی یہ کہ ھدایت کے جتنے بھی ذرایع ہے وہ اللہ نے اپنے مخلوق کیلیے پیدا کی ھیں تاکہ یہ انسان اپنے رب کوپہچانے اوررب کے احکامات کو پہچانے کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوجایں کیونکہ رب کے احکامات ماننے والوں کیلیے اللہ نے جنت اور نعمتیں تیار کی ھیں ۔اسطرح اللہ نے اپنے بندوں پریہ ذمہ داری بھی ڈالی ہیں کہ اس حق دین کو دنیا میں غالب کرنے کیلیے قربانیاں دینے پڑے گی اورجورکاوٹ اس راستے میں آ جائے اسکو ہٹاناہوگا

اوراس راستے میں جتنے بھی مشقتیں آجایں اس پر اللہ نے بھترین بدلے کا وعدہ فرمایا ہے۔
اگر حقیقت کے آنکھوں سے دیکھ لیا جائے تو صحابہ کرام میں ایساصحابی نہیں ملے گاکہ وہ مسلح مجاھد نہ ھوں بلکہ ہر صحابی نے اس دین کے غلبے کے خاطر باربار میدان جہاد کا رخ کیاھیں اوراگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پرنظر ڈالی جایے تو وہ بھی کیی دفعہ اس مبارک عمل کو سرانجام دینے کے لیے مدینہ سے نکلے ھیں۔
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باربار شھادت کی تمنا کی ھیں تواس سے اس مبارک عمل کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔علماءجب بھی صحابہ کرام کے زندگیوں پربحث کرتاھیں تواول یہ بات لکھتاھیں کہ اس صحابی نے اتنےاتنے غزوات میں شرکت کی ھیں اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیلیے نکلا ھیں ۔لیکن افسوس کیساتھ کھناپڑتاھیں کہ آج ھم نے اس فریضے کومکمل طور

اپنے زندگیوں سے نکالا ھیں۔ ھمارے پاس تو نماز کیلیے وقت
ھیں زکوٰۃ بھی دیتیں ھیں اور حج کیلیئے جانا بھی مذھبی
فریضہ سمجھتے ھیں اس طرح اور دینی کام اور باتیں مانتے
ھیں اور تاویلے نھیں کرتے لیکن پتہ نھیں کہ جب
جھاد کی بات آتی ہے تو ھمارے ساتھ وقت بھی نھیں
ھوتا اور کافی لمبی چوڑی تاویلیں بھی یاد آجاتی ھیں۔
کوئی کھتا ھیں میں دین کی بڑی خدمت کرتا ھوں کیونکہ
میں تبلیغ میں جاتا ھوں کوئی کہتا ہے میں تو بڑا ادارہ چلاتا
ھو اور کافی طلبہ میرے ساتھ ہے کوئی کہتا ہے میں
تو سیاست کے میدان میں برسرپیکار ھوں یہ بہت بڑا عمل
ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ سارے دین کے شعبے چلاے ہے لیکن جب بھی جہاد
کی بات آئی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ
سارے شعبے چھوڑے ہے اور جھاد کا شعبہ اختیار کیا ہے

اب ہمیں اپنے گریبان میں جانکھنا ہے کہ میں نے کتنے مرتبہ میدان جہاد کا رخ کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ستائیس بار نکلا لیکن میں کتنے مرتبہ نکلا ہوں؟ تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان کوعزت اور غلبہ اس عمل کو ادا کرنے سے ملا ہے ۔ اللہ کے زمین پر اللہ کا نظام قائم کرناہر مسلمان کی ذمہ داری لیکن کیوں ہم اس ذمہ داری کو بھول گیے ہے۔اج بچے جوان ہورھے ہے ،جوانیاں بوڑے ہورہے ہے،اور بوڑے دنیاسے جارہے ہے لیکن اس مقدس فریضے کے ادائیگی کے بغیر جارہے ہیں۔ کل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی کھڑاہوگا اور ہم سالم جسم اللہ کے دربار میں کھڑے ہونگے ،ہم کیا منہ دکھائیں گے اور کیسے شفاعت کی طلب کریں گے۔ہر مسلمان کو اپنی ذمہ داریاں معلوم کرنی چاہیے اور اللہ کے رضااور دین اسلام کی غلبے کی خاطر میدان جہاد کا رخ کرنا چاھئے اورکسی بھی جہاد وقتال کے شعبے میں اپناذمہ فارغ کرنا چاھئے

ورنہ اگر جہاد کے بغیر دین مکمل ہوتاتوپھراسکے فرض ہونے کے کوئی ضرورت نہیں تے لیکن ایمان کے تکمیل کے لے جہاد لازمی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سنت پر بھی کرنا چاہئے جسطرح ہم شادی کے سنت پر عمل کرتے ہے اور حقیقت میں یہ سنت بھی بہت میٹھا ہے لیکن لوگوں نے چکانہیں ہے۔لوگوں کے حالات اس طرف جارہے ہیں کہ جہاد کرناتودرکنار لیکن بہت سے لوگ اسکے فرضیت کاانکار کرتاہے حالانکہ جہاد کے منسوخ ہونے کے کوئی مسلمان قائل نہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب ملکر اس مظلوم فریضے کو ہاتھ دیدے اور اسکی حق کو ادا کرلے۔۔۔۔

اللہ ہم سب کو صحیح جہادکرنے کے توفیق عطا فرمائی۔

بندہ عاجز بندیوان نے اس کتاب میں جہاد کے متعلق احادیث اور آثار اور واقعات جمع کی ہے اور کوشش کی ہے کہ مسئلہ قتال فی سبیل اللہ کواور اسکے مسائل

فضائل، اھمیت، کو مختصر انداز میں امت مسلمہ کے سامنے پیش کرے اور یہ بات واضح ہو جائیں کہ ایک مسلمان پر جس طرح نماز اللہ نے فرض کیا ہے تو اس اللہ نے قتال فی سبیل اللہ کو بھی مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔۔

ابو عبداللہ مسجون لِلہ۔۔۱۴۳۶

فرضیت جہاد

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [البقرة ٢١٦]

آپ لوگوں پر قتال کو فرض کیا گیا ہے اور یہ مشکل لگ رہا ہے تم کو اور قریب ہے کہ آپ کو ایک چیز پسند نہ ہوں لیکن اس میں اپ کے لے خیر ھوں اور قریب ہے کہ آپ ایک چیز کو پسند کرتے ہوں لیکن اس میں اپکے لے شر ھوں اور جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں پر مسلح جہاد کی فرضیت کا ذکر ہے۔اور جہاد کے نتائج کے بارے میں خبر دے رہا ہے کہ نتیجہ بھی اچھا ہے اور ذھنی طور مسلمان کو قربانی دینے کے لیے تیار کر رہا ہے

دوسرے ایت میں فرماتے ہیں الَّذِينَ ءَامَنُوا يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱلطَّٰغُوتِ فَقَٰتِلُوٓا۟ أَوْلِيَآءَ ٱلشَّيْطَٰنِ ۖ إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا [النساء ۷۶]

جو لوگ ایمان لائے ہے وہ اللہ کے راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑوں یقیناً شیطان کے تدبیر کمزور ہے

اس آیت کریمہ میں بھی شیطان کے دوستوں سے قتال کا امر ہے ۔۔اب ہمیں سوچنا چاہیے کہ دنیا میں شیطان کے دوست موجود ہے یا وہ ختم ہو گئی ہے۔ اگر ہیں تو پھر اس آیت پر عمل تب ہوگا جب ہم عملی طور میدان جہاد میں آ جائے اوراپنا تن من قربان کرلے۔۔اوراگر ایسانہیں تو شیطان کے دوست جو کافر اور مرتدین اس سے جہاد دعا اور دم سے نہیں ھوتا بلکہ اسلحہ اٹھانا ہوگا۔۔

١

-عن انسٍ عن النبیّ ﷺ جاھِدُوا المُشرِکِینَ بِاَیدِیکُم وَ اَلسِنَتِکُمْ، {رواہ ابن حبان فی صحیحہ. رقم ٤٧٠٨}.

انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں سے جہاد کرو اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے۔۔

٢

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أُمِرْتُ أنْ أُقاتِلَ النّاسَ حتّى يَشْهَدُوا أنْ لا إلَهَ إلّا اللَّهُ، وأنَّ مُحَمَّدًا رَسولُ اللَّهِ، ويُقِيمُوا الصَّلاةَ، ويُؤْتُوا الزَّكاةَ، فَإِذا فَعَلُوا ذلكَ عَصَمُوا مِنِّي دِماءَهُمْ وأَمْوالَهُمْ

إلّا بحَقِّ الإسْلامِ، وحِسابُهُمْ على اللَّهِ.

• البخاري، صحيح البخاري (٢٥) •

[صحيح] • أخرجه مسلم (٢٢) باختلاف

يسير

انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو ان کا خون اور ان کا مال مجھ سے محفوظ رہے گا۔ . سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب خدا پر ہے۔

٣... عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - أُمِرْتُ أنْ أُقاتِلَ النّاسَ حتّى يَقولوا لا

إِلَهَ إِلّا اللَّهُ، فَإِذا قالُوها، وصَلَّوْا صَلاتَنا، واسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنا، وذَبَحُوا ذَبِيحَتَنا، فقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنا دِماؤُهُمْ وأَمْوالُهُمْ، إلّا بحَقِّها وحِسابُهُمْ على اللَّهِ.

الراوي: أنس بن مالك • البخاري، صحيح البخاري (٣٩٢) • [صحيح] • من أفراد البخاري على مسلم

- مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ کہہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ہماری نماز پڑھو، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرو، اور ہماری قربانی کو ذبح کرو، تو ان کا خون ہم پر حرام ہے۔ اور ان کے مال سوائے حق کے اور ان کا حساب خدا کے پاس ہے۔

٤

ابی هريرةعن النبی صلی الله عليہ وسلم- الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برًا كان أو فاجرًا، والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًا كان أو فاجرًا، وإن عمل الكبائر

• أخرجه أبو داود (٢٥٣٣)، والطبراني في ((مسند الشاميين)) (١٥١٢)، والدارقطني(١٧٦٤)،والبيهقي في ((السنن الكبرى)) (٥٣٠٠) بنحوه

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ہر پیشوا کے ساتھ جہاد فرض ہے، خواہ نیک ہو یا فاسق، اور تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نماز فرض ہے، خواہ نیک ہو یا بد اخلاق۔ اسے ابوداؤد (2533) اور طبرانی نے (1512) اور الدارقطنی (1764) میں روایت کیا ہے۔ اور البیہقی (السنن الکبریٰ) میں (5300) اور اسی طرح

٥

عَن اَنسٍ عَنِ النبیّ جاھِدُوۡاالۡمُشۡرِکِینَ بِاموَالِکُم وانۡفُسِکُم واَلۡسِنَتِکُم ،،سنن نسائ رقم.٣٠٩٦

انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں سے جہاد کرو اپنے مالوں اور ہاتھوں اور زبانوں سے

٦ - جاءَ رَجُلٌ إلى النبيِّ ﷺ، فَقالَ: الرَّجُلُ يُقاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، والرَّجُلُ يُقاتِلُ لِلذِّكْرِ، والرَّجُلُ يُقاتِلُ لِيُرَى مَكانُهُ، فمَن في سَبيلِ اللَّهِ؟ قالَ: مَن قاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هي العُلْيا فَهو في سَبيلِ اللَّهِ.

الراوي: أبو موسى الأشعري • البخاري، صحيح البخاري (٢٨١٠) • [صحيح] • أخرجه البخاري (٢٨١٠)، ومسلم (١٩٠٤)

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: آدمی مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، آدمی اپنے تذکرے کے لیے لڑتا ہے اور آدمی اپنی جگہ دیکھانے کے لیے لڑتا ہے، تو اللہ کی راہ میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ خدا کا کلمہ غالب ہو وہ راہ خدا میں ہے۔

راوی: ابو موسیٰ اشعری • البخاری، صحیح البخاری (2810)

۲

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الفتح لاهجرة بعد الفتح ولکن جهاد ونیة واذااستنفرتم فانفروا۔۔ (رواہ البخاری۔رقم۔۲۸۲۵

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ھجرت نھیں ھے البتہ جہاداور نیت جہاد ہے اور جب تم سے نکلنے کے لئے کیاجائے تو جہاد کیلیے نکلو۔

۳

عن ابی هریرة ان رجلا قال یا رسول اللہ رجلا یرید جهاد فی سبیل اللہ وهو یبتغی عرضا من الدنیا فقال النبی لااجرلہ۔۔(رواہ ابوداؤد۔رقم2516

ابو هریرہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے لیکن اس پر دنیا کا طلبگار ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے لئے اجر نہیں ہے۔

٤

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزا فى سبيل الله ولم ينوى الا عقالا فله ما نوى---
(رواه النسائى ـرقم--٣١٣٨

عبادہ بن الصامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غزا فی سبیل اللہ کیا مگر نیت رسی حاصل کرنا تھا تو ان کو اپنے نیت کے مطابق ملے گا۔

۵

عن ابی امامة الباهلی قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارءیت رجل غزا یلتمس الاجروالذکر مالہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا شیء لہ . فاعادھا ثلاث مرات یقول لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا شیء لہ ثم قال ان اللہ لا یقبل من العمل الا ماکان لہ خالصا یبتغی بہ وجھہ ۔(رواہ النسائی۔رقم۔۲۹۴۳

حضرت ابو امامہ باہلی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ ایک آدمی جہاد کرتاہے لیکن عوض اور شہرت کیلیے تو اس کیلیے کیا ہے؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کیلیے کچھ بھی نہیں انھونے تین بار بات دھرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لے کچھ بھی نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کوئی عمل قبول نہیں کرتا جو خالص اللہ کے لے نہیں کیاگیا ہوں اور صرف اللہ کے رضا کے طلب نہ ہوں۔

٦

عن ابى موسى الاشعرى. أنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسولَ اللهِ ﷺ، عَنِ القِتالِ في سَبيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقالَ الرَّجُلُ: يُقاتِلُ غَضَبًا، وَيُقاتِلُ حَمِيَّةً، قالَ: فَرَفَعَ رَأسَهُ إلَيْهِ، وَما رَفَعَ رَأْسَهُ إلَيْهِ إلّا أنَّهُ كانَ قائِمًا، فَقالَ: مَن قاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هي العُلْيا، فَهو في سَبيلِ اللَّهِ (رواه مسلم)رقم۔۱۹۰٤

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں پوچھا کہ ایک آدمی غصے کے وجہ سے لڑتا ہے دوسرا قومیت کے لے لڑتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اسلئے کہ وہ کھڑا تھا اور فرمایا کہ جو اسلئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ھو جائے تو وہ فی سبیل اللہ لڑائی ھو گی۔

۱

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لغدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیرمن الدنیا وما فیہا۔(رواہ البخاری-رقم ۲۷۹۲

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راہ میں گزارنا دنیا اور جو دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔

عن عبد الرحمن بن جبر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اغبرت قدما فی سبیل اللہ فتمسہ النار۔(رواہ البخاری-رقم ۲۸۱۱

عبد الرحمن بن جبر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو قدم اللہ کے راہ میں غبارآلودہوجائے اسکو جہنم کی آگ نہیں جلا ئی گی ۔

۳

،عن عبدالله بن ابی اوفی ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال واعلموا ان الجنة تحت ظلال السیوف ۔(رواہ البخاری رقم۔۲۸۱۸

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہیں

٤

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یقول اللہ المجاھد فی سبیلی ھو علیّ ضمان ان قبضتہ اورثتہ الجنۃ وان رجعتہ رجعتہ باجر او غنیمۃ۔
(رواہ الترمذی۔رقم ۱۵۸۲

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہاد کرنے والے میرے راستے میں میرے ضمانت میں ہے اگر میں ان کو قبض کرلو تو میراث میں جنت دیتا ہوں اور اگر ان کو واپس کرتا ہوں تو اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔

٥

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع ولایجتمع غبار فی سبیل اللہ ودخان جھنم ۔(رواہ الترمذی۔رقم۔۱۵۹۶

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میں داخل نہیں ہو گا وہ بندہ جو اللہ کے ڈر سے رویاں ہوں اس وقت تک جب دودھ تھنوں میں واپس جائے اور جمع نہیں ہوسکتا غبار فی سبیل اللہ اور جہنم کی دھواں۔

٦

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه لايجتمع كافر وقاتله فى النار ابدا۔ (رواه مسلم۔رقم۔ ١٨٩١

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمع نہیں ہوسکتا کافر اور اس کو قتل کرنے والا مجاہد جہنم کے آگ میں ہمیشہ کیلیے۔

٧

عن ابي سعيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم انه سئل اي المؤمنين اكمل إيمانا، قال:" رجل يجاهد في سبيل الله بنفسه وماله، ورجل يعبد الله في شعب من الشعاب قد كفي الناس شره".(رواه ابوداؤد۔رقم٢٤٨٥

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا مومن سب سے زیادہ کامل ایمان والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”وہ شخص جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے، نیز وہ شخص جو کسی پہاڑ کی گھائی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو، اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں“۔

٨

عن ابي امامة ان رجلا قال: يا رسول الله ائذن لي في السياحة، قال النبي صلى الله عليه وسلم:" إن سياحة امتي الجهاد في سبيل الله تعالى"(رواه ابوداؤد۔رقم ٢٤٨٦

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سیاحت کی اجازت دے دیجئیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی سیاحت اللہ کے راہ میں جہاد کرنا ہے"۔

9

عن عبد الله بن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " عجب ربنا عز وجل من رجل غزا في سبيل الله فانهزم يعني اصحابه، فعلم ما عليه فرجع حتى اهريق دمه، فيقول الله تعالى لملائكته: انظروا إلى عبدي رجع رغبة فيما عندي وشفقة مما عندي حتى اهريق دمه".(رواه ابوداؤد.رقم ٢٥٣٦

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارا رب اس شخص سے خوش ہوتا ہے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، پھر اس کے ساتھی شکست کھا کر (میدان سے) بھاگ گئے اور وہ گناہ کے ڈر سے واپس آ گیا (اور لڑا) یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا، اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو میرے ثواب کی رغبت اور میرے عذاب کے ڈر سے لوٹ آیا یہاں تک کہ اس کا خون بہا گیا"۔

١٠

عن ابی هريرة، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول:" مثل المجاهد في سبيل الله، والله اعلم، بمن يجاهد في سبيله كمثل الصائم القائم، وتوكل الله للمجاهد في سبيله، بان يتوفاه ان يدخله الجنة، او يرجعه سالما مع اجر، او غنيمة".(رواه البخاری-رقم-٢٧٨٧

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال۔۔۔ اور اللہ تعالٰی اس شخص کو خوب جانتا ہے جو(خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ تعالٰی کی رضا کیلیے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔۔۔ اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلیے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو اسے بے حساب و کتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ و سلامت(گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔

۱

حدثني عبد الله بن محمد، حدثنا معاوية بن عمرو، حدثنا ابو إسحاق، عن موسى بن عقبة، عن سالم ابي النضر، ان عبد الله بن ابي اوفى كتب فقراته، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:"إذا لقيتموهم فاصبروا". (رواه البخاری-رقم-۲۸۳۳

ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسحاق موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی النضر نے کہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے (عمر بن عبیداللہ کو) لکھا تو میں نے وہ تحریر پڑھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمہاری کفار سے مڈبھیڑ ہو تو صبر سے کام لو۔

جہاد میں خرچ کی فضیلت

عن ابي سلمة، انه سمع ابا هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" من انفق زوجين في سبيل الله دعاه خزنة الجنة، كل خزنة باب اي فل هلم، قال ابو بكر: يا رسول الله، ذاك الذي لا توى عليه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: إني لارجو ان تكون منهم".(رواه البخاری رقم۔۲۸۴۱

ابوسلمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا)خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائے گا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ، اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے۔ یا رسول اللہ! پھر اس شخص کو کوئی خوف نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو گے۔

پہرہ دینے کی فضیلت

عن عائشة رضي الله عنها، تقول: كان النبي صلى الله عليه وسلم "سهر فلما قدم المدينة، قال: ليت رجلا من اصحابي صالحا يحرسني الليلة إذ سمعنا صوت سلاح، فقال: من هذا، فقال: انا سعد بن ابي وقاص جئت لاحرسك، ونام النبي صلى الله عليه وسلم. (رواه البخاری رقم۔۲۸۸۵

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک رات) بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد ایسا ہوتا جو رات بھر ہمارا پہرہ دیتا!" ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم نے ہتھیار کی جھنکار سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "یہ کون صاحب ہیں؟" (آنے والے نے) کہا میں ہوں سعد بن ابی وقاص، آپ کا پہرہ دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ ان کے لیے دعا فرمائی اور آپ سو گئے۔

دشمن سے تدبیر کرنا

عن، جابرا یقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " الحرب خدعة ".(رواہ مسلم۔رقم۔۴۵۳۹

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنگ ایک چال ہے

بدعہدنہ کرنا

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إذا جمع الله الاولين والآخرين يوم القيامة يرفع لكل غادر لواء، فقيل هذه غدرة فلان بن فلان ".(رواہ مسلم رقم۔۴۵۲۹

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ جب پہلے آنے والوں اور بعد میں آنے والوں کو جمع کرے گا تو بدعہدی کرنے والے ہر شخص کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے

بلاضرورت کافر سے مدد نہ لینا

، عن عائشة، قال:يحيى إن رجلا من المشركين لحق بالنبي صلى الله عليه وسلم ليقاتل معه فقال: ارجع، ثم اتفقا فقال: إنا لا نستعين بمشرك.(رواه ابوداود۔رقم۔۲۷۳۲

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مشرکوں میں سے ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر ملا تاکہ آپ کے ساتھ مل کر لڑائی کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوٹ جاؤ، ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے“۔

جہاد میں تیر مارنا

عن شرحبيل بن السمط، انه قال لعمرو بن عبسة: يا عمرو: حدثنا حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:" من شاب شيبة في سبيل الله تعالى، كانت له نورا يوم القيامة، ومن رمى بسهم في سبيل الله تعالى بلغ العدو، او لم يبلغ كان له كعتق رقبة، ومن اعتق رقبة مؤمنة، كانت له فداءه من النار، عضوا بعضو".(رواه النسائی.رقم.٣١٤٤

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے کرتے) بوڑھا ہو گیا، تو یہ چیز قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائے گی، اور جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر بھی چلایا خواہ دشمن کو لگا ہو یا نہ لگا ہو تو یہ چیز اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کے درجہ میں ہو گی۔ اور جس نے ایک مومن غلام آزاد کیا تو یہ آزاد کرنا اس کے ہر عضو کے لیے جہنم کی آگ سے نجات دلانے کا فدیہ بنے گا“۔

زخم کی فضایل

عن ابي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:"لا يكلم احد في سبيل الله والله اعلم بمن يكلم في سبيله، إلا جاء يوم القيامة وجرحه يثعب دما، اللون لون دم، والريح ريح المسك"(رواه النسائى-رقم-٣١٤٩

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی اللہ کے راستے میں گھائل ہو گا، اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہوا، تو قیامت کے دن (اس طرح) آئے گا کہ اس کے زخم سے خون ٹپک رہا ہو گا۔ رنگ خون کا ہو گا اور خوشبو مشک کی ہو گی“۔

جهادکی برابرعمل نهیں

عن ابى هريرة قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: دلني على عمل يعدل الجهاد؟ قال:"لا اجده هل تستطيع إذا خرج المجاهد تدخل مسجدا، فتقوم لا تفتر، وتصوم لا تفطر؟" ,قال: من يستطيع ذلك؟.(رواه النسائى-رقم-٣١٣٠

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر اس نے کہا: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے برابر ہو (یعنی وہی درجہ رکھتا ہو) آپ نے فرمایا: ”میں نہیں پاتا کہ تو وہ کر سکے گا، جب مجاہد جہاد کے لیے (گھر سے) نکلے تو تم مسجد میں داخل ہو جاؤ، اور کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنی شروع کرو(اور پڑھتے ہی رہو) پڑھنے میں کوتاہی نہ کرو، اور روزے رکھو (رکھتے جاؤ) افطار نہ کرو“، اس نے کہا یہ کون کر سکتا ہے؟

جہاد میں کمزور کی ذریعے مدد

عن مصعب بن سعد، عن ابيه، انه ظن ان له فضلا على من دونه من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم:" إنما ينصر الله هذه الامة بضعيفها، بدعوتهم، وصلاتهم، وإخلاصهم".

(رواه النسائی-رقم-۳۱۸۰

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں خیال ہوا کہ انہیں اپنے سوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ پر فضیلت و برتری حاصل ہے ، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد اس کے کمزور لوگوں کی دعاؤں، صلاۃ اور اخلاص کی بدولت فرماتا ہے“

جہاد چھوڑنے پر وعید

عن ابي امامة ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" من لم يغز او يجهز غازيا او يخلف غازيا في اهله بخير اصابه الله سبحانه بقارعة قبل يوم القيامة".
(رواه ابن ماجه-رقم-٢٧٦٢

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص نہ غزوہ کرے، نہ کسی غازی کے لیے سامان جہاد کا انتظام کرے، اور نہ ہی کسی غازی کی غیر موجودگی میں اس کے گھربار کی بھلائی کے ساتھ نگہبانی کرے، تو اللہ تعالیٰ قیامت آنے سے قبل اسے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا“۔

سرپرجنگی ٹوپی رکھنا

، عن انس بن مالك ، ان النبي صلى الله عليه وسلم:" دخل مكة يوم الفتح وعلى راسه المغفر"(رواه ابن ماجہ۔رقم۔۲۸۰۵

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اس حال میں مکہ داخل ہوئے کہ آپ کے سر پر خود تھا

مجاهد كوسامان فراہم کرنا

عن عمر بن الخطاب ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:" من جهز غازيا في سبيل الله حتى يستقل، كان له مثل اجره حتى يموت او يرجع"(رواه ابن ماجہ۔رقم،۲۷۵۸

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”جو شخص اللہ کی راہ کے کسی مجاہد کو ساز و سامان سے لیس کر دے یہاں تک کہ اسے مزید کسی چیز کی ضرورت نہ رہ جائے تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا مجاہد کو، یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اپنے گھر لوٹ آئے“۔

جہاد میں خدمت کرنا

عن انس بن مالك رضي الله عنه، قال:" صحبت جرير بن عبد الله فكان يخدمني وهو اكبر من انس، قال جرير: إني رايت الانصار يصنعون شيئا لا، اجد احدا منهم إلا اكرمته". (رواه البخاری-رقم-۲۸۸۸

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے، جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ہر وقت انصار کو ایک ایسا کام کرتے دیکھا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت) کہ جب ان میں سے کوئی مجھے ملتا ہے تو میں اس کی تعظیم و اکرام کرتا ہوں۔

جہادی مشق کرنا

عن ابي هريرة رضي الله عنه، قال:" بينا الحبشة يلعبون عند النبي صلى الله عليه وسلم بحرابهم، دخل عمر فاهوى إلى الحصى فحصبهم بها، فقال: دعهم يا عمر"، وزاد علي، حدثنا عبد الرزاق، اخبرنا معمرفي المسجد".

(رواه البخاری۔رقم۔۲۹۰۱

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حبشہ کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حراب (چھوٹے نیزے) کا کھیل دکھلا رہے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور کنکریاں اٹھا کر انہیں ان سے مارا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عمر انہیں کھیل دکھانے دو۔“ علی بن مدینی نے یہ بیان زیادہ کیا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی کہ مسجد میں (یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے)

جہاد میں دوسرے کا سامان اٹھانا

حدثني إسحاق بن نصر، حدثنا عبد الرزاق، عن معمر، عن همام، عن ابي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" كل سلامى عليه صدقة كل يوم يعين الرجل في دابته يحامله عليها، او يرفع عليها متاعه صدقة، والكلمة الطيبة وكل خطوة يمشيها إلى الصلاة صدقة، ودل الطريق صدقة".
(رواہ البخاری-رقم-۲۸۹۱

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "روزانہ انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ لازم ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی سواری میں مدد کرے کہ اس کو سہارا دے کر اس کی سواری پر سوار کرا دے یا اس کا سامان اس پر اٹھا کر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھا اور پاک لفظ بھی (زبان سے نکالنا) صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے اور (کسی مسافر کو) راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔"

جہاد میں زرہ پہننا

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال:
قال النبي صلى الله عليه وسلم وهو في
قبة:" اللهم إني انشدك عهدك ووعدك،
اللهم إن شئت لم تعبد بعد اليوم، فاخذ
ابو بكر بيده، فقال: حسبك يا رسول الله
فقد الححت على ربك وهو في الدرع
فخرج وهو، يقول: سيهزم الجمع ويولون
الدبر {45} بل الساعة موعدهم والساعة
ادهى وامر {46} سورة القمر آية
45-46"، وقال وهيب، حدثنا خالد يوم
بدر".(رواه البخاری-رقم- ۲۹۱۵

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بدر کے دن) دعا فرما رہے تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، کہ اے اللہ! میں تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دے کر فریاد کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا: بس کیجئے اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حضور میں دعا کی حد کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمباہر تشریف لائے تو زبان مبارک پر یہ آیت تھی «سیهزم الجمع ویولون الدبر * بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر» "جماعت (مشرکین) جلد ہی شکست کھا کر بھاگ جائے گی اور پیٹھ دکھاتا اختیار کرے گی اور قیامت کے دن کا ان سے وعدہ ہے اور قیامت کا دن بڑا ہی بھیانک اور تلخ ہو گا۔" اور وہیب نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا کہ بدر کے دن کا (یہ واقعہ ہے)۔

مشرکوں کو بددعا کرنا

عن علي رضي الله عنه، قال: لما كان يوم الاحزاب، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ملا الله بيوتهم وقبورهم نارا شغلونا عن الصلاة الوسطى حتى غابت الشمس"(رواه البخاری-رقم.۲۹۳۱

علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ احزاب (خندق) کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے(مشرکین کو) یہ بددعا دی کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انہوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ(عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا) جب سورج غروب ہو چکا تھا اور عصر کی نماز قضاء ہو گئی تھی۔

امیر کی اطاعت لازمی ہے

عن ابن عمر رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " السمع والطاعة حق ما لم يؤمر بالمعصية، فإذا امر بمعصية، فلا سمع ولا طاعة " (رواه البخاری۔رقم.۲۹۵۵

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”(خلیفہ وقت کے احکام) سننا اور انہیں بجا لانا (ہر مسلمان کے لیے) واجب ہے، جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ اسے سننا چاہیے اور نہ اس پر عمل کرنا چاہیے۔“

جہادی جھنڈا

عن ثعلبة بن ابي مالك القرظي، " ان قيس بن سعد الانصاري رضي الله عنه، وكان صاحب لواء رسول الله صلى الله عليه وسلم " اراد الحج فرجل ". (رواه البخاری۔رقم۔۲۹۷۴

ثعلبہ بن ابی مالک قرظی نے خبر دی کہ قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے، جو جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار تھے، جب حج کا ارادہ کیا تو (احرام باندھنے سے پہلے) کنگھی کی۔

جہادی سفر جلدی طے کرنا

قال: ابو حميد، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إني متعجل إلى المدينة فمن اراد ان يتعجل معي فليعجل".(رواه البخارى-رقم-٢٩٩٩

ابوحمید نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں مدینہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں اس لیے اگر کوئی شخص میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے تو چلے۔"

جنگ کی خواہش نہیں کرنا چاہیے

عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال: "لا تمنوا لقاء العدو فإذا لقيتموهم فاصبروا ".(رواه مسلم-رقم- ٤٥٤١

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دشمن سے مقابلے کی تمنا مت کرو، لیکن جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو صبر کرو

کافروں کے املاک کو نقصان پہنچانا

عن عبد الله : "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرق نخل بني النضير، وقطع وهي البويرة "، زاد قتيبة، وابن رمح في حديثهما، فانزل الله عز وجل ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فبإذن الله وليخزي الفاسقين سورة الحشر آية 5.(رواه مسلم-رقم-٤٥٥٢

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجور کے درخت جلائے اور کاٹ ڈالے اور یہ بویرہ کا مقام تھا (جہاں یہ درخت واقع تھے قتیبہ اور ابن رمح نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "تم نے کھجور کا جو درخت کاٹ ڈالا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے تاکہ وہ (اللہ) نافرمانوں کو رسوا کرے

عن انس بن مالك، انه سمعه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل على ام حرام بنت ملحان فتطعمه، وكانت ام حرام تحت عبادة بن الصامت، فدخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فاطعمته، وجلست تفلي راسه، فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم استيقظ وهو يضحك، قالت: فقلت: ما يضحكك يا رسول الله؟ قال: " ناس من امتي عرضوا علي غزاة في سبيل الله، يركبون ثبج هذا البحر ملوك على الاسرة او مثل الملوك على الاسرة "، قلت: يا رسول الله، ادع الله ان يجعلني منهم، فدعا لها، ثم وضع راسه فنام، ثم استيقظ وهو يضحك، قالت: فقلت: ما يضحكك يا رسول الله، قال: " ناس من امتي عرضوا علي غزاة في سبيل الله "، نحو ما قال في الاول، قالت: فقلت: يا رسول الله، ادع الله ان يجعلني منهم، قال: " انت من الاولين "، قال: فركبت ام حرام البحر في زمان معاوية بن ابي سفيان، فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وام حرام بنت ملحان هي اخت ام سليم وهي خالة انس بن مالك.(رواه الترمذی-رقم١٦٤٥

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے گھر جب بھی جاتے، وہ آپ کو کھانا کھلاتیں، ام حرام رضی اللہ عنہا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر میں جوئیں دیکھنے بیٹھ گئیں، آپ سو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے، ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کو کیا چیز ہنسا رہی ہے؟ آپ نے (جواب میں) فرمایا: ”میرے سامنے میری امت کے کچھ مجاہدین پیش کیے گئے، وہ اس سمندر کے سینہ پر سوار تھے، تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ لگتے تھے“۔ راوی کو شک ہے کہ آپ نے «ملوک علی الأسرة» کہا، یا «مثل الملوک علی الأسرة» میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کر دیجئیے کہ اللہ مجھے بھی ان لوگوں میں کر دے، چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی، آپ پھر اپنا سر رکھ کر سو گئے، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو کیا چیز ہنسا رہی ہے؟ فرمایا: ”میرے سامنے میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے پیش کیے گئے“، آپ نے اسی طرح فرمایا جیسے اس سے پہلے فرمایا تھا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کر دیجئیے کہ مجھے ان لوگوں میں کر دے، آپ نے فرمایا: ”تم (سمندر میں) پہلے (جہاد کرنے) والے لوگوں میں سے ہو“۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا سمندری سفر پر (ایک جہاد میں) نکلیں تو وہ سمندر سے نکلتے وقت اپنی سواری سے گر گئیں اور ہلاک ہو گئیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں:

۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے،

۲- ام حرام بنت ملحان، ام سلیم کی بہن اور انس بن مالک کی خالہ ہیں، (اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہال میں سے قریبی رشتہ دار تھیں)۔

حكم المعذور

عن البراء بن عازب، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " ائتوني بالكتف او اللوح، فكتب: لا يستوي القاعدون من المؤمنين سورة النساء آية 95 "، وعمرو بن ام مكتوم خلف ظهره، فقال: هل لي من رخصة؟ فنزلت: غير اولي الضرر سورة النساء آية 95، وفي الباب، عن ابن عباس، وجابر، وزيد بن ثابت، وهذا حديث حسن صحيح، وهو حديث غريب من حديث سليمان التيمي، عن ابي إسحاق، وقد روى شعبة،والثوري، عن ابي إسحاق، هذا الحديث.(رواه الترمذي-رقم-١٦٧٠

براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس «شانہ» (کی ہڈی) یا تختی لاؤ، پھر آپ نے لکھوایا: «لا يستوي القاعدون من المومنين» "یعنی جہاد سے بیٹھے رہنے والے مومن (مجاہدین کے) برابر نہیں ہو سکتے ہیں نابینا صحابی"، عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے تھے، انہوں نے پوچھا: کیا میرے لیے اجازت ہے؟ چنانچہ (آیت کا) یہ ٹکڑا نازل ہوا: «غير أولي الضرر» "، (معذورین کے) امام ترمذی کہتے ہیں:
یہ حدیث حسن صحیح ہے،

جہاد میں ثابت قدمی

عن البراء بن عازب، قال: قال لنا رجل: افررتم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابا عمارة؟ قال: لا والله، ما ولى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولكن ولى سرعان الناس تلقتهم هوازن بالنبل، ورسول الله صلى الله عليه وسلم على بغلته، وابو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب آخذ بلجامها، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " انا النبي لا كذب، انا ابن عبد المطلب "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن علي، وابن عمر، وهذا حديث حسن صحيح (رواہ الترمذی۔رقم۔۱۶۸۸

براء بن عازب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم سے ایک آدمی نے کہا: ابوعمارہ کیا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے فرار ہو گئے تھے؟ کہا: نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری، بلکہ جلد باز لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی، قبیلہ ہوازن نے ان پر تیروں سے حملہ کر دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ”میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات

عن ابي إسحاق، قال: كنت إلى جنب زيد بن ارقم، فقيل له: كم غزا النبي صلى الله عليه وسلم من غزوة؟ قال: " تسع عشرة "، فقلت: كم غزوت انت معه؟ قال: " سبع عشرة "، قلت: ايتهن كان اول؟ قال: " ذات العشير، او العشيرة "، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح.
(رواه الترمذی۔رقم۔١٦٧٦

بواسحاق سبیعی کہتے ہیں کہ میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بغل میں تھا کہ ان سے پوچھا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے غزوات کیے؟ کہا: انیس، میں نے پوچھا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شریک رہے؟ کہا: سترہ میں، میں نے پوچھا: کون سا غزوہ پہلے ہوا تھا؟ کہا: ذات العشیر یا ذات العُشیرہ۔امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جنگ کے دوران روزہ چھوڑنا

عن ابي سعيد الخدري، قال: "لما بلغ النبي صلى الله عليه وسلم عام الفتح، مر الظهران، فآذننا بلقاء العدو، فامرنا بالفطر، فافطرنا اجمعون "، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، وفي الباب، عن عمر.
(رواه الترمذی۔رقم۔١٦٨٤

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرالظہران پہنچے اور ہم کو دشمن سے مقابلہ کی خبر دی تو آپ نے روزہ توڑنے کا حکم دیا، لہٰذا ہم سب لوگوں نے روزہ توڑ دیا۔امام ترمذی کہتے ہیں:
یہ حدیث حسن صحیح ہے،
اس باب میں عمر سے بھی روایت ہے۔

ایمان جہاد سے اول ہے

حدثنا إسرائيل، عن ابي إسحاق، قال: سمعتالبراء رضي الله عنه، يقول: اتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل مقنع بالحديد، فقال: يا رسول الله، اقاتل واسلم، قال:" اسلم، ثم قاتل فاسلم، ثم قاتل فقتل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، عمل قليلا، واجر كثيرا".(رواه البخاری۔رقم۔۲۸۰۸

اسرائیل نے بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔

عن هريرة رضي الله عنه، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، يقول:" والذي نفسي بيده لولا ان رجالا من المؤمنين لا تطيب انفسهم ان يتخلفوا عني، ولا اجد ما احملهم عليه ما تخلفت عن سرية تغزو في سبيل الله، والذي نفسي بيده لوددت اني اقتل في سبيل الله، ثم احيا، ثم اقتل، ثم احيا، ثم اقتل، ثم احيا، ثم اقتل (رواه البخاری-رقم-۲۷۹۷.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لیے جا رہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔

نامعلوم گولی پے لگنے والا شہید ہے

عن انس بن مالك، ان ام الربيع بنت البراء وهي ام حارثة بن سراقة اتت النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت:" يا نبي الله، الا تحدثني عن حارثة وكان قتل يوم بدر اصابه سهم غرب، فإن كان في الجنة صبرت، وإن كان غير ذلك اجتهدت عليه في البكاء، قال: يا ام حارثة إنها جنان في الجنة، وإن ابنك اصاب الفردوس الاعلى(رواه البخارى-رقم۲۸۰۹ .

انس بن مالک نے بیان کیا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی! حارثہ کے بارے میں بھی آپ مجھے کچھ بتائیں۔ حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے، انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا۔ کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کر لوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لیے روؤں دھوؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔

جہاد میں سواری گر کر مرنا بھی شہادت ہے

عن انس بن مالك، عن خالته ام حرام بنت ملحان، قالت: نام النبي صلى الله عليه وسلم" يوما قريبا مني، ثم استيقظ، يتبسم، فقلت: ما اضحكك، قال: اناس من امتي عرضوا علي يركبون هذا البحر الاخضر كالملوك على الاسرة، قالت: فادع الله ان يجعلني منهم فدعا لها، ثم نام الثانية، ففعل مثلها، فقالت: مثل قولها فاجابها مثلها، فقالت: ادع الله ان يجعلني منهم، فقال: انت من الاولين، فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازيا اول ما ركب المسلمون البحر مع معاوية، فلما انصرفوا من غزوهم قافلين فنزلوا الشام، فقربت إليها دابة لتركبها فصرعتها فماتت"

(رواہ البخاری-رقم-۲۷۹۹

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لیے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لیے بھی دعا کر دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا(بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

شہید کا مرتبہ

عن جابرا، يقول: جيء بابي إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقد مثل به ووضع بين يديه، فذهبت اكشف عن وجهه فنهاني قومي، فسمع صوت صائحة، فقيل: ابنة عمرو او اخت عمرو، فقال:"لم تبكي او لا تبكي ما زالت الملائكة تظله باجنحتها، قلت: لصدقة افيه حتى رفع، قال: ربما قاله"(رواه البخاری-روقم-۲۸۱۶

جابر رضی اللہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے(احد کے موقع پر) اور کافروں نے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے تھے ' ان کی نعش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو میں نے آگے بڑھ کر ان کا چہرہ کھولنا چاہا لیکن میری قوم کے لوگوں نے مجھے منع کر دیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے پیٹنے کی آواز سنی (تو دریافت فرمایا کہ کس کی آواز ہے؟) لوگوں نے بتایا کہ عمرو کی لڑکی ہیں (شہید کی بہن) یا عمرو کی بہن ہیں (شہید کی چچی شک راوی کو تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں رو رہی ہیں یا (آپ نے فرمایا کہ) روئیں نہیں ملائکہ برابر ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔

شہید کے تمنا

عن انس بن مالك رضي الله عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" ما احد يدخل الجنة يحب ان يرجع إلى الدنيا، وله ما على الارض من شيء إلا الشهيد يتمنى ان يرجع إلى الدنيا، فيقتل: عشر مرات لما يرى من الكرامة"(رواه البخارى-رقم-۲۸۱۷ .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے' خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔ اس کی یہ تمنا ہو گی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور قتل ہو (اللہ کے راستے میں) کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔

عن انس بن مالك ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " ما من نفس تموت لها عند الله خير يسرها انها ترجع إلى الدنيا، ولا ان لها الدنيا وما فيها إلا الشهيد، فإنه يتمنى ان يرجع، فيقتل في الدنيا لما يرى من فضل الشهادة ".(رواه مسلم-رقم-٤٨٦٧

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے ' خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔ اس کی یہ تمنا ہو گی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور قتل ہو (اللہ کے راستے میں) کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔

شہداء کے ارواح

اعن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لما اصيب إخوانكم باحد جعل الله ارواحهم في جوف طير خضر، ترد انهار الجنة تاكل من ثمارها وتاوي إلى قناديل من ذهب معلقة في ظل العرش"، فلما وجدوا طيب ماكلهم ومشربهم ومقيلهم قالوا: من يبلغ إخواننا عنا انا احياء في الجنة نرزق لئلا يزهدوا في الجهاد ولا ينكلوا عند الحرب، فقال الله سبحانه: انا ابلغهم عنكم، قال: فانزل الله ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا سورة آل عمران آية 169 إلى آخر الآية. (رواه ابو داؤد-رقم-٢٥٢٠

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید کئے گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز چڑیوں کے پیٹ میں رکھ دیا، جو جنت کی نہروں پر پھرتی ہیں، اس کے میوے کھاتی ہیں اور عرش کے سایہ میں معلق سونے کی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں، جب ان روحوں نے اپنے کھانے، پینے اور سونے کی خوشی حاصل کر لی، تو وہ کہنے لگیں: کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہمارے بارے میں یہ خبر پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور روزی دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور لڑائی کے وقت سستی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں تمہاری جانب سے انہیں یہ خبر پہنچاؤں گا“، راوی کہتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ «ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا» ”جو اللہ کے راستے میں شہید کر دیئے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو“(سورۃ آل عمران: ۱۶۹) اخیر آیت تک نازل فرمائی۔

عن عائشة، قالت: لما مات النجاشي كنا نتحدث انه لا يزال يرى على قبره نور. (رواه ابوداؤد۔ رقم۔۲۵۲۳

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب نجاشی کا انتقال ہو گیا تو ہم کہا کرتے تھے کہ ان کی قبر پر ہمیشہ روشنی دکھائی دیتی ہے۔

شہداء کی شفاعت

عن نمران بن عتبة الذماري، قال: دخلنا على ام الدرداء، ونحن ايتام فقالت: ابشروا فإني سمعت ابا الدرداء يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يشفع الشهيد في سبعين من اهل بيته"، قال ابو داود: صوابه رباح بن الوليد. (رواه ابوداؤد۔رقم۔۲۵۲۲

نمران بن عتبہ ذماری کہتے ہیں: ہم ام الدرداء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ہم یتیم تھے، انہوں نے کہا: خوش ہو جاؤ کیونکہ میں نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شہید کی شفاعت اس کے کنبے کے ستر افراد کے لیے قبول کی جائے گی“۔ ابوداؤد کہتے ہیں: (ولید بن رباح کے بجائے) صحیح رباح بن ولید ہے۔

اپنے اسلحے سے شہید ہونے والا

عن سلمة بن الاكوع، قال: لما كان يوم خيبر قاتل اخي قتالا شديدا فارتد عليه سيفه فقتله، فقال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، في ذلك وشكوا فيه رجل مات بسلاحه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" مات جاهدا مجاهدا، قال ابن شهاب: ثم سالت ابنا لسلمة بن الاكوع، فحدثني عن ابيه بمثل ذلك غير انه قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كذبوا مات جاهدا مجاهدا فله اجره مرتين".(رواه ابوداؤد۔ رقم۔۲۵۳۸

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب جنگ خیبر ہوئی تو میرے بھائی بڑی شدت سے لڑے، ان کی تلوار اچٹ کر ان کو لگ گئی جس نے ان کا خاتمہ کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے سلسلے میں باتیں کی اور ان کی شہادت کے بارے میں انہیں شک ہوا تو کہا کہ ایک آدمی جو اپنے ہتھیار سے مر گیا ہو (وہ کیسے شہید ہو سکتا ہے؟)، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ اللہ کے راستہ میں کوشش کرتے ہوئے مجاہد ہو کر مرا ہے“۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں: پھر میں نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے سے پوچھا تو انہوں نے اپنے والد کے واسطہ سے اسی کے مثل بیان کیا، مگر اتنا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگوں نے جھوٹ کہا، وہ جہاد کرتے ہوئے مجاہد ہو کر مرا ہے، اسے دوہرا اجر ملے گا“۔

اقسام الشہداء

عن عبد الله بن عبد الله بن جبر بن عتيك ، عن ابيه ، عن جده ، انه مرض فاتاه النبي صلى الله عليه وسلم يعوده، فقال قائل من اهله: إن كنا لنرجو ان تكون وفاته قتل شهادة في سبيل الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إن شهداء امتي إذا لقليل، القتل في سبيل الله شهادة، والمطعون شهادة، والمراة تموت بجمع شهادة يعني الحامل، والغرق، والحرق، والمجنوب يعني ذات الجنب شهادة".(رواه ابن ماجه ـ رقم۔ ۲۸۰۳

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیمار ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی (عیادت) کے لیے تشریف لائے، ان کے اہل خانہ میں سے کسی نے کہا: ہمیں تو یہ امید تھی کہ وہ اللہ کے راستے میں شہادت کی موت مریں گے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تب تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہے! (نہیں ایسی بات نہیں بلکہ) اللہ کے راستے میں قتل ہونا شہادت ہے، مرض طاعون میں مر جانا شہادت ہے، عورت کا زچگی (جننے کی حالت) میں مر جانا شہادت ہے، ڈوب کر یا جل کر مر جانا شہادت ہے، نیز پسلی کے ورم میں مر جانا شہادت ہے"

دوبارہ شہادت

عن عبادة بن الصامت حدثهم، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" ما على الارض من نفس تموت ولها عند الله خير، تحب ان ترجع إليكم ولها الدنيا، إلا القتيل، فإنه يحب ان يرجع، فيقتل مرة اخرى".(رواه النسائی ۔رقم۔ ۳۱۶۱

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”شہید کے سوا دنیا میں کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جسے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے یہاں خیر ملا ہوا ہو (اچھا مقام و مرتبہ حاصل ہو) پھر وہ لوٹ کر تم میں آنے کے لیے تیار ہو اگرچہ اسے پوری دنیا مل رہی ہو۔ (صرف شہید ہے) جو لوٹ کر دنیا میں آنا اور دوبارہ قتل ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا پسند کرتا ہے“

شہادت کے دعا

عن سهل بن ابي امامة بن سهل بن حنيف حدثه، عن ابيه، عن جده، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" من سال الله عز وجل الشهادة بصدق، بلغه الله منازل الشهداء، وإن مات على فراشه".(رواه النسائی ۔رقم۔۳۱۶۴

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص سچے دل سے شہادت کی طلب کرے تو وہ چاہے اپنے بستر پر ہی کیوں نہ مرے اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کے مقام پر پہنچا دے گا“

شہادت کی تکلیف

حديث نمبر: 3163 عن ابي هريرة، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" الشهيد لا يجد مس القتل إلا كما يجد احدكم القرصة يقرصها".(رواه النسائی ۔رقم۳۱۶۳

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”شہید کو قتل کے وار سے بس اتنی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے محسوس ہوتی ہے (پھر اس کے بعد تو آرام ہی آرام ہے)“۔

شہادت کی آرزو

عن معاذ بن جبل. حدثهم، انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:" من قاتل في سبيل الله فواق ناقة فقد وجبت له الجنة، ومن سال الله القتل من نفسه صادقا ثم مات او قتل فإن له اجر شهيد، زاد ابن المصفى من هنا، ومن جرح جرحا في سبيل الله او نكب نكبة فإنها تجيء يوم القيامة كاغزر ما كانت لونها لون الزعفران وريحها ريح المسك ومن خرج به خراج في سبيل الله فإن عليه طابع الشهداء".(رواه ابوداؤد-رقم-٢٥٤١

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے اللہ کے راستہ میں اونٹنی دوہنے والے کے دو بار چھاتی پکڑنے کے درمیان کے مختصر عرصہ کے بقدر بھی جہاد کیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، اور جس شخص نے اللہ سے سچے دل کے ساتھ شہادت مانگی پھر اس کا انتقال ہو گیا، یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لیے شہید کا اجر ہے، اور جو اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا کوئی چوٹ پہنچایا گیا تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے زیادہ کامل شکل میں ہو کر آئے گا جتنا وہ تھا، اس کا رنگ زعفران کا اور بو مشک کی ہو گی اور جسے اللہ کے راستے میں پھنسیاں (دانے) نکل آئیں تو اس پر شہداء کی مہر لگی ہو گی“

شہادت سے محبت

عن انس رضي الله عنه، قال: غاب عمي انس بن النضر، عن قتال بدر، فقال: يا رسول الله غبت عن اول قتال قاتلت المشركين لئن الله اشهدني، قتال المشركين ليرين الله ما اصنع، فلما كان يوم احد وانكشف المسلمون، قال: اللهم إني اعتذر إليك مما صنع هؤلاء يعني اصحابه، وابرا إليك مما صنع هؤلاء يعني المشركين، ثم تقدم فاستقبله سعد بن معاذ، فقال: يا سعد بن معاذ الجنة ورب النضر إني اجد ريحها من دون احد، قال سعد: فما استطعت يا رسول الله ما صنع، قال انس: فوجدنا به بضعا وثمانين ضربة بالسيف او طعنة برمح، او رمية بسهم ووجدناه قد قتل وقد مثل به المشركون فما عرفه احد إلا اخته ببنانه، قال انس: كنا نرى او نظن ان هذه الآية نزلت فيه وفي اشباهه من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه سورة الاحزاب آية 23 إلى آخر الآية.(رواه البخاری ـرقم۔۲۸۰۵

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے ' اس لیے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا اور مسلمان بھاگ نکلے تو انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے (مشرکین کی طرف) تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد بن معاذ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے وہ شہید ہو چکے تھے مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا ' صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے بجائے «نری» کے «نظن» کہا) مطلب ایک ہی ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ «من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه» "مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔" آخر آیت تک۔

شهید زندہ ہے

عن انس بن مالك رضي الله عنه، قال:"دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على الذين قتلوا اصحاب بئر معونة ثلاثين غداة على رعل، وذكوان وعصية عصت الله ورسوله، قال انس: انزل في الذين قتلوا ببئر معونة قرآن قراناه، ثم نسخ بعد بلغوا قومنا ان قد لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه".(رواه البخاری ۔رقم۔٢٨١٤

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اصحاب برمعونہ (رضی اللہ عنہم) کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن تک صبح کی نماز میں بددعا کی تھی۔ یہ رعل ' ذکوان اور عصیہ قبائل کے لوگ تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو (70 قاری) صحابہ برمعونہ کے موقع پر شہید کر دیئے گئے تھے ' ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تھی جسے ہم مدت تک پڑھتے رہے تھے بعد میں آیت منسوخ ہو گئی تھی (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے) "ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے ہیں ' ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔"

شہادت کی قطعی حکم لگانے سے منع

، عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم التقى هو والمشركون فاقتتلوا فلما مال رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عسكره ومال الآخرون إلى عسكرهم وفي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لا يدع لهم شاذة، ولا فاذة إلا اتبعها يضربها بسيفه، فقال: ما اجزا منا اليوم احد كما اجزا فلان، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" اما إنه من اهل النار"، فقال رجل: من القوم انا صاحبه، قال: فخرج معه كلما وقف وقف معه، وإذا اسرع اسرع معه، قال: فجرح الرجل جرحا شديدا فاستعجل الموت، فوضع نصل سيفه بالارض وذبابه بين ثدييه، ثم تحامل على سيفه فقتل نفسه، فخرج الرجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: اشهد انك رسول الله، قال: وما ذاك، قال الرجل: الذي ذكرت آنفا انه من اهل النار، فاعظم الناس ذلك، فقلت: انا لكم به فخرجت في طلبه، ثم جرح جرحا شديدا فاستعجل الموت، فوضع نصل سيفه في الارض وذبابه بين ثدييه، ثم تحامل عليه فقتل نفسه، فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك" إن الرجل ليعمل عمل اهل الجنة فيما يبدو للناس وهو من اهل النار، وإن الرجل ليعمل عمل اهل النار فيما يبدو للناس وهو من اهل الجنة".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۸۹۸

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (اپنے اصحاب کے ہمراہ احد یا خیبر کی لڑائی میں) مشرکین سے مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ چھڑ گئی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس دن لڑائی سے فارغ ہو کر) اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنے پڑاؤ کی طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ساتھ ایک شخص تھا، لڑائی لڑنے میں ان کا یہ حال تھا کہ مشرکین کا کوئی آدمی بھی اگر کسی طرف نظر آ جاتا تو اس کا پیچھا کر کے وہ شخص اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔ سہل رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کہا کہ آج جتنی سرگرمی کے ساتھ فلاں شخص لڑا ہے، ہم میں سے کوئی بھی شخص اس طرح نہ لڑ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ لیکن وہ شخص دوزخی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (اپنے دل میں کہا اچھا میں اس کا پیچھا کروں گا (دیکھوں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیوں دوزخی فرمایا ہے) بیان کیا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دن لڑائی میں موجود رہا، جب کبھی وہ کھڑا ہو جاتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلتا۔ بیان کیا کہ آخر وہ شخص زخمی ہو گیا زخم بڑا گہرا تھا۔ اس لیے اس نے چاہا کہ موت جلدی آ جائے اور اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو سینے کے مقابلہ میں کر لیا اور تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی۔ اب وہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بیان کیا کہ وہی شخص جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ آپ کا فرمان بڑا شاق گزرا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم سب لوگوں کی طرف سے میں اس کے متعلق تحقیق کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ اس کے بعد وہ شخص سخت زخمی ہوا اور چاہا کہ جلدی موت آ جائے۔ اس لیے اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو اپنے سینے کے مقابل کر لیا اور اس پر گر کر خود جان دے دی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی زندگی بھر بظاہر اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہل دوزخ کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

جہاد کیلئے اولاد کی طلب کرنا

عن عبد الرحمن بن هرمز، قال: سمعت ابا هريرة رضي الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: قال سليمان بن داود عليهما السلام: "لاطوفن الليلة على مائة امراة او تسع وتسعين كلهن ياتي بفارس يجاهد في سبيل الله، فقال: له صاحبه إن شاء الله، فلم يقل إن شاء الله، فلم يحمل منهن إلا امراة واحدة جاءت بشق رجل، والذي نفس محمد بيده لو قال إن شاء الله لجاهدوا في سبيل الله فرسانا اجمعون".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۸۱۹

عبداللہ بن ہرمز نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج رات اپنی سو یا (راوی کو شک تھا) ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر بیوی ایک ایک شہسوار جنے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں گے۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ ان شاءاللہ بھی کہہ لیجئے لیکن انہوں نے ان شاءاللہ نہیں کہا۔ چنانچہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان کے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت ان شاءاللہ کہہ لیتے تو (تمام بیویاں حاملہ ہوتیں اور) سب کے یہاں ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

جہاد میں بہادری

عن انس رضي الله عنه، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم احسن الناس، واشجع الناس، واجود الناس، ولقد فزع اهل المدينة، فكان النبي صلى الله عليه وسلم" سبقهم على فرس، وقال: وجدناه بحرا".(رواه البخاری ۔ رقم۔ ۲۸۲۰

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین (خوبصورت) سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ فیاض تھے ' مدینہ طیبہ کے تمام لوگ (ایک رات) خوف زدہ تھے (آواز سنائی دی تھی اور سب لوگ اس کی طرف بڑھ رہے تھے) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے (جب واپس ہوئے تو) فرمایا اس گھوڑے کو (دوڑنے میں) ہم نے سمندر پایا۔

عن عمرو بن ميمون الاودي، قال: كان سعد يعلم بنيه هؤلاء الكلمات كما يعلم المعلم الغلمان الكتابة، ويقول: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم:"كان يتعوذ منهن دبر الصلاة اللهم إني اعوذ بك من الجبن، واعوذ بك ان ارد إلى ارذل العمر، واعوذ بك من فتنة الدنيا، واعوذ بك من عذاب القبر"، فحدثت به مصعبا فصدقه.(رواه البخاری ۔رقم۔۲۸۲۲

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات دعائیہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے «اللهم إني أعوذ بك من الجبن، وأعوذ بك أن أرد إلى أرذل العمر، وأعوذ بك من فتنة الدنيا، وأعوذ بك من عذاب القبر» ”اے اللہ! بزدلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں ' اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے (بڑھاپے) میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔“ پھر میں نے یہ حدیث جب مصعب بن سعد سے بیان کی تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

جہاد میں خندق کھودنا

، عن انس رضي الله عنه، قال: جعل المهاجرون والانصار يحفرون الخندق حول المدينة، وينقلون التراب على متونهم، ويقولون: نحن الذين بايعوا محمدا على الإسلام ما بقينا ابدا والنبي صلى الله عليه وسلم يجيبهم، ويقول:" اللهم إنه لا خير إلا خير الآخره فبارك في الانصار والمهاجره".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۸۳۵

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (جب تمام عرب کے مدینہ منورہ پر حملہ کا خطرہ ہوا تو) مدینہ کے اردگرد مہاجرین و انصار خندق کھودنے میں مشغول ہو گئے ' مٹی اپنی پشت پر لاد لاد کر اٹھاتے اور (یہ رجز) پڑھتے جاتے ”ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کے لیے بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس رجز کے جواب میں یہ دعا فرماتے ”اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں ' پس تو انصار اور مہاجرین کو برکت عطا فرما۔

جاسوس مقرر کرنا

، عن جابر رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:" من ياتيني بخبر القوم يوم الاحزاب، قال: الزبير انا ثم، قال: من ياتيني بخبر القوم، قال: الزبير انا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: إن لكل نبي حواريا وحواري الزبير"(رواه البخاری۔ رقم۔٢٨٤٦

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن فرمایا دشمن کے لشکر کی خبر میرے پاس کون لا سکتا ہے؟ (دشمن سے مراد یہاں بنو قریظہ تھے) زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر پوچھا دشمن کے لشکر کی خبریں کون لا سکے گا؟ اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری (سچے مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری (زبیر) ہیں۔

بچوں کا جہاد کیلئے جانا

انس بن مالك رضي الله عنه، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال لابي طلحة: التمس غلاما من غلمانكم يخدمني حتى اخرج إلى خيبر، فخرج بي ابو طلحة مردفي وانا غلام راهقت الحلم، فكنت اخدم رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نزل فكنت اسمعه كثيرا، يقول:" اللهم إني اعوذ بك من الهم، والحزن، والعجز، والكسل، والبخل، والجبن، وضلع الدين، وغلبة الرجال، ثم قدمنا خيبر فلما فتح الله عليه الحصن ذكر له جمال صفية بنت حيي بن اخطب وقد قتل زوجها وكانت عروسا فاصطفاها رسول الله صلى الله عليه وسلم لنفسه فخرج بها حتى بلغنا سد الصهباء حلت فبنى بها، ثم صنع حيسا في نطع صغير، ثم قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم آذن من حولك فكانت تلك وليمة رسول الله صلى الله عليه وسلم على صفية، ثم خرجنا إلى المدينة، قال: فرايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يحوي لها وراءه بعباءة، ثم يجلس عند بعيره فيضع ركبته فتضع صفية رجلها على ركبته حتى تركب فسرنا حتى إذا اشرفنا على المدينة نظر إلى احد، فقال: هذا جبل يحبنا ونحبه، ثم نظر إلى المدينة، فقال: اللهم إني احرم ما بين لابتيها بمثل ما حرم إبراهيم مكة اللهم بارك لهم في مدهم وصاعهم".(رواه البخارى ۔رقم۔۲۸۹۳

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے ساتھ کر دو جو خیبر کے غزوے میں میرے کام کر دیا کرے، جب کہ میں خیبر کا سفر کروں۔ ابوطلحہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر مجھے (انس رضی اللہ عنہ کو) لے گئے، میں اس وقت ابھی لڑکا تھا۔ بالغ ہونے کے قریب۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں قیام فرماتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا۔ اکثر میں سنتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے۔ «اللهم إني أعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والبخل والجبن وضلع الدين وغلبة الرجال» "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم، عاجزی، سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور ظالم کے اپنے اوپر غلبہ سے، آخر ہم خیبر پہنچے اور جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے جمال (ظاہری و باطنی) کا ذکر کیا گیا ان کا شوہر (یہودی) لڑائی میں کام آ گیا تھا اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں (اور چونکہ قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھیں) اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کا اکرام کرنے کے لیے کہا) انہیں اپنے لیے پسند فرما لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ لے کر وہاں سے چلے۔ جب ہم سدا الصہباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کیا ہوا ایک کھانا) تیار کرا کر ایک چھوٹے سے دستر خوان پر رکھوایا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو دعوت دے دو اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا۔ آخر ہم مدینہ کی طرف چلے، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اپنے پیچھے (اونٹ کے کوہان کے اردگرد) اپنی عباء سے پردہ کئے ہوئے تھے (سواری پر جب صفیہ رضی اللہ عنہا سوار ہوتیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے اور صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ اس طرح ہم چلتے رہے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو دیکھا اور فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا اے اللہ! مدینہ کے لوگوں کو ان کی مد اور صاع میں برکت دیجئیے!

جہاد میں توریہ کرنا

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن كعب بن مالك، ان عبد الله بن كعب رضي الله عنه، وكان قائد كعب من بنيه، قال: سمعت كعب بن مالك حين تخلف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم " ولم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد غزوة إلا ورى بغيرها".(رواه البخاری ۔رقم۔٢٩٤

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے، کعب رضی اللہ عنہ (جب نابینا ہو گئے تھے) کے ساتھ ان کے دوسرے صاحبزادوں میں یہی عبداللہ انہیں لے کر راستے میں ان کے آگے آگے چلتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول یہ تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو (مصلحت کے لیے) دوسرا مقام بیان کرتے (تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو)۔

جہاد میں بیعت کرنا

عن ابن عمر رضي الله عنهما، رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان على الشجرة التي بايعنا تحتها كانت رحمة من الله، فسالت نافعا على اي شيء بايعهم على الموت، قال: لا بل بايعهم على الصبر.
(رواہ البخاری ۔رقم۔۲۹۵۸

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) جب ہم دوسرے سال پھر آئے، تو ہم میں سے (جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی) دو شخص بھی اس درخت کی نشان دہی پر متفق نہیں ہو سکے۔ جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور یہ صرف اللہ کی رحمت تھی۔ جویریہ نے کہا، میں نے نافع سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کس بات پر بیعت کی تھی، کیا موت پر لی تھی؟ فرمایا کہ نہیں، بلکہ صبر و استقامت پر بیعت لی تھی

امام سے اجازت لینا

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما، قال: غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فتلاحق بي النبي صلى الله عليه وسلم وانا على ناضح لنا قد اعيا فلا يكاد يسير، فقال لي: ما لبعيرك، قال: قلت: عيي، قال: فتخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فزجره ودعا له فما زال بين يدي الإبل قدامها يسير، فقال لي: "كيف ترى بعيرك؟، قال: قلت: بخير قد اصابته بركتك، قال: افتبيعنيه، قال: فاستحييت ولم يكن لنا ناضح غيره، قال: فقلت: نعم، قال: فبعنيه فبعته إياه على ان لي فقار ظهره حتى ابلغ المدينة، قال: فقلت يا رسول الله، إني عروس فاستاذنته فاذن لي، فتقدمت الناس إلى المدينة حتى اتيت المدينة فلقيني خالي فسالني عن البعير، فاخبرته بما صنعت فيه فلامني، قال: وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال لي: حين استاذنته، هل تزوجت بكرا ام ثيبا؟ فقلت: تزوجت ثيبا، فقال: هلا تزوجت بكرا تلاعبها وتلاعبك، قلت: يا رسول الله توفي والدي او استشهد ولي اخوات صغار فكرهت ان اتزوج مثلهن فلا تؤدبهن، ولا تقوم عليهن فتزوجت ثيبا لتقوم عليهن وتؤدبهن، قال: فلما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة غدوت عليه بالبعير، فاعطاني ثمنه ورده علي، قال المغيرة: هذا في قضائنا حسن لا نرى به باسا"

(رواہ البخاری ۔رقم۲۹٦۷

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ (جنگ تبوک) میں شریک تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے پانی لادنے والے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا، اس لیے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ جابر! تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے گئے اور اُسے ڈانٹا اور اس کے لیے دعا کی۔ پھر تو وہ برابر دوسرے اونٹوں کے آگے آگے چلتا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ اب اچھا ہے۔ آپ کی برکت سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا اُسے بیچو گے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شرمندہ ہو گیا، کیونکہ ہمارے پاس پانی لانے کو اس کے سوا اور کوئی اونٹ نہیں رہا تھا۔ مگر میں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر بیچ دے۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ تک میں اسی پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری شادی ابھی نئی ہوئی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (آگے بڑھ کر اپنے گھر جانے کی) اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عنایت فرما دی۔ اس لیے میں سب سے پہلے مدینہ پہنچ آیا۔ جب ماموں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق پوچھا۔ جو معاملہ میں کر چکا تھا اس کی انہیں اطلاع دی۔ تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا۔ (ایک اونٹ تھا، تیرے پاس وہ بھی بیچ ڈالا اب پانی کس پر لائے گا) جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا تھا بیوہ سے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ باکرہ سے کیوں نہ کی، وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے۔ (کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ بھی ابھی کنوارے تھے) میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے باپ کی وفات ہو گئی ہے یا (یہ کہا کہ) وہ (احد) میں شہید ہو چکے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں۔ اس لیے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ انہیں جیسی کسی لڑکی کو بیاہ کے لاؤں، جو نہ انہیں ادب سکھا سکے نہ ان کی نگرانی کر سکے۔ اس لیے میں نے بیوہ سے شادی کی تاکہ وہ ان کی نگرانی کرے اور انہیں ادب سکھائے۔ انہوں نے بیان کیا، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو صبح کے وقت میں اسی اونٹ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس اونٹ کی قیمت عطا فرمائی اور پھر وہ اونٹ بھی واپس کر دیا۔ مغیرہ راوی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک بیع میں یہ شرط لگانا اچھا ہے کچھ برا نہیں۔

دوران جہاد چیخے نہیں مارنا چاہیے

، عن ابي موسى الاشعري رضي الله عنه قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكنا إذا اشرفنا على واد هللنا وكبرنا ارتفعت اصواتنا، فقال النبي صلى الله عليه وسلم:"يا ايها الناس اربعوا على انفسكم فإنكم لا تدعون اصم، ولا غائبا، إنه معكم إنه سميع قريب تبارك اسمه وتعالى جده".
(رواہ البخاری ۔رقم۔۲۹۹۲

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی میں اترتے تو «لا إله إلا الله» اور «الله أكبر» کہتے اور ہماری آواز بلند ہو جاتی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب اللہ کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ بیشک وہ سننے والا اور تم سے بہت قریب ہے۔ برکتوں والا ہے۔ اس کا نام اور اس کی عظمت بہت ہی بڑی ہے۔“

باخبر کافروں پر بغیر دعوت حملہ

عن ابن عون ، قال: كتبت إلى نافع " اساله عن الدعاء قبل القتال، قال: فكتب إلي إنما كان ذلك في اول الإسلام، قد اغار رسول الله صلى الله عليه وسلم على بني المصطلق وهم غارون وانعامهم تسقى على الماء، فقتل مقاتلتهم، وسبى سبيهم واصاب يومئذ "، قال يحيى: احسبه قال جويرية، او قال: البتة ابنة الحارث، وحدثني هذا الحديث عبد الله بن عمر وكان في ذاك الجيش، (رواه مسلم -رقم- ٤519

ابن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتال سے پہلے (اسلام کی) دعوت دینے کے بارے میں پوچھنے کے لیے نافع کو خط لکھا۔ کہا: تو انہوں نے مجھے جواب لکھا: یہ شروع اسلام میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کیا جبکہ وہ بے خبر تھے اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے، آپ نے ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا اور جنگ نہ کرنے کے قابل لوگوں کو قیدی بنایا اور آپ کو اس دن۔ یحییٰ نے کہا: میرا خیال ہے، انہوں نے کہا: جویریہ۔ یا قطعیت سے بنت حارث کہا۔ ملیں۔ مجھے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں موجود تھے

عهد شکنی ناجائز ہے

عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إذا جمع الله الاولين والآخرين يوم القيامة يرفع لكل غادر لواء، فقيل هذه غدرة فلان بن فلان "(رواه مسلم-رقم- ٤٥٢٩

عبیداللہ نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ جب پہلے آنے والوں اور بعد میں آنے والوں کو جمع کرے گا تو بدعہدی کرنے والے ہر شخص کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے

عن ابن عمر رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" إن الغادر يرفع له لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان بن فلان"(رواه البخاری-رقم٦١٧٧ .

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عہد توڑنے والے کے لیے قیامت میں ایک جھنڈا اٹھایا جائے گا اور پکار دیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی دغا بازی کا نشان ہے۔"

عورتوں اور بچوں کے مارنے کامسلہ

عن عبد الله " ان امراة، وجدت في بعض مغازي رسول الله صلى الله عليه وسلم مقتولة، فانكر رسول الله صلى الله عليه وسلم قتل النساء والصبيان "(رواه مسلم-رقم-٤٥٤٧

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوے میں ایک عورت مقتول ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر (سخت) ناگواری کا اظہار کیا (اور اس سے منع فرما دیا

عن الصعب بن جثامة ، قال: " سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الذراري من المشركين يبيتون، فيصيبون من نسائهم وذراريهم، فقال: هم منهم (رواه مسلم-رقم.٤٥٤٩

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے گھرانے کے بارے میں پوچھا گیا، ان پر شب خون مارا جاتا ہے تو وہ (حملہ کرنے والے) ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی نقصان پہنچا دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ انہی میں سے ہیں

جب ماں باپ محتاج ہوں

عن معاوية بن جاهمة السلمي، ان جاهمة جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله اردت ان اغزو وقد جئت استشيرك، فقال: "هل لك من ام؟" قال: نعم، قال: "فالزمها، فإن الجنة تحت رجليها".(رواه النسائی ۔رقم۔۳۱۰۶

معاویہ بن جاہمہ سلمی سے روایت ہے کہ جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور آپ کے پاس آپ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) پوچھا: کیا تمہاری ماں موجود ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: "انہیں کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ جنت ان کے دونوں قدموں کے نیچے ہے"

عن عبد الله بن عمرو قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يستاذنه في الجهاد فقال: "احي والداك؟" قال: نعم، قال: "ففيهما فجاهد"(رواہ النسائی۔رقم۔۳۱۰۵

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد میں شرکت کی اجازت لینے کے لیے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟" اس نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: "پھر تو تم انہیں دونوں کی خدمت کا ثواب حاصل کرو"

مجاہدین کی عورتوں کی فضیلت

عن سلیمان بن بریدة ، عن ابیه ، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "حرمة نساء المجاهدين على القاعدين، كحرمة امهاتهم، وما من رجل من القاعدين يخلف رجلا من المجاهدين في اهله، فيخونه فيهم إلا وقف له يوم القيامة، فياخذ من عمله ما شاء، فما ظنكم؟ (رواه مسلم۔رقم۔٤٩٠٨

سلیمان بن بریدہ نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گھر میں بیٹھنے والوں کے لیے مجاہدین کی عورتوں کی عزت و حرمت اسی طرح ہے جس طرح ان کی اپنی ماؤں کی حرمت و عزت ہے۔ اور گھروں میں بیٹھنے والوں میں سے جو بھی شخص مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے، پھر ان کے معاملے میں ان کے ساتھ خیانت کرتا ہے (پوری طرح دیکھ بھال نہیں کرتا) تو اس کو قیامت کے دن اس (مجاہد) کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور وہ اس کے عمل میں سے جتنا چاہے گا لے لے گا، اب تمہارا (اس سزا کے بارے میں) کیا خیال ہے؟" (کوتاہی کرنے والے نے مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال میں کوتاہی کر کے نیک اعمال بھی کیے ہوں گے تو وہ اس سے چھن جائیں گے، اور ہو سکتا ہے اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے۔)

جہاد میں ہجرت

عن عطاء بن يزيد، عن ابي سعيد الخدري: ان اعرابيا سال النبي صلى الله عليه وسلم عن الهجرة، فقال: ويحك إن شان الهجرة شديد فهل لك من إبل؟ قال: نعم، قال: " فهل تؤدي صدقتها؟" قال: نعم، قال: " فاعمل من وراء البحار فإن الله لن يترك من عملك شيئا "(رواه ابوداؤد۔رقم۔۲٤۷۷

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے اوپر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے کہا: ہاں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم ان کی زکاۃ دیتے ہو؟" اس نے کہا: ہاں (دیتے ہیں)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر سمندروں کے اس پار رہ کر عمل کرو، اللہ تمہارے عمل سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔

جہاد میں صبح نکلنا

، عن صخر الغامدي، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "اللهم بارك لامتي في بكورها"، وكان إذا بعث سرية او جيشا بعثهم في اول النهار، وكان صخر رجلا تاجرا وكان يبعث تجارته من اول النهار فاثرى وكثر ماله، قال ابو داود: وهو صخر بن وداعة. (رواه ابوداؤد -رقم- ٢٦٠٦

صخر غامدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اللهم بارك لأمتي في بكورها» ”اے اللہ! میری امت کے لیے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت دے“ اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سریہ یا لشکر بھیجتے، تو دن کے ابتدائی حصہ میں بھیجتے۔ (عمارہ کہتے ہیں) صخر ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنی تجارت صبح سویرے شروع کرتے تھے تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت ہو گیا۔ ابوداؤد کہتے ہیں: صخر سے مراد صخر بن وداعہ ہیں۔

دشمن پر تاریکی میں حملہ کرنا

عن إياس بن سلمة، عن ابيه، قال: امر رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا ابا بكر رضي الله عنه فغزونا ناسا من المشركين، فبيتناهم نقتلهم وكان شعارنا تلك الليلة امت امت، قال سلمة: فقتلت بيدي تلك الليلة سبعة اهل ابيات من المشركين (رواه ابوداؤد-رقم-۲۶۳۸

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا، ہم نے مشرکین کے کچھ لوگوں سے جہاد کیا تو ہم نے ان پر شب خون مارا، ہم انہیں قتل کر رہے تھے، اور اس رات ہمارا شعار (کوڈ) «آمت آمت» تھا، اس رات میں نے اپنے ہاتھ سے سات گھروں کے مشرکوں کو قتل کیا

میدان سے نہیں بھاگنا چاہئے

، عن ابن عباس، قال: نزلت إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين سورة الانفال آية 65، فشق ذلك على المسلمين حين فرض الله عليهم ان لا يفر واحد من عشرة، ثم إنه جاء تخفيف فقال: الآن خفف الله عنكم سورة الانفال آية 66، قرا ابو توبة إلى قوله يغلبوا مائتين سورة الانفال آية 66، قال: فلما خفف الله تعالى عنهم من العدة نقص من الصبر بقدر ما خفف عنهم.(رواه ابوداؤد ـ رقم۔٢٦٤٦

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت کریمہ «إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين» ”اگر تم میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے“ (سورۃ الانفال: ٦٥) نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ فرض کر دیا کہ ان میں کا ایک آدمی دس کافروں کے مقابلہ میں نہ بھاگے، تو یہ چیز ان پر شاق گزری، پھر تخفیف ہوئی اور اللہ نے فرمایا: «الآن خفف الله عنكم» ”اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے تو اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے“ (سورۃ الانفال: ٦٦)۔ ابوتوبہ نے پوری آیت «يغلبوا مائتين» تک پڑھ کر سنایا اور کہا: جب اللہ نے ان سے تعداد میں تخفیف کر دی تو اس تخفیف کی مقدار میں صبر میں بھی کمی کر دی۔

لڑائی کے وقت تکبر کرنا

، عن جابر بن عتيك، ان نبي الله صلى الله عليه وسلم كان يقول:" من الغيرة ما يحب الله ومنها ما يبغض الله، فاما التي يحبها الله فالغيرة في الريبة واما الغيرة التي يبغضها الله فالغيرة في غير ريبة وإن من الخيلاء ما يبغض الله ومنها ما يحب الله، فاما الخيلاء التي يحب الله فاختيال الرجل نفسه عند القتال واختياله عند الصدقة واما التي يبغض الله فاختياله في البغي"، قال موسى: والفخر۔ (رواہ ابوداؤد۔رقم۔۲٦٥۹

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے، اور دوسری غیرت وہ ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے، رہی وہ غیرت جسے اللہ پسند کرتا ہے تو وہ شک کے مقامات میں غیرت کرنا ہے، رہی وہ غیرت جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ شک کے علاوہ میں غیرت کرنا ہے، اور تکبر میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے اور دوسرا وہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے، پس وہ تکبر جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ لڑائی کے دوران آدمی کا کافروں سے جہاد کرتے وقت تکبر کرنا اور اترانا ہے، اور صدقہ دیتے وقت اس کا خوشی سے اترانا ہے، اور وہ تکبر جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ ظلم میں تکبر کرنا ہے“، اور موسیٰ کی روایت میں ہے: ”فخر و مباہات میں تکبر کرنا ہے“۔

جاهلیت کے معاہدے

، عن عمرو بن شعيب، عن ابيه، عن جده، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في خطبته: "اوفوا بحلف الجاهلية، فإنه لا يزيده، يعني: الإسلام، إلا شدة، ولا تحدثوا حلفا في الإسلام "، قال: وفي الباب، عن عبد الرحمن بن عوف، وام سلمة، وجبير بن مطعم، وابي هريرة، وابن عباس، وقيس بن عاصم، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح (رواه الترمذی۔رقم۔۱۵۸۵ .

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: ”جاہلیت کے حلف (معاہدہ تعاون) کو پورا کرو، اس لیے کہ اس سے اسلام کی مضبوطی میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور اب اسلام میں کوئی نیا معاہدہ تعاون نہ کرو“ ۔

امام ترمذی کہتے ہیں:
۱- یہ حدیث حسن صحیح ہے،

امام کی وصیت

، عن سليمان بن بريدة، عن ابيه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا بعث اميرا على جيش، اوصاه في خاصة نفسه بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا، وقال: "اغزوا بسم الله، وفي سبيل الله قاتلوا من كفر بالله، ولا تغلوا، ولا تغدروا، ولا تمثلوا، ولا تقتلوا وليدا، فإذا لقيت عدوك من المشركين، فادعهم إلى إحدى ثلاث خصال او خلال، ايتها اجابوك فاقبل منهم وكف عنهم وادعهم إلى الإسلام والتحول من دارهم إلى دار المهاجرين، واخبرهم انهم إن فعلوا ذلك، فإن لهم ما للمهاجرين وعليهم ما على المهاجرين، وإن ابوا ان يتحولوا، فاخبرهم انهم يكونوا كاعراب المسلمين يجري عليهم ما يجري على الاعراب، ليس لهم في الغنيمة والفيء شيء إلا ان يجاهدوا، فإن ابوا، فاستعن بالله عليهم وقاتلهم، وإذا حاصرت حصنا فارادوك ان تجعل لهم ذمة الله وذمة نبيه، فلا تجعل لهم ذمة الله ولا ذمة نبيه، واجعل لهم ذمتك وذمم اصحابك، لانكم إن تخفروا ذمتكم وذمم اصحابكم خير من ان تخفروا ذمة الله وذمة رسوله، وإذا حاصرت اهل حصن فارادوك ان تنزلهم على حكم الله، فلا تنزلوهم، ولكن انزلهم على حكمك، فإنك لا تدري اتصيب حكم الله فيهم ام لا او نحو هذا "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن النعمان بن مقرن، وحديث بريدة حديث حسن صحيح (رواه الترمذی-رقم-١٦١٧،

بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر پر امیر مقرر کرتے تو اسے خاص اپنے نفس کے بارے میں اللہ سے ڈرنے اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتے تھے، اس کے بعد آپ فرماتے: اللہ کے نام سے اور اس کے راستے میں جہاد کرو، ان لوگوں سے جو اللہ کا انکار کرنے والے ہیں، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، عہد نہ توڑو، مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو اور جب تم اپنے مشرک دشمنوں کے سامنے جاؤ تو ان کو تین میں سے کسی ایک بات کی دعوت دو ان میں سے جسے وہ مان لیں قبول کر لو اور ان کے ساتھ لڑائی سے باز رہو: ان کو اسلام لانے اور اپنے وطن سے مہاجرین کے وطن کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دو، اور ان کو بتا دو کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مہاجرین کے لیے ہیں اور ان کے اوپر وہی ذمہ داریاں ہیں جو مہاجرین پر ہیں، اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو ان کو بتا دو کہ وہ بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے، ان کے اوپر وہی احکام جاری ہوں گے جو بدوی مسلمانوں پر جاری ہوتے ہیں: مال غنیمت اور فیٔ میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں، پھر اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کریں تو ان پر فتح یاب ہونے کے لیے اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے جہاد شروع کر دو، جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم ان کو اللہ اور اس کے نبی کی پناہ دو تو تم ان کو اللہ اور اس کے نبی کی پناہ نہ دو، بلکہ تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی پناہ دو، (اس کے خلاف نہ کرنا) اس لیے کہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا عہد توڑتے ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑو، اور جب تم کسی قلعے والے کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ تم ان کو اللہ کے فیصلہ پر اتارو تو ان کو اللہ کے فیصلہ پر مت اتارو بلکہ اپنے فیصلہ پر اتارو، اس لیے کہ تم نہیں جانتے کہ ان کے سلسلے میں اللہ کے فیصلہ پر پہنچ سکو گے یا نہیں"، آپ نے اسی طرح کچھ اور بھی فرمایا

دشمن کو چیلنج دینا

، عن قيس بن عباد ، قال:" سمعت ابا ذر يقسم: لنزلت هذه الآية في هؤلاء الرهط الستة يوم بدر هذان خصمان اختصموا في ربهم سورة الحج آية 19 إلى قوله إن الله يفعل ما يريد سورة الحج آية 14 في حمزة بن عبد المطلب، وعلي بن ابي طالب، وعبيدة بن الحارث، وعتبة بن ربيعة، وشيبة بن ربيعة، والوليد بن عتبة اختصموا في الحجج يوم بدر"(رواه ابن ماجہ۔رقم۔۲۸۳۵

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر کہتے سنا کہ آیت کریمہ: «ھذان خصمان اختصموا فی ربھم» (سورۃ الحج: ۱۹) "یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں اپنے رب کے بارے میں انہوں نے جھگڑا کیا" سے «إن اللہ یفعل ما یرید» (سورۃ الحج: ۲۴) تک، ان چھ لوگوں کے بارے میں اتری جو بدر کے دن باہم لڑے، حمزہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما مسلمانوں کی طرف سے، اور عبیدہ بن حارث، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کافروں کی طرف سے۔

بیعت پروفا کرنا

عن ابي هريرة ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ثلاثة لا يكلمهم الله، ولا ينظر إليهم يوم القيامة، ولا يزكيهم، ولهم عذاب اليم: رجل على فضل ماء بالفلاة يمنعه من ابن السبيل، ورجل بايع رجلا بسلعة بعد العصر فحلف بالله لاخذها بكذا وكذا فصدقه وهو على غير ذلك، ورجل بايع إماما لا يبايعه إلا لدنيا فإن اعطاه منها وفى له، وإن لم يعطه منها لم يف له"(رواه الترمذی۔رقم۔۲۸۷۰ .

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ ہی انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے: ایک وہ آدمی جس کے پاس چٹیل میدان میں فالتو پانی ہو اور مسافر کو پانی لینے سے منع کرے، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی کے ہاتھ سامان بیچا اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ چیز اتنے میں لی ہے، پھر خریدار نے اس کی بات کا یقین کر لیا، حالانکہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا تھا، تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی، اور مقصد محض دنیاوی فائدہ تھا، چنانچہ اگر اس نے اسے کچھ دیا تو بیعت کو پورا کیا، اور اگر نہیں دیا تو پورا نہیں کیا"۔

دشمن کے علاقے میں قرآن لے جانا

عن مالك بن انس ، عن نافع ، عن ابن عمر " ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان يسافر بالقرآن إلى ارض العدو، مخافة ان يناله العدو"(رواه ابنِ ماجہ۔رقم۔۲۸۷۹

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی سر زمین میں قرآن لے کر جانے کی ممانعت اس خطرے کے پیش نظر فرمائی کہ کہیں اسے دشمن پا نہ لیں ا۔

گھوڑا رکھنا

عن سعیدا المقبري يحدث انه سمع ابا هريرة رضي الله عنه يقول، قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من احتبس فرسا في سبيل الله إيمانا بالله، وتصديقا بوعده فإن شبعه وريه، وروثه، وبوله في ميزانه يوم القيامة (رواه البخاری۔رقم۔۲۸۵

سعید مقبری نے فرمایا، وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے اللہ تعالٰی پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن اس کی ترازو میں ہو گا اور سب پر اس کو ثواب ملے گا۔"

تین قسم گھوڑے

عن ابي هريرة رضي الله عنه، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال:" الخيل لثلاثة لرجل اجر ولرجل ستر، وعلى رجل وزر فاما الذي له اجر، فرجل ربطها في سبيل الله، فاطال في مرج او روضة، فما اصابت في طيلها ذلك من المرج او الروضة كانت له حسنات، ولو انها قطعت طيلها فاستنت شرفا او شرفين كانت ارواثها وآثارها حسنات له، ولو انها مرت بنهر فشربت منه ولم يرد ان يسقيها كان ذلك حسنات له، ورجل ربطها فخرا ورئاء ونواء لاهل الإسلام فهي وزر على ذلك، وسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الحمر، فقال: ما انزل علي فيها إلا هذه الآية الجامعة الفاذة فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره {7} ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره {8} سورة الزلزلة آية 7-8"(رواه البخارى۔ رقم۔۲۸٦۰

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑے کے مالک تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لیے وہ باعث اجر و ثواب ہیں، بعضوں کے لیے وہ صرف پردہ ہیں اور بعضوں کے لیے وبال جان ہیں۔ جس کے لیے گھوڑا اجر و ثواب کا باعث ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کی نیت سے اسے پالتا ہے پھر جہاں خوب چری ہوتی ہے یا (یہ فرمایا کہ) کسی شاداب جگہ اس کی رسی کو خوب لمبی کر کے باندھتا ہے (تاکہ چاروں طرف چر سکے) تو گھوڑا اس کی چری کی جگہ سے یا اس شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی تڑا کر ایک زغن یا دو زغن لگائے تو اس کی لید اور اس کے قدموں کے نشانوں میں بھی مالک کے لیے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا نہر سے گزرے اور اس میں سے پانی پی لے تو اگرچہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر بھی اس سے اسے نیکیاں ملتی ہیں، دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر، دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لیے وبال جان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر اس جامع اور منفرد آیت کے سوا ان کے متعلق اور کچھ نازل نہیں ہوا «فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ * ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ» ”جو کوئی ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔“

گھوڑوں کے درمیان مشق

عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: اجرى النبي صلى الله عليه وسلم "ما ضمر من الخيل من الحفياء إلى ثنية الوداع، واجرى ما لم يضمر من الثنية إلى مسجد بني زريق، قال ابن عمر: وكنت فيمن اجرى، قال: عبد الله، حدثنا سفيان، قال: حدثني عبيد الله، قال سفيان: بين الحفياء إلى ثنية الوداع خمسة اميال او ستة وبين ثنية إلى مسجد بني زريق ميل".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۸۶۸

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ مقام حفیاء سے ثنیة الوداع تک کرائی تھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کیے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیة الوداع سے مسجد زریق تک کرائی تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ گھوڑ دوڑ میں شریک ہونے والوں میں میں بھی تھا۔ عبداللہ نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبیداللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا کہ حفیاء سے ثنیة الوداع تک پانچ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیة الوداع سے مسجد بنی زریق صرف ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

جہادی جانوروں کے لیے نام رکھنا

، عن عبد الله بن ابي قتادة، عن ابيه، انه خرج مع النبي صلى الله عليه وسلم:" فتخلف ابو قتادة مع بعض اصحابه وهم محرمون وهو غير محرم، فراوا حمارا وحشيا قبل ان يراه، فلما راوه تركوه حتى رآه ابو قتادة فركب فرسا له، يقال له: الجرادة فسالهم ان يناولوه سوطه فابوا فتناوله فحمل فعقره، ثم اكل فاكلوا فندموا، فلما ادركوه، قال: هل معكم منه شيء؟ قال: معنا رجله فاخذها النبي صلى الله عليه وسلم، فاكلها"(رواه البخاری۔ رقم۔۲۸۵٤

عبداللہ بن ابی قتادہ نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) نکلے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے دوسرے تمام ساتھی تو محرم تھے لیکن انہوں نے خود احرام نہیں باندھا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے اس پر نظر پڑنے سے پہلے ان حضرات کی نظر اگرچہ اس پر پڑی تھی لیکن انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، ان کے گھوڑے کا نام جرادہ تھا، اس کے بعد انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی ان کا کوڑا اٹھا کر انہیں دیدے (جسے لیے بغیر وہ سوار ہو گئے تھے) ان لوگوں نے اس سے انکار کیا (محرم ہونے کی وجہ سے) اس لیے انہوں نے خود ہی لے لیا اور گورخر پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں انہوں نے خود بھی اس کا گوشت کھایا اور دوسرے ساتھیوں نے بھی کھایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا اس کا گوشت تمہارے پاس بچا ہوا باقی ہے؟ ابوقتادہ نے کہا کہ ہاں اس کی ایک ران ہمارے ساتھ باقی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہ گوشت کھایا۔ گھوڑے کا نام جرادہ تھا، (اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا)۔

گھوڑوں کی فضیلت

عن سلمة بن نفيل الكندي، قال: كنت جالسا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رجل: يا رسول الله، اذال الناس الخيل، ووضعوا السلاح، وقالوا: لا جهاد قد وضعت الحرب اوزارها، فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه، وقال: "كذبوا الآن الآن جاء القتال، ولا يزال من امتي امة يقاتلون على الحق، ويزيغ الله لهم قلوب اقوام، ويرزقهم منهم حتى تقوم الساعة، وحتى ياتي وعد الله، والخيل معقود في نواصيها الخير إلى يوم القيامة، وهو يوحى إلي اني مقبوض غير ملبث، وانتم تتبعوني افنادا يضرب بعضكم رقاب بعض، وعقر دار المؤمنين الشام" (رواه النسائی۔رقم۔۳۵۹۱

سلمہ بن نفیل کندی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس وقت ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! لوگوں نے گھوڑوں کی اہمیت اور قدر و قیمت ہی گھٹا دی، ہتھیار اتار کر رکھ دیے اور کہتے ہیں: اب کوئی جہاد نہیں رہا، لڑائی موقوف ہو چکی ہے۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ اس کی طرف کیا اور (پورے طور پر متوجہ ہو کر) فرمایا: ”غلط اور جھوٹ کہتے ہیں، (صحیح معنوں میں) لڑائی کا وقت تو اب آیا ہے [۱]، میری امت میں سے تو ایک امت (ایک جماعت) حق کی خاطر ہمیشہ برسرپیکار رہے گی اور اللہ تعالیٰ کچھ قوموں کے دلوں کو ان کی خاطر کجی میں مبتلا رکھے گا [۲] اور انہیں (اہل حق کو) ان ہی (گمراہ لوگوں) کے ذریعہ روزی ملے گی [۳]، یہ سلسلہ قیامت ہونے تک چلتا رہے گا، جب تک اللہ کا وعدہ (متقیوں کے لیے جنت اور مشرکوں و کافروں کے لیے جہنم) پورا نہ ہو جائے گا، قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی (خیر) بندھی ہوئی ہے [۴] اور مجھے بذریعہ وحی یہ بات بتا دی گئی ہے کہ جلد ہی میرا انتقال ہو جائے گا اور تم لوگ مختلف گروہوں میں بٹ کر میری اتباع (کا دعویٰ) کرو گے اور حال یہ ہو گا کہ سب (اپنے متعلق حق پر ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود) ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہوں گے اور مسلمانوں کے گھر کا آنگن (جہاں وہ پڑاؤ کر سکیں، ٹھہر سکیں، کشادگی سے رہ سکیں) شام ہو گا“

گھوڑوں کی نسل کی حفاظت

، عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه، قال: اهديت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بغلة، فركبها فقال:" علي لو حملنا الحمير على الخيل لكانت لنا مثل هذه"، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إنما يفعل ذلك الذين لا يعلمون"(رواه النسائی۔رقم۔٣٦١٠

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں خچر دیا گیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم گدھوں کو گھوڑیوں پر چڑھا (کر جفتی کرا) دیں تو ہمارے پاس اس جیسے (بہت سے خچر) ہو جائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو نادان و ناسمجھ ہوتے ہیں“

ناپسند گھوڑے

عن ابي هريرة، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم "يكره الشكال من الخيل". والشكال يكون الفرس في رجله اليمنى بياض وفي يده اليسرى بياض او في يده اليمنى وفي رجله اليسرى، قال ابو داود: اي مخالف. (رواه ابوداؤد ـ رقم ـ ٢٥٤٧

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں «شکال» کو ناپسند فرماتے تھے، اور «شکال» یہ ہے کہ گھوڑے کے دائیں پیر اور بائیں ہاتھ میں، یا دائیں ہاتھ اور بائیں پیر میں سفیدی ہو ۔ ابوداؤد کہتے ہیں: یعنی دائیں اور بائیں ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔

بیٹھنے کی اداب

عن ابي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" إياكم ان تتخذوا ظهور دوابكم منابر فإن الله إنما سخرها لكم لتبلغكم إلى بلد لم تكونوا بالغيه إلا بشق الانفس وجعل لكم الارض فعليها فاقضوا حاجتكم"(رواه ابوداؤد۔رقم۔۲۵٦٧

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر بنانے سے بچو، کیونکہ اللہ نے ان جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ وہ تمہیں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچائیں جہاں تم بڑی تکلیف اور مشقت سے پہنچ سکتے ہو، اور اللہ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے، تو اسی پر اپنی ضروریات کی تکمیل کیا کرو

گھوڑوں کے ساتھ خیر

، عن عروة البارقي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " الخير معقود في نواصي الخيل إلى يوم القيامة، الاجر والمغنم "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن ابن عمر، وابي سعيد، وجرير، وابي هريرة، واسماء بنت يزيد، والمغيرة بن شعبة، وجابر، قال ابو عيسى: وهذا حديث حسن صحيح، وعروة هو ابن ابي الجعد البارقي ويقال: هو عروة بن الجعد، قال احمد بن حنبل: وفقه هذا الحديث: ان الجهاد مع كل إمام إلى يوم القيامة (رواه الترمذی-رقم-١٦٩٤

عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک خیر (بھلائی) بندھی ہوئی ہے، خیر سے مراد اجر اور غنیمت ہے“ امام ترمذی کہتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے،

عن حمید قال: سمعت انسا رضي الله عنه، يقول: كانت ناقة النبي صلى الله عليه وسلم" يقال لها: العضباء"(رواه البخاری- رقم.۲۸۷۱

حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام عضباء تھا۔

عن عمرو بن الحارث، قال: ما ترك النبي صلى الله عليه وسلم إلا بغلته البيضاء، وسلاحه، وارضا تركها صدقة.(رواه البخاری -رقم-۲۸۷۳

عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وفات کے بعد) سوا اپنے سفید خچر کے، اپنے ہتھیار اور اس زمین کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرات کر دی تھی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

عن انس رضي الله عنه، قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم احسن الناس، واشجع الناس ولقد فزع اهل المدينة ليلة فخرجوا نحو الصوت فاستقبلهم النبي صلى الله عليه وسلم وقد استبرا الخبر وهو على فرس لابي طلحة عري وفي عنقه السيف وهو يقول: "لم تراعوا لم تراعوا، ثم قال: وجدناه بحرا، او قال إنه لبحر"(رواه البخاری-رقم-۲۹۰۸

انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ پر (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا تھا، سب لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی واقعہ کی تحقیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کی پشت ننگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سے تلوار لٹک رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ڈرو مت۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے تو گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا ہے یا یہ فرمایا کہ گھوڑا جیسے سمندر ہے۔

جابر بن عبد الله رضي الله عنهما اخبر انه غزا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل نجد، فلما قفل رسول الله صلى الله عليه وسلم قفل معه، فادركتهم القائلة في واد كثير العضاه، فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وتفرق الناس يستظلون بالشجر فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت سمرة وعلق بها سيفه، ونمنا نومة فإذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعونا، وإذا عنده اعرابي، فقال:" إن هذا اخترط علي سيفي وانا نائم فاستيقظت وهو في يده صلتا" فقال: من يمنعك مني، فقلت:" الله ثلاثا" ولم يعاقبه وجلس (رواه البخاری-رقم-۲۹۱۰

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے اطراف میں ایک غزوہ میں شریک تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس ہوئے۔ راستے میں قیلولہ کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بکثرت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں پڑاؤ کیا اور صحابہ پوری وادی میں (درخت کے سائے کے لیے) پھیل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کی آواز سنائی دی، دیکھا گیا تو ایک بدوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے غفلت میں میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! تین مرتبہ (میں نے اسی طرح کہا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے (پھر وہ خود متاثر ہو کر اسلام لایا)۔

، عن انس، قال: كانت قبيعة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم فضة (رواه ابوداؤد۔رقم۔۲۵۸۳

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی خول چاندی کی تھی۔

دیگر اشیاء

عن انس بن مالك رضي الله عنه، قال:"كان ابو طلحة يتترس مع النبي صلى الله عليه وسلم بترس واحد، وكان ابو طلحة حسن الرمي، فكان إذا رمى تشرف النبي صلى الله عليه وسلم فينظر إلى موضع نبله".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۹۰۲

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ ایک ہی ڈھال سے کر رہے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے اچھے تیرانداز تھے۔ جب وہ تیر مارتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے۔

عن سهل رضي الله عنه، انه سئل عن جرح النبي صلى الله عليه وسلم يوم احد، فقال:" جرح وجه النبي صلى الله عليه وسلم وكسرت رباعيته وهشمت البيضة على راسه، فكانت فاطمة عليها السلام تغسل الدم، وعلي يمسك فلما رات ان الدم لا يزيد إلا كثرة اخذت حصيرا فاحرقته حتى صار رمادا، ثم الزقته فاستمسك الدم.(رواه البخاری ۔رقم۔۲۹۱۱

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے احد کی لڑائی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر زخم آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔ (جس سے سر پر زخم آئے تھے) فاطمہ رضی اللہ عنہا خون دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

،عن ابي قتادة رضي الله عنه،" انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا كان ببعض طريق مكة تخلف مع اصحاب له محرمين وهو غير محرم، فراى حمارا وحشيا فاستوى على فرسه، فسال اصحابه: ان يناولوه سوطه فابوا، فسالهم: رمحه فابوا فاخذه، ثم شد على الحمار فقتله، فاكل منه بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وابى بعض فلما ادركوا رسول الله صلى الله عليه وسلم سالوه عن ذلك، قال:" إنما هي طعمة اطعمكموها الله، وعن زيد بن اسلم، عن عطاء بن يسار، عن ابي قتادة في الحمار الوحشي مثل حديث ابي النضر، قال: هل معكم من لحمه شيء؟".(رواه البخاری ۔رقم۔۲۹۱٤

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) مکہ کے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جو احرام باندھے ہوئے تھے، لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ خود قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر انہوں نے ایک گورخر دیکھا اور اپنے گھوڑے پر (شکار کرنے کی نیت سے) سوار ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے (احرام باندھے ہوئے تھے) کہا کہ کوڑا اٹھا دیں انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر انہوں نے اپنا نیزہ مانگا اس کے دینے سے انہوں نے انکار کیا، آخر انہوں نے خود اسے اٹھایا اور گورخر پر جھپٹ پڑے اور اسے مار لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض نے تو اس گورخر کا گوشت کھایا اور بعض نے اس کے کھانے سے (احرام کے عذر کی بنا پر) انکار کیا۔ پھر جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو اس کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ایک کھانے کی چیز تھی جو اللہ نے تمہیں عطا کی۔ اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے گورخر کے (شکار سے) متعلق ابوالنضر ہی کی حدیث کی طرح (البتہ اس روایت میں یہ زائد ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کا کچھ بچا ہوا گوشت ابھی تمہارے پاس موجود ہے؟

عن يونس بن عبيد مولى محمد بن القاسم، قال: بعثني محمد بن القاسم إلى البراء بن عازب اساله عن راية رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: "كانت سوداء مربعة من نمرة "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن علي، والحارث بن حسان، وابن عباس، قال ابو عيسى: وهذا حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث ابن ابي زائدة، وابو يعقوب الثقفي اسمه: إسحاق بن إبراهيم، وروى عنه ايضا عبيد الله بن موسى.(رواه البخارى -رورقم-١٦٨٠

یونس بن عبید مولیٰ محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ مجھ کو محمد بن قاسم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں سوال کرنے کے لیے بھیجا، براء نے کہا: ”آپ کا جھنڈا دھاری دار چوکور اور کالا تھاامام ترمذی کہتے ہیں:

۱- یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن الزهري، قال: اخبرني علي بن الحسين، ان حسين بن علي عليهما السلام اخبره، ان عليا، قال: كانت لي شارف من نصيبي من المغنم يوم بدر، وكان النبي صلى الله عليه وسلم" اعطاني شارفا من الخمس فلما اردت ان ابتني بفاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واعدت رجلا صواغا من بني قينقاع ان يرتحل معي، فناتي بإذخر اردت ان ابيعه الصواغين واستعين به في وليمة عرسي فبينا انا اجمع لشارفي متاعا من الاقتاب والغرائر، والحبال، وشارفاي مناخان، إلى جنب حجرة رجل من الانصار رجعت حين جمعت ما جمعت، فإذا شارفاي قد اجتب اسنمتهما وبقرت خواصرهما واخذ من اكبادهما، فلم املك عيني حين رايت ذلك المنظر منهما، فقلت: من فعل هذا، فقالوا: فعل حمزة بن عبد المطلب وهو في هذا البيت في شرب من الانصار، فانطلقت حتى ادخل على النبي صلى الله عليه وسلم وعنده زيد بن حارثة فعرف النبي صلى الله عليه وسلم في وجهي الذي لقيت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ما لك، فقلت: يا رسول الله، ما رايت كاليوم قط عدا حمزة على ناقتي؟ فاجب اسنمتهما وبقر خواصرهما وههوذا في بيت معه شرب، فدعا النبي صلى الله عليه وسلم بردائه فارتدى، ثم انطلق يمشي واتبعته انا وزيد بن حارثة حتى جاء البيت الذي فيه حمزة، فاستاذن فاذنوا لهم، فإذا هم شرب فطفق رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوم حمزة فيما فعل فإذا حمزة قد ثمل محمرة عيناه فنظر حمزة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صعد النظر فنظر إلى ركبته، ثم صعد النظر فنظر إلى سرته، ثم صعد النظر فنظر إلى وجهه، ثم قال: حمزة هل انتم إلا عبيد لابي؟ فعرف رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قد ثمل فنكص رسول الله صلى الله عليه وسلم على عقبيه القهقرى وخرجنا معه".(رواه البخارى ـرقم ـ٣٠٩١

زہری نے بیان کیا ' انہیں زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ' جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے حصے میں ایک جوان اونٹنی آئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جوان اونٹنی خمس کے مال میں سے دی تھی ' جب میرا ارادہ ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کروں ' تو بنی قینقاع (قبیلہ یہود) کے ایک صاحب سے جو سنار تھے ' میں نے یہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں اذخر گھاس (جنگل سے) لائیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو بیچ دوں گا اور اس کی قیمت سے اپنے نکاح کا ولیمہ کروں گا۔ ابھی میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان ' پالان اور تھیلے اور رسیاں جمع کر رہا تھا۔ اور یہ دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے گھر کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جب سارا سامان فراہم کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں اونٹنیوں کے کوہان کسی نے کاٹ دیئے ہیں۔ اور ان کے پیٹ چیر کر اندر سے کلیجی نکال لی گئی ہیں۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں بے اختیار رو دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اور وہ اسی گھر میں کچھ انصار کے ساتھ شراب پی رہے ہیں۔ میں وہاں سے واپس آ گیا اور سیدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ میں کسی بڑے صدمے میں ہوں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "علی! کیا ہوا؟" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا صدمہ کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے میری دونوں اونٹنیوں پر ظلم کر دیا۔ دونوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کے پیٹ چیر ڈالے۔ ابھی وہ اسی گھر میں کئی یاروں کے ساتھ شراب کی مجلس جمائے ہوئے موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنی چادر مانگی اور اسے اوڑھ کر پیدل چلنے لگے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ آخر جب وہ گھر آ گیا جس میں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور اندر موجود لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ وہ لوگ شراب پی رہے تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ ملامت کرنا شروع کی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں شراب کے نشے میں مخمور اور سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے نظر اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ پھر نظر ذرا اور اوپر اٹھائی ' پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں پر نظر لے گئے اس کے بعد نگاہ اور اٹھا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف کے قریب دیکھنے لگے۔ پھر چہرے پر جما دی۔ پھر کہنے لگے کہ تم سب میرے باپ کے غلام ہو، یہ حال دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب محسوس کیا کہ حمزہ بالکل نشے میں ہیں، تو آپ وہیں سے الٹے پاؤں واپس آ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔

عن ابي جمرة الضبعي، قال: سمعت ابن عباس رضي الله عنهما، يقول: قدم وفد عبد القيس، فقالوا: رسول الله، إنا هذا الحي من ربيعة بيننا وبينك كفار مضر فلسنا نصل إليك إلا في الشهر الحرام، فمرنا بامر ناخذ به وندعو إليه من وراءنا، قال:" آمركم باربع وانهاكم عن اربع الإيمان بالله، شهادة ان لا إله إلا الله، وعقد بيده، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وصيام رمضان، وان تؤدوا لله خمس ما غنمتم وانهاكم عن الدباء، والنقير، والحنتم، والمزفت"(رواه البخاری-رقم- ٣٠٩٥

ابوجمرہ ضبعی نے بیان کیا ' انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ' وہ بیان کرتے تھے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد (دربار رسالت میں) حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا تعلق قبیلہ ربیعہ سے ہے اور قبیلہ مضر کے کفار ہمارے اور آپ کے بیچ میں پڑتے ہیں۔ (اس لیے ان کے خطرے کی وجہ سے ہم لوگ) آپ کی خدمت میں صرف ادب والے مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسا واضح حکم فرما دیں جس پر ہم خود بھی مضبوطی سے قائم رہیں اور جو لوگ ہمارے ساتھ نہیں آ سکے ہیں انہیں بھی بتا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں (میں تمہیں حکم دیتا ہوں) اللہ پر ایمان لانے کا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو گرہ لگائی ' نماز قائم کرنے کا ' زکوٰۃ دینے کا ' رمضان کے روزے رکھنے کا ' اور اس بات کا کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت کا مال ملے۔ اس میں پانچواں حصہ (خمس) اللہ کے لیے نکال دو اور تمہیں میں دبا ' نقیر ' حنتم اور مزفت کے استعمال سے روکتا ہوں۔

علي ان فاطمة عليها السلام اشتكت ما تلقى من الرحى مما تطحن فبلغها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم: اتي بسبي فاتته تساله خادما فلم توافقه فذكرت لعائشة فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك عائشة له فاتانا وقد دخلنا مضاجعنا فذهبنا لنقوم، فقال:" على مكانكما حتى وجدت برد قدميه على صدري، فقال: الا ادلكما على خير مما سالتماه إذا اخذتما مضاجعكما فكبرا الله اربعا وثلاثين، واحمدا ثلاثا وثلاثين، وسبحا ثلاثا وثلاثين، فإن ذلك خير لكما مما سالتماه (رواه البخاری-رقم-٣١١٣

علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے کی بہت تکلیف ہوتی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ اس لیے وہ بھی ان میں سے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے۔ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق کہہ کر (واپس) چلی آئیں۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں (رات ہی کو) تشریف لائے۔ جب ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے (جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (تو ہم لوگ کھڑے ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح ہو ویسے ہی لیٹے رہو۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیچ میں بیٹھ گئے اور اتنے قریب ہو گئے کہ) میں نے آپ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تم لوگوں نے (لونڈی یا غلام) مانگے ہیں، میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں، جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (تو سونے سے پہلے) اللہ اکبر 34 مرتبہ اور الحمدللہ 33 مرتبہ اور سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ عمل بہتر ہے اس سے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔

عن زيد بن اسلم، عن ابيه، قال: قال عمر رضي الله عنه "لولا آخر المسلمين ما فتحت قرية إلا قسمتها بين اهلها كما قسم النبي صلى الله عليه وسلم خيبر") رواه البخاری۔رقم۔۳۱۲۵

عبدالرحمٰن بن مہدی نے خبر دی ' انہیں امام مالک نے ' انہیں زید بن اسلم نے ' انہیں ان کے والد نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اگر مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اسے فاتحوں میں اسی طرح تقسیم کر دیا کرتا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تقسیم کی تھی۔“

عن معتمر، عن ابيه، قال:
سمعت انس بن مالك رضي الله
عنه، يقول كان الرجل يجعل للنبي
صلى الله عليه وسلم " النخلات
حتى افتتح قريظة والنضير، فكان
بعد ذلك يرد عليهم" (رواه البخاری۔
رقم۔۳۱۲۸

معتمر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان نے ، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ، انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ (انصار) کچھ کھجور کے درخت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ دے دیا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قبائل پر فتح دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اس طرح کے ہدایا واپس فرما دیا کرتے تھے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: إنما تغيب عثمان عن بدر فإنه كانت تحته بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت مريضة، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم:" إن لك اجر رجل ممن شهد بدرا وسهمه"(رواه البخاری-رقم- ۳۱۳۰

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا بدر میں شریک ہونے والے کسی شخص کو ' اور اتنا ہی حصہ بھی ملے گا۔

عن جبير بن مطعم، قال: مشيت انا وعثمان بن عفان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلنا: يا رسول الله، اعطيت بني المطلب وتركتنا ونحن وهم منك بمنزلة واحدة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إنما بنو المطلب وبنو هاشم شيء واحد، قال الليث: حدثني يونس وزاد، قال جبير: ولم يقسم النبي صلى الله عليه وسلم لبني عبد شمس ولا لبني نوفل، وقال ابن إسحاق: عبد شمس وهاشم والمطلب إخوة لام وامهم عاتكة بنت مرة وكان نوفل اخاهم لابيهم"(رواه البخاری-رقم-۳۱۴۰

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے بنو مطلب کو تو عنایت فرمایا لیکن ہم کو چھوڑ دیا، حالانکہ ہم کو آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنو مطلب کو آپ سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی ہے۔ لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا اور (اس روایت میں) یہ زیادتی کی کہ جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدشمس اور بنو نوفل کو نہیں دیا تھا۔ اور ابن اسحاق (صاحب مغازی) نے کہا ہے کہ عبدشمس، ہاشم اور مطلب ایک ماں سے تھے اور ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ تھا اور نوفل باپ کی طرف سے ان کے بھائی تھے (ان کی ماں دوسری تھیں)۔

عن ابى هريرة ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكر احاديث منها، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "غزا نبي من الانبياء، فقال لقومه: لا يتبعني رجل قد ملك بضع امراة وهو يريد ان يبني بها، ولما يبن ولا آخر قد بنى بنيانا، ولما يرفع سقفها ولا آخر قد اشترى غنما او خلفات وهو منتظر ولادها، قال: فغزا فادنى للقرية حين صلاة العصر او قريبا من ذلك، فقال للشمس: انت مامورة وانا مامور اللهم احبسها علي شيئا فحبست عليه حتى فتح الله عليه، قال: فجمعوا ما غنموا، فاقبلت النار لتاكله، فابت ان تطعمه، فقال: فيكم غلول، فليبايعني من كل قبيلة رجل، فبايعوه، فلصقت يد رجل بيده، فقال: فيكم الغلول، فلتبايعني قبيلتك، فبايعته، قال: فلصقت بيد رجلين او ثلاثة، فقال: فيكم الغلول انتم غللتم، قال: فاخرجوا له مثل راس بقرة من ذهب، قال: فوضعوه في المال وهو بالصعيد، فاقبلت النار فاكلته، فلم تحل الغنائم لاحد من قبلنا ذلك بان الله تبارك وتعالى راى ضعفنا وعجزنا فطيبها لنا "(رواه مسلم-رقم-٤٥٥٥-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء میں سے کسی نبی نے جہاد کیا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ وہ آدمی نہ آئے جس نے کسی عورت سے شادی کی ہے، وہ اس کے ساتھ شب زفاف گزارنا چاہتا ہے اور ابھی تک نہیں گزاری، نہ وہ جس نے گھر تعمیر کیا ہے اور ابھی تک اس کی چھتیں بلند نہیں کیں اور نہ وہ جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کے بچہ دینے کا منتظر ہے۔ کہا: وہ جہاد کے لیے نکلے، نماز عصر کے وقت یا اس کے قریب، وہ بستی کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا: تو بھی (اللہ کے حکم کا) پابند ہے اور میں بھی پابند ہوں، اے اللہ! اسے کچھ وقت کے لیے مجھ پر روک دے۔ تو اسے روک دیا گیا، حتی کہ اللہ نے انہیں فتح دی۔ کہا: انہیں غنیمت میں جو ملا، انہوں نے اس کو اکٹھا کر لیا، آگ اسے کھانے کے لیے آئی تو اسے کھانے سے باز رہی۔ اس پر انہوں نے کہا: تمہارے درمیان خیانت (کا ارتکاب ہوا) ہے، ہر قبیلے کا ایک آدمی میری بیعت کرے۔ انہوں نے ان کی بیعت کی تو ایک آدمی کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ انہوں نے کہا: خیانت تم لوگوں میں ہوئی ہے، لہذا تمہارا قبیلہ میری بیعت کرے۔ اس قبیلے نے ان کی بیعت کی تو (آپ کا ہاتھ) دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ اس پر انہوں نے کہا: خیانت تم میں ہے، تم نے خیانت کی ہے۔ کہا: تو وہ گائے کے سر کے بقدر سونا نکال کر ان کے پاس لے آئے۔ کہا: انہوں نے اسے مالِ غنیمت میں رکھا، وہ بلند جگہ پر رکھا ہوا تھا، تو آگ آئی اور اسے کھا گئی۔ اموالِ غنیمت ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھے، یہ (ہمارے لیے حلال) اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا تو اس نے ان کو ہمارے لیے حلال کر دیا

عن ابي قتادة، قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في عام حنين، فلما التقينا كانت للمسلمين جولة قال: فرايت رجلا من المشركين قد علا رجلا من المسلمين قال: فاستدرت له حتى اتيته من ورائه، فضربته بالسيف على حبل عاتقه، فاقبل علي فضمني ضمة وجدت منها ريح الموت ثم ادركه الموت فارسلني فلحقت عمر بن الخطاب فقلت له: ما بال الناس، قال: امر الله، ثم إن الناس رجعوا وجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال:" من قتل قتيلا له عليه بينة فله سلبه، قال: فقمت ثم قلت: من يشهد لي؟ ثم جلست، ثم قال ذلك الثانية: من قتل قتيلا له عليه بينة فله سلبه، قال: فقمت ثم قلت: من يشهد لي؟ ثم جلست، ثم قال ذلك الثالثة: فقمت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما لك يا ابا قتادة؟ قال: فاقتصصت عليه القصة فقال رجل من القوم: صدق يا رسول الله وسلب ذلك القتيل عندي فارضه منه، فقال ابو بكر الصديق: لاها الله إذاً يعمد إلى اسد من اسد الله يقاتل عن الله، وعن رسوله فيعطيك سلبه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صدق فاعطه إياه"، فقال ابو قتادة: فاعطانيه فبعت الدرع فابتعت به مخرفا في بني سلمة فإنه لاول مال تاثلته في الإسلام.(رواه ابوداؤد -رقم-٢٧١٧

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے سال نکلے، جب کافروں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی، میں نے مشرکین میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے، تو میں پلٹ پڑا یہاں تک کہ اس کے پیچھے سے اس کے پاس آیا اور میں نے تلوار سے اس کی گردن پر مارا تو وہ میرے اوپر آ پڑا، اور مجھے ایسا دبوچا کہ میں نے اس سے موت کی مہک محسوس کی، پھر اسے موت آ گئی اور اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: وہی ہوا جو اللہ کا حکم تھا، پھر لوگ لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: ”جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا“۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (جب میں نے یہ سنا) تو میں اٹھ کھڑا ہوا، پھر میں نے سوچا میرے لیے کون گواہی دے گا یہی سوچ کر بیٹھ گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار فرمایا: ”جو شخص کسی کافر کو قتل کر دے اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا“۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (جب میں نے یہ سنا) تو اٹھ کھڑا ہوا، پھر میں نے سوچا میرے لیے کون گواہی دے گا یہی سوچ کر بیٹھ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ یہی بات کہی پھر میں اٹھ کھڑا ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوقتادہ کیا بات ہے؟“ میں نے آپ سے سارا معاملہ بیان کیا، تو قوم کے ایک آدمی نے کہا: اللہ کے رسول! یہ سچ کہہ رہے ہیں اور اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ ان کو اس بات پر راضی کر لیجئے (کہ وہ مال مجھے دے دیں) اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسا نہ کریں گے کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور سامان تمہیں مل جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ سچ کہہ رہے ہیں، تم اسے ابوقتادہ کو دے دو“۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس نے مجھے دے دیا، تو میں نے زرہ بیچ دی اور اس سے میں نے ایک باغ قبیلہ بنو سلمہ میں خریدا، اور یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

عن يزيد بن هرمز، قال: كتب نجدة إلى ابن عباس يساله عن كذا وكذا وذكر اشياء، وعن المملوك اله في الفيء شيء، وعن النساء هل كن يخرجن مع النبي صلى الله عليه وسلم، وهل لهن نصيب؟ فقال ابن عباس: لولا ان ياتي احموقة ما كتبت إليه، اما المملوك فكان يحذى، واما النساء فقد كن يداوين الجرحى ويسقين الماء.رواه ابوداؤد ـرقم-٢٧٢٧

یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ نجدہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا وہ ان سے فلاں فلاں چیزوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور بہت سی چیزوں کا ذکر کیا اور غلام کے بارے میں کہ (اگر جہاد میں جائے) تو کیا غنیمت میں اس کو حصہ ملے گا؟ اور کیا عورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں؟ کیا انہیں حصہ ملتا تھا؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ احمقانہ حرکت کرے گا تو میں اس کو جواب نہ لکھتا (پھر انہوں نے اسے لکھا:) رہے غلام تو انہیں بطور انعام کچھ دے دیا جاتا تھا، (اور ان کا حصہ نہیں لگتا تھا) اور رہیں عورتیں تو وہ زخمیوں کا علاج کرتیں اور پانی پلاتی تھیں۔

، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" يوم بدر من فعل كذا وكذا فله من النفل كذا وكذا، قال: فتقدم الفتيان ولزم المشيخة الرايات فلم يبرحوها، فلما فتح الله عليهم قال المشيخة: كنا ردءا لكم لو انهزمتم لفئتم إلينا، فلا تذهبوا بالمغنم ونبقى، فابى الفتيان وقالوا: جعله رسول الله صلى الله عليه وسلم لنا فانزل الله يسالونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول إلى قوله كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وإن فريقا من المؤمنين لكارهون سورة الانفال آية 1 - 5 يقول فكان ذلك خيرا لهم فكذلك ايضا فاطيعوني فإني اعلم بعاقبة هذا منكم.(رواه ابوداؤد -رقم-٢٧٣٧

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ”جس نے ایسا ایسا کیا اس کو بطور انعام اتنا اتنا ملے گا“، جوان لوگ آگے بڑھے اور بوڑھے جھنڈوں سے چمٹے رہے اس سے ہٹے نہیں، جب اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی تو بوڑھوں نے کہا: ہم تمہارے مددگار اور پشت پناہ تھے اگر تم کو شکست ہوتی تو تم ہماری ہی طرف پلٹتے، تو یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ غنیمت کا مال تم ہی اڑا لو، اور ہم یوں ہی رہ جائیں، جوانوں نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم کو دیا ہے، تب اللہ نے یہ آیت کریمہ «يسألونك عن الأنفال قل الأنفال لله» ”یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئیے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو، بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی“ (سورۃ الانفال: ۱-۵) سے «كما أخرجك ربك من بيتك بالحق وإن فريقا من المؤمنين لكارهون» تک نازل فرمائی، پھر ان کے لیے یہی بہتر ہوا، اسی طرح تم سب میری اطاعت کرو، کیونکہ میں اس کے انجام کار کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

عن ابي الجويرية الجرمي، قال: اصبت بارض الروم جرة حمراء فيها دنانير، في إمرة معاوية وعلينا رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم من بني سليم يقال له معن بن يزيد، فاتيته بها فقسمها بين المسلمين واعطاني منها مثل ما اعطى رجلا منهم، ثم قال: لولا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لا نفل إلا بعد الخمس لاعطيتك"، ثم اخذ يعرض علي من نصيبه فابيت. (رواه ابوداؤد -رقم-٢٧٥٣

ابو جویریہ جرمی کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں روم کی سر زمین میں مجھے ایک سرخ رنگ کا گھڑا ملا جس میں دینار تھے ، اس وقت قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، ہمارے اوپر حاکم تھے، ان کو معن بن یزید کہا جاتا تھا، میں اسے ان کے پاس لایا، انہوں نے ان دیناروں کو مسلمانوں میں بانٹ دیا اور مجھ کو اس میں سے اتنا ہی دیا جتنا ہر شخص کو دیا، پھر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا نہ ہوتا کہ نفل خمس کے نکالنے کے بعد ہی ہے تو میں تمہیں اوروں سے زیادہ دیتا، پھر وہ اپنے حصہ سے مجھے دینے لگے تو میں نے لینے سے انکار کیا۔

عن عمير مولى آبي اللحم، قال: " شهدت خيبر مع سادتي، فكلموا في رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكلموه اني مملوك، قال: فامر بي، فقلدت السيف، فإذا انا اجره، فامر لي بشيء من خرثي المتاع، وعرضت عليه رقية كنت ارقي بها المجانين، فامرني بطرح بعضها وحبس بعضها "، وفي الباب، عن ابن عباس، وهذا حديث حسن صحيح،) رواه الترمذی -رق-١٥٥٧

عمیر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں اپنے مالکان کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے سلسلے میں گفتگو کی اور آپ کو بتایا کہ میں غلام ہوں، چنانچہ آپ نے حکم دیا اور میرے جسم پر تلوار لٹکا دی گئی، میں (کوتاہ قامت ہونے اور تلوار کے بڑی ہونے کے سبب) اسے گھسیٹتا تھا، آپ نے میرے لیے مال غنیمت سے کچھ سامان دینے کا حکم دیا، میں نے آپ کے سامنے وہ دم، جھاڑ پھونک پیش کیا جس سے میں دیوانوں کو جھاڑ پھونک کرتا تھا، آپ نے مجھے اس کا کچھ حصہ چھوڑ دینے اور کچھ یاد رکھنے کا حکم دیا

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے،

، عن سالم بن ابي الجعد، عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من مات وهو بريء من ثلاث: الكبر، والغلول، والدين، دخل الجنة "، وفي الباب، عن ابي هريرة، وزيد بن خالد الجهني.(رواه الترمذی -توم- ١٥٧٢

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مر گیا اور تین چیزوں یعنی تکبر (گھمنڈ)، مال غنیمت میں خیانت اور قرض سے بری رہا، وہ جنت میں داخل ہو گا“۔

امام ترمذی کہتے ہیں:
اس باب میں ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

عن مالك بن اوس بن الحدثان، قال: سمعت عمر بن الخطاب، يقول: كانت اموال بني النضير مما افاء الله على رسوله مما لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب، وكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خالصا، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يعزل نفقة اهله سنة، ثم يجعل ما بقي في الكراع والسلاح عدة في سبيل الله "، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن صحيح، (رواه الترمذی - رقم-١٧١٩

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسود کے قبیلہ بنی نضیر کے اموال ان میں سے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور «فے» ا عطا کیا تھا، اس کے لیے مسلمانوں نے نہ تو گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ، یہ پورے کا پورا مال خالص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے لیے اس میں سے ایک سال کا خرچ الگ کر لیتے، پھر جو باقی بچتا اسے جہاد کی تیاری کے لیے گھوڑوں اور ہتھیاروں میں خرچ کرتے۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے،

جیسی کرنی ویسی بھرنی

عن ابي قلابة، عن انس بن مالك رضي الله عنه، ان رهطا من عكل ثمانية قدموا على النبي صلى الله عليه وسلم، فاجتووا المدينة، فقالوا: يا رسول الله ابغنا رسلا، قال:" ما اجد لكم إلا ان تلحقوا بالذود فانطلقوا، فشربوا من ابوالها، والبانها حتى صحوا وسمنوا، وقتلوا الراعي، واستاقوا الذود، وكفروا بعد إسلامهم، فاتى الصريخ النبي صلى الله عليه وسلم فبعث الطلب فما ترجل النهار حتى اتي بهم فقطع ايديهم وارجلهم، ثم امر بمسامير فاحميت، فكحلهم بها، وطرحهم بالحرة يستسقون فما يسقون حتى ماتوا"، قال ابو قلابة: قتلوا وسرقوا وحاربوا الله ورسوله صلى الله عليه وسلم، وسعوا في الارض فسادا.(رواه البخاری ۔رقم۔۳۰۱۸

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمیوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے کو) حاضر ہوئی لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی ' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے (اونٹ کے) دودھ کا انتظام کر دیجئیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دودھ نہیں دے سکتا ' تم (صدقہ کے) اونٹوں میں چلے جاؤ۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیو ' تاکہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے۔ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پی کر تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا' اور اونٹوں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا' ایک شخص نے اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لیے سوار دوڑائے ' دوپہر سے پہلے ہی وہ پکڑ کر لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے پھیر دی گئی اور انہیں حرہ (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ (ایسا ہی انہوں نے اونٹوں کے چرانے والوں کے ساتھ کیا تھا' جس کا بدلہ انہیں دیا گیا) ابوقلابہ نے کہا کہ انہوں نے قتل کیا تھا' چوری کی تھی' اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تھی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔

قیدیوں کی رہائی مسلمانوں پر لازم ہے

عن ابي موسى رضي الله عنه، قال:
قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم:" فكوا العاني يعني الاسير
واطعموا الجائع، وعودوا المريض".
(رواه البخارى -رقم-٣٠٤٦

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ‘ انہوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ” «عانی» یعنی قیدی کو چھڑایا کرو ‘ بھوکے کو
کھلایا کرو ‘ بیمار کی عیادت کرو۔“

حدثني ابي ، قال: "غزونا فزارة، وعلينا ابو بكر امره رسول الله صلى الله عليه وسلم علينا، فلما كان بيننا وبين الماء ساعة، امرنا ابو بكر فعرسنا ثم شن الغارة، فورد الماء فقتل من قتل عليه وسبى، وانظر إلى عنق من الناس فيهم الذراري فخشيت ان يسبقوني إلى الجبل، فرميت بسهم بينهم وبين الجبل، فلما راوا السهم وقفوا، فجئت بهم اسوقهم وفيهم امراة من بني فزارة عليها قشع من ادم، قال: القشع النطع معها ابنة لها من احسن العرب، فسقتهم حتى اتيت بهم ابا بكر، فنفلني ابو بكر ابنتها، فقدمنا المدينة وما كشفت لها ثوبا، فلقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم في السوق، فقال: يا سلمة هب لي المراة، فقلت: يا رسول الله، والله لقد اعجبتني وما كشفت لها ثوبا، ثم لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغد في السوق، فقال لي: يا سلمة هب لي المراة لله ابوك، فقلت: هي لك يا رسول الله، فوالله ما كشفت لها ثوبا، فبعث بها رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اهل مكة، ففدى بها ناسا من المسلمين كانوا اسروا بمكة "(٤٥٧٣).

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے بنوفزارہ سے جنگ لڑی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سربراہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارا امیر بنایا تھا، جب ہمارے اور چشمے کے درمیان ایک گھڑی کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا اور رات کے آخری حصے میں ہم اتر پڑے، پھر انہوں نے دھاوا بول دیا اور پانی پر پہنچ گئے، میں نے ان لوگوں کی ایک قطار سی دیکھی، اس میں عورتیں اور بچے تھے، مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے، چنانچہ میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا، جب انہوں نے تیر دیکھا تو ٹھہر گئے (انہیں یقین ہو گیا کہ وہ تیر کا نشانہ بنیں گے)، میں انہیں ہانکتا ہوا لے آیا، ان میں بنوفزارہ کی ایک عورت تھی، اس (کے جسم) پر رنگے ہوئے چمڑے کی چادر تھی۔۔۔ قشع، چمڑے کی بنی ہوئی چادر ہوتی ہے۔۔۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکیوں میں سے تھی۔ میں نے انہیں آگے لگایا حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا، انہوں نے اس کی بیٹی مجھے انعام میں دے دی۔ ہم مدینہ آئے اور میں نے (ابھی تک) اس کا کپڑا نہیں کھولا تھا کہ بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا: "سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو۔" میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے اور (ابھی تک) میں نے اس کا کپڑا بھی نہیں کھولا، پھر اگلے دن بازار (ہی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: "سلمہ! وہ عورت مجھے ہبہ کر دو، اللہ تمہارے باپ کو برکت دے!" میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! وہ آپ کے لیے ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس کا کپڑا بھی نہیں کھولا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکہ بھیج دیا اور اس کے بدلے مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو چھڑا لیا جو مکہ میں قید کیے گئے تھے۔

مجبور قیدی

عن قيس بن ابي حازم، عن خباب، قال: اتينا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو متوسد بردة في ظل الكعبة فشكونا إليه فقلنا: الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا فجلس محمرا وجهه، فقال:" قد كان من قبلكم يؤخذ الرجل فيحفر له في الارض، ثم يؤتى بالمنشار فيجعل على راسه فيجعل فرقتين ما يصرفه ذلك عن دينه، ويمشط بامشاط الحديد ما دون عظمه من لحم وعصب ما يصرفه ذلك عن دينه والله ليتمن الله هذا الامر حتى يسير الراكب ما بين صنعاء وحضرموت ما يخاف إلا الله تعالى، والذئب على غنمه ولكنكم تعجلون"(رواه ابوداود۔رقم۔۲٦٤٩

خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے، ہم نے آپ سے (کافروں کے غلبہ کی) شکایت کی اور کہا: کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے؟ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور فرمایا: ”تم سے پہلے آدمی کا یہ حال ہوتا کہ وہ ایمان کی وجہ سے پکڑا جاتا تھا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا، اس کے سر کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا مگر یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، لوہے کی کنگھیوں سے اس کے ہڈی کے گوشت اور پٹھوں کو نوچا جاتا تھا لیکن یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور سوائے اللہ کے یا اپنی بکریوں کے سلسلہ میں بھیڑیے کے کسی اور سے نہیں ڈرے گا لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو“۔

عن ابي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:" بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة عينا، وامر عليهم عاصم بن ثابت فنفروا لهم هذيل بقريب من مائة رجل رام فلما احس بهم عاصم لجئوا إلى قردد فقالوا لهم: انزلوا فاعطوا بايديكم ولكم العهد والميثاق ان لا نقتل منكم احدا، فقال عاصم: اما انا فلا انزل في ذمة كافر، فرموهم بالنبل فقتلوا عاصما في سبعة نفر، ونزل إليهم ثلاثة نفر على العهد والميثاق منهم خبيب وزيد بن الدثنة ورجل آخر، فلما استمكنوا منهم اطلقوا اوتار قسيهم فربطوهم بها، فقال الرجل الثالث: هذا اول الغدر والله لا اصحبكم إن لي بهؤلاء لاسوة فجروه، فابى ان يصحبهم فقتلوه فلبث خبيب اسيرا حتى اجمعوا قتله فاستعار موسى يستحد بها فلما خرجوا به ليقتلوه، قال لهم خبيب: دعوني اركع ركعتين ثم قال: والله لولا ان تحسبوا ما بي جزعا لزدت"(رواه ابوداؤد۔رقم۔۲٦٦۰

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے بھیجا، اور ان کا امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بنایا، ان سے لڑنے کے لیے ہذیل کے تقریباً سو تیر انداز نکلے، جب عاصم رضی اللہ عنہ نے ان کے آنے کو محسوس کیا تو ان لوگوں نے ایک ٹیلے کی آڑ میں پناہ لی، کافروں نے ان سے کہا: اترو اور اپنے آپ کو سونپ دو، ہم تم سے عہد کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے، عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: رہی میری بات تو میں کافر کی امان میں اترنا پسند نہیں کرتا، اس پر کافروں نے انہیں تیروں سے مارا اور ان کے سات ساتھیوں کو قتل کر دیا جن میں عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے اور تین آدمی کافروں کے عہد اور اقرار پر اعتبار کر کے اتر آئے، ان میں ایک خبیب، دوسرے زید بن دثنہ، اور تیسرے ایک اور آدمی تھے رضی اللہ عنہم، جب یہ لوگ کفار کی گرفت میں آ گئے تو کفار نے اپنی کمانوں کے تانت کھول کر ان کو باندھا، تیسرے شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یہ پہلی بدعہدی ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لیے میرے ان ساتھیوں کی زندگی نمونہ ہے، کافروں نے ان کو کھینچا، انہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کیا، تو انہیں قتل کر دیا، اور خبیب رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ میں قیدی ہی رہے، یہاں تک کہ انہوں نے خبیب کے بھی قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، تو آپ نے زیر ناف کے بال مونڈنے کے لیے استرا مانگا ا، پھر جب وہ انہیں قتل کرنے کے لیے لے کر چلے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے چھوڑو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، پھر کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ مجھے مارے جانے کے خوف سے گھبراہٹ ہے، تو میں اور دیر تک پڑھتا۔

قیدکی فضیلت

عن ابی هريرة، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:" عجب ربنا عز وجل من قوم يقادون إلى الجنة في السلاسل".(رواه ابوداؤد .رقم.٢٦٧٧

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”ہمارا رب ایسے لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو بیڑیوں میں جکڑ کر جنت میں لے جائے جاتے ہیں .

قیدی پر احسان

عن انس، ان ثمانين رجلا من اهل مكة هبطوا على النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه من جبال التنعيم عند صلاة الفجر ليقتلوهم فاخذهم رسول الله صلى الله عليه وسلم سلما فاعتقهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فانزل الله عز وجل وهو الذي كف ايديهم عنكم وايديكم عنهم ببطن مكة سورة الفتح آية 24 إلى آخر الآية. (رواه ابوداؤد ـرقم.. ٢٦٨٨

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ والوں میں سے اسی آدمی جبل تنعیم سے نماز فجر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو قتل کرنے کے لیے اترے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کسی مزاحمت کے بغیر گرفتار کر لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: «وهو الذي كف أيديهم عنكم وأيديكم عنهم ببطن مكة» إلى آخر الآية (سورة الفتح: ٢٤) ”اللہ ہی نے ان کا ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ ان سے وادی مکہ میں روک دیا“۔

قیدی معاوضہ پر چھوڑنا

عن ابن عباس، قال: حدثني عمر بن الخطاب، قال: لما كان يوم بدر فاخذ يعني النبي صلى الله عليه وسلم الفداء انزل الله عز وجل ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض إلى قوله لمسكم فيما اخذتم سورة الانفال آية 67 - 68 من الفداء، ثم احل لهم الله الغنائم، (رواه ابوداؤد رقم-٢٦٩٠

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب غزوہ بدر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے فدیہ لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: «ما كان لنبي أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض» سے «لمسكم فيما أخذتم» تک ”نبی کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے قیدی باقی اور زندہ رہیں جب تک کہ زمین میں ان (کافروں کا) اچھی طرح خون نہ بہا لیں، تم دنیا کے مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے، اللہ بڑا غالب اور بڑی حکمت والا ہے، اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے سبب سے تمہیں بڑی سزا پہنچتی“ (سورۃ الأنفال: ٦٧-٦٨) پھر اللہ نے ان کے لیے غنائم کو حلال کر دیا۔

بعض قیدیوں کا قتل

عن مصعب بن سعد، عن سعد، قال: لما كان يوم فتح مكة امن رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس إلا اربعة نفر وامراتين وسماهم، وابن ابي سرح فذكر الحديث قال: واما ابن ابي سرح فإنه اختبا عند عثمان بن عفان فلما دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس إلى البيعة جاء به حتى اوقفه على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا نبي الله بايع عبد الله فرفع راسه فنظر إليه ثلاثا كل ذلك يابى فبايعه بعد ثلاث ثم اقبل على اصحابه فقال: اما كان فيكم رجل رشيد يقوم إلى هذا حيث رآني كففت يدي عن بيعته فيقتله؟ فقالوا: ما ندري يا رسول الله ما في نفسك الا اومات إلينا بعينك قال: إنه لا ينبغي لنبي ان تكون له خائنة الاعين"، قال ابو داود: كان عبد الله اخا عثمان من الرضاعة، وكان الوليد بن عقبة اخا عثمان لامه وضربه عثمان الحد إذ شرب الخمر(رواه ابوداؤد-رقم-٢٦٨٣

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو امان دے دی، انہوں نے ان کا اور ابن ابی السرح کا نام لیا، رہا ابن ابی سرح تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو عثمان نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا، اور کہا: اللہ کے نبی! عبداللہ سے بیعت لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی جانب دیکھا، تین بار ایسا ہی کیا، ہر بار آپ انکار کرتے رہے، تین بار کے بعد پھر اس سے بیعت لے لی، پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "کیا تم میں کوئی بھی عقلمند آدمی نہیں تھا کہ جس وقت میں نے اپنا ہاتھ اس کی بیعت سے روک رکھا تھا، اٹھتا اور اسے قتل کر دیتا؟" لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمیں آپ کے دل کا حال نہیں معلوم تھا، آپ نے ہمیں آنکھ سے اشارہ کیوں نہیں کر دیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کنکھیوں سے اشارے کرے"۔

ابوداؤد کہتے ہیں: عبداللہ عثمان کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ عثمان کا اخیافی بھائی تھا، اس نے شراب پی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر حد لگائی۔

قیدیوں میں تفریق کا حکم

عن ابي ايوب، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من فرق بين والدة وولدها، فرق الله بينه وبين احبته يوم القيامة "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن علي، وهذا حديث حسن غريب، والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم، كرهوا التفريق بين السبي، بين الوالدة وولدها، وبين الولد والوالد، وبين الإخوة، قال ابو عيسى: قد سمعت البخاري، يقول: سمع ابو عبد الرحمن الحبلي، عن ابي ايوب الانصاري (رواه الترمذی-رقم-١٥٦٦

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”جس نے ماں اور اس کے بچہ کے درمیان جدائی پیدا کی، اللہ قیامت کے دن اسے اس کے دوستوں سے جدا کر دے گا“۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، اس باب میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اہل علم صحابہ اور دوسرے لوگوں کا اسی پر عمل ہے، وہ لوگ قیدیوں میں ماں اور بچے کے درمیان، باپ اور بچے کے درمیان اور بھائیوں کے درمیان جدائی کو ناپسند سمجھتے ہیں۔

لونڈیوں کا حکم

ام حبيبة بنت عرباض بن سارية، ان اباها اخبرها، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم: " نهى ان توطا السبايا حتى يضعن ما في بطونهن "، قال ابو عيسى: وفي الباب، عن رويفع بن ثابت، وحديث عرباض حديث غريب، والعمل على هذا عند اهل العلم، وقال الاوزاعي: إذا اشترى الرجل الجارية من السبي وهي حامل، فقد روي عن عمر بن الخطاب، انه قال: لا توطا حامل حتى تضع، قال الاوزاعي: واما الحرائر، فقد مضت السنة فيهن بان امرن بالعدة، الاوزاعي، (رواه الترمذی-رقم-١٥٦٤

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاملہ) قیدی عورتوں سے جماع کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ اپنے پیٹ میں موجود بچوں کو جن نہ دیں

امام ترمذی کہتے ہیں: عرباض رضی اللہ عنہ کی حدیث غریب ہے، اس باب میں رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، اہل علم کا اسی پر عمل ہے، اوزاعی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص قیدی عورتوں میں سے لونڈی خریدے اور وہ حاملہ ہو تو اس سلسلے میں عمر بن خطاب سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حاملہ جب تک بچہ نہ جنے اس سے وطی نہیں کی جائے گی، اوزاعی کہتے ہیں: آزاد عورتوں کے سلسلے میں تو یہ سنت چلی آ رہی ہے کہ ان کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فدیہ لینا

عن علي، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن جبرائيل هبط عليه، فقال له: خيرهم، يعني: اصحابك، في اسارى بدر، القتل او الفداء، على ان يقتل منهم قابلا مثلهم، قالوا: الفداء، ويقتل منا "، (رواه الترمذی۔رقم۔ ١٥٦٧

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جبرائیل نے میرے پاس آ کر کہا: اپنے ساتھیوں کو بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں اختیار دیں، وہ چاہیں تو انہیں قتل کریں، چاہیں تو فدیہ لیں، فدیہ کی صورت میں ان میں سے آئندہ سال اتنے ہی آدمی قتل کئے جائیں گے، ان لوگوں نے کہا: فدیہ لیں گے اور ہم میں سے قتل کئے جائیں ۔

قیدی سے بات نکالنا

عن انس، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ندب اصحابه فانطلقوا إلى بدر فإذا هم بروايا قريش فيها عبد اسود لبني الحجاج، فاخذه اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعلوا يسالونه اين ابو سفيان؟ فيقول: والله مالي بشيء من امره علم ولكن هذه قريش قد جاءت فيهم ابو جهل، وعتبة، وشيبة ابنا ربيعة، وامية بن خلف فإذا قال لهم ذلك ضربوه فيقول: دعوني، دعوني اخبركم فإذا تركوه قال: والله مالي بابي سفيان من علم، ولكن هذه قريش قد اقبلت فيهم ابو جهل، وعتبة، وشيبة ابنا ربيعة،وامية بن خلف، قد اقبلوا والنبي صلى الله عليه وسلم يصلي وهو يسمع ذلك فلما انصرف قال: والذي نفسي بيده إنكم لتضربونه إذا صدقكم وتدعونه إذا كذبكم، هذه قريش قد اقبلت لتمنع ابا سفيان قال انس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" هذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض فقال: والذي نفسي بيده ما جاوز احد منهم عن موضع يد رسول الله صلى الله عليه وسلم"، فامر بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ بارجلهم فسحبوا فالقوا في قليب بدر.(رواه ابوداؤد ـرقم۔۲٦٨١

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بلایا، وہ سب بدر کی طرف چلے، اچانک قریش کے پانی والے اونٹ ملے ان میں بنی حجاج کا ایک کالا کلوٹا غلام تھا، صحابہ کرام نے اسے پکڑ لیا اور اس سے پوچھنے لگے کہ بتاؤ ابوسفیان کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! مجھے ابوسفیان کے سلسلہ میں کوئی علم نہیں، البتہ قریش کے لوگ آئے ہیں ان میں ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف بھی آئے ہوئے ہیں، جب اس نے یہ کہا تو صحابہ کرام اسے مارنے لگے، وہ بولا: مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں بتاتا ہوں، جب اس کو چھوڑا تو پھر وہ یہی بات کہنے لگا: اللہ کی قسم مجھے ابوسفیان کے سلسلہ میں کوئی علم نہیں البتہ قریش آئے ہیں ان میں ابوجہل، ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ و شیبہ اور امیہ بن خلف بھی آئے ہوئے ہیں، (اس وقت) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور اسے سن رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب وہ تم سے سچ کہتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو، (ابوسفیان تو شام کے قافلہ کے ساتھ مال لیے ہوئے آ رہا ہے) اور یہ قریش کے لوگ ہیں اس کو بچانے کے لیے آئے ہیں“۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کل یہاں فلاں کی لاش گرے گی“، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا، ”کل یہ فلاں کا مقتل ہو گا“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا، ”اور کل یہ فلاں کا مقتل ہو گا“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا ا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ سکا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلسلہ میں حکم دیا تو ان کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے انہیں بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔

حضرت ابوبکر کی بہادری

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اے لوگو مجھے بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین اپ ہے حضرت علی نے فرمایا کہ میں جس دشمن کے مقابلہ کے لیے نکلا ہوں اس سے میں نے اپنا حق پورا لیا ہے یعنی ہمیشہ میں نے اپنے دشمن کو شکست دی ہے اس لیے میں پورا بہادر نہیں ہوں لیکن تم مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے لوگوں نے کہا کہ پھر تو اپ ہی بتا دیجیے کہ کون ہے انہوں نے کہا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہے چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپر بنایا تو ہم نے کہا کہ کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے گا تاکہ کوئی مشرک اپ کی طرف نہ اسکے اللہ کی قسم اس وقت کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کی ہمت نہ کر سکا کیونکہ ان کی دشمن کا خوف بہت زیادہ تھا بس ایک ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ ایسے ہی تھی جو تلوار سونت کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرہانے کھڑے ہو گئے جب کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فورا لپک کر اس کی طرف جاتے ہیں یہی حضرت ابوبکر تے جو تمام لوگوں میں زیادہ بہادر تھے (حیات صحابہ ۔ج۔1. ص580)

حضرت عمر فاروق کی بہادری

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے علم کے مطابق ہر ایک نے ہجرت چپ کر کی ہے صرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ ایسے ہیں جنہوں نے اعلان ہجرت کی ہے چنانچہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اپنی تلوار گلی میں لٹکائے ہیں اور اپنے کمان کندھے پر ڈالی اور کچھ تیر ترکش سے نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لے اور بیت اللہ کے پاس ائے وہاں صحن میں قریش کی کچھ سردار بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کے ساتھ چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھ لی پھر مشرکین کے ایک ایک ٹولی کے پاس ائے اور فرمایا یہ تمام چہرے بد شکل ہو جائیں جو ادمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس سے ہاتھ دو بیٹھے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوا ہو جائے وہ مجھ سے اس وادی کی پرلے جانب اکر ملے پھر وہاں سے چل پڑے ایک بھی اپ کے پیچھے نہ جا سکا(حیات صحابہ ۔ج 1. ص580

حضرت علی کی بہادری

ایک روز غزوہ خندق کے موقع پر جب عکرمہ بن ابی جہل نوفل بن عبداللہ۔ ضرار بن خطاب ۔ھبیرہ ابن وہب اور عمر بن عبدود خندق عبور کر کے اندر اگئے۔ اور ابن عبد نے لڑائی کے لیے پکارا وہ عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھا اور تنہا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اگرچہ اس کی عمر 90 برس کی ہوچکی تھی اور اس سے سب خوف کھاتے تھے حضرت علی عمر ابن عبدود کے مقابلے کے لیے نکلا ابن عبدود کا قول تھا اگر کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے گا تو ایک ضرور مانوں گا حضرت علی نے اس قول کی تصدیق اس سے کرائی کہ پہلی درخواست یہ کی کہ اسلام قبول کر لے۔ ابن عبدود نے کہایہ نہیں ھوسکتا۔حضرت علی نے دوسری درخواست یہ کی کہ لڑائی سے واپس چلا جا ۔یہ بھی منظور نہ ھوئی ۔تیسری درخواست اس کے سوا اور نہ تھی تو کہاں کہ لڑائی کیلیئے تیار ہوجا۔

ابن عبدود نے ہنستے ہوئے کہا کہ مجھے امید نہیں تھا کہ اس اسمان کے نیچے کوئی شخص مجھ سے یہ درخواست بھی کرے گا۔
ا بن عبدود گھوڑے سے اتر ایا اور پوچھا تم کون ہو؟ علی رضی اللہ عنہ نے نام بتایا تو وہ بولا کہ میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا حضرت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بولے میں تو لڑنا چاہتا ہوں چنانچہ ابن عبدود نے غصے میں اکر سر پر تلوار کا وار کیا حضرت علی نے وار سر پر روکا مگر ابن ابدود کی ضرب اتنی شدید تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی حضرت علی کی پیشانی پر نشان چھوڑ گئی۔ مولانا شبلی مرحوم پر ماتے ہے کہ قاموس میں ہے کہ حضرت علی کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں جس کی وجہ یہ تھی کہ اپ کی پیشانی پر دوزخموں کے نشان تھے ایک عمروبن عبدود کے ہاتھ کا اورایک ابن ملجم کا۔ (سیرت النبی جلد اول) پھر حضرت علی نے وار کیا تو ان کی تلوار ابن عبدود کا شانہ کاٹتی ہوئی نیچے اتر ائی اور وہ گر گیا ساتھ ہی حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ضرار اور ھبیرا نے حملہ کیا لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ بڑا تو پیچھے ہٹنا پڑا نو فل بھاگتے ہوئی خندق میں گرا صحابہ نے تیر مارنی شروع کی تو اس نے کہا مسلمانوں میں شریفانہ موت چاہتا ہوں حضرت علی نے اس کی درخواست منظور کی اور خندق میں اتر کر تلوار سے مارا کہ شریفوں کی شایان تھا(سیرت نبی جلد اول)

حضرت مصعب بن عمیر کی بہادری

سن دو ہجری میں غزوہ بدر کے موقع پر حضرت مصرب ابن عمیران تین سو تیرہ نفوس قدسی میں سے ایک تھی جنہوں نے اپنے استقامت اور عزیمت اخلاص اور ایثار کے نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کی اور جنہیں صحاب بدر کا عظیم الشان لقب ملا۔ حق و باطل کے اس معرکہ اول میں انہی خصوصی شرف بھی حاصل ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہاجرین کا سب سے بڑا علم عنایت فرمایا سن تین ہجری میں جنگ احد پیش ائی تو اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علمبردار کا شرف حضرت مصعب کو عطا فرمایا جب ایک اتفاق غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی تو اس وقت مسلمانوں کی تین گروہ ہو گئی۔ ایک گروہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لڑنے سے کیا حاصل اور یہ کہہ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔ دوسرے گروہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جینے سے کیا حاصل ہے اور یہ کہہ کر حصول شہادت کی خاطر مردانہ وار لشکر کفار میں گھس گیا۔ تیسرا گروہ وہ ہوتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حصار بنا کر حفاظت کر رہا تھا یہ صرف 14 جان بازو پر مشتمل تھا حضرت مصعب بن عمیر ثابت قدم مجاہدین کے دوسری گروہ میں شامل تھے۔ ان کا سینہ علم دین کا مخزن تھا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنی تو زبان پر بے اختیار یہ ایت جاری ہو گئی۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول تھے اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اور اس کے ساتھ انہوں نے بلند اواز سے نعرہ لگایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سرنگوں نہیں ہونے دوں گا۔ یہ کہہ کر ایک ہاتھ میں شمشیر برہنہ اور دوسرے میں علم لیے کفار پر ٹوٹ پڑے مشرکین کے مشہور شاہ سوار ابن قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا اور ان کا داہنا ہاتھ شہید کر ڈالا حضرت مصعب نے فورا بائے ہاتھ میں علم تھام لیا۔ ابن قمیہ نے دوسرا ہاتھ بھی شہید کر دیا ۔انہوں نے کٹی ہوئی بازو کا حلقہ بنا کر علم کو سینے سے چمٹا لیا گویا تہیہ کر رکھا تھا کہ جب تک سانس میں سانس ہے پرچم اسلام کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے بدبخت ابن قمیہ نے اب جھنجھلا کر ان پر نیزے کا ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کے انی ٹوٹ گئے

حضرت مصعب کے علم و عشق سے مامور مقدس سینے میں رہ گئی اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جاں ملی جو نہی وہ گرے۔ ان کی بھائی ابوالروم بن عمیر نے اگے بڑھ کر علم سنبھال لیا اور لڑائی ختم ہونے تک اس کو تامی ہوئی حق شجاعت ادا کرتے رہے جنگ کے بعد اس علم کو سرنگوں کے بغیر مدینہ لائے جب قریش میدان جنگ سے واپس چلے گئے اور مسلمان اپنی شہداء کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مکہ کے جوان رعنا مصعب چہرہ کے بل گرے ہوئے خاک وخون میں غلطاں ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ کو ان کے شہادت سے سخت صدمہ پہنچا اور اس پیکر علم و عمل کے لاش کے قریب کھڑے ہو گئے اور یہ ایات تلاوت فرمائی ۔ترجمہ ۔مومنین میں سے بعض ایسے ہے کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا اسی سچ کر دکھایا بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکی ہے اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا اس کے بعد اپ صلی اللہ علیہ وسلم ابدیدہ ہو کر فرمایا میں نے مکہ میں تمہارے جیسا حسین اور خوشبولباس اور کوئی نئے دیکھا تھا لیکن اج دیکھتا ہو کہ تمہارے بال گرد الود اور الجھے ہوئے ہیں اور تمہاری جسم پر صرف ایک چادر ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہوں گے پھر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب کی تکفین کا حکم دیا ہے اس شہید رائے حق کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ اسے سر ڈھانپ ا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں مستور کی جاتی تو سر برہنہ ہو جاتا بالاخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر چادر سے ڈانپ دو اور پاؤں کو اذخر گاس سے چھپا کر اس شہید حق کو سفر کے خاک کر دو(اصحاب رسول کی واقعات ۔ص۔50)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی بہادری

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ احد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اس غزوے میں عبداللہ ابن قمیہ کے حملہ سے اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس زخمی ہو گیا اور ذرہ کی دوکڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئی جس سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف تھی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالی عنہ ان کڑیوں کو دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس سے ان کی اپنی دو دانت شہید ہوئے ۔جماد الاخر سن اٹھ ہجری میں غزوہ سلاسل کے معارکے میں جب عمرو بن العاص نے دربار رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم میں کمک بھیجنے کی درخواست کی تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالی عنہ کو علم مرحمت فرما کر دوسو مجاہدین کے ساتھ بھیجا اور اس فوج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ اب قدرتی طور پر امامت اور سپہ سالاری کی بحث پیدا ہو گئی ظاہر ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عمر بن العاص کو اس شرفی گرامی کا استحقاق نہ تھا تا ہم حضرت ابو عبیدہ نے سری تسلیم خم کیا اور جس مقصد کے لیے گئے تھے اسے بحسن و خوبی انجام دینے کے بعد مدینہ واپس گئے۔ رجب سن اٹھ ہجری میں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ کو 300 مجاہدین کا سردار بنا کر قریشی قافلوں کی نقل و حرکت کا پتہ لگائی نیز قبیلہ جھینہ پرحملہ کرنے کے لیے سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا اس لشکر میں حضرت عمر اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اس سال رمضان المبارک میں مکہ فتح ہوا پھر حنین اور طائف کے معرکی وقوع میں ائے جن میں حضرت عبیدہ نہایت جانبازی کے ساتھ پیش پیش رہے(اصحاب رسول کی واقعات ص-54)

حضرت عباس بن عبد المطلب کی بہادری

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ ابن ربیع کو غزوہ طائف کے دن طائف والوں کے پاس بھیجا ۔چنانچہ حضرت حنظلہ نے ان طائف والوں سے بات کی۔ طائف والوں نے انہیں پکڑ کر اپنے قلعے میں جانے لگے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ان آدمیوں سے حضرت حنظلہ کو چھوڑا کر لائے جو چھڑا کر لائے گا اسے ہمارے اس غزوے جیسا پورا اجر ملے گا اس پر صرف حضرت عباس بن عبد المطلب کھڑے ہوئے ۔ اوروہ حضرت حنظلہ کو لے کر قلعہ میں داخل ہونے والی ہی تھے کہ حضرت عباس ان تک پہنچ گئے حضرت عباس بڑے طاقتور ادمی تھے۔انہوں نے ان لوگوں سے چھین کر انہوں نے حضرت حنظلہ کو گود میں اٹھا لیا ان لوگوں نے قلعہ سے حضرت عباس پر پتھروں کی بارش کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے لیے خیرت سے واپس پہنچ جانے کی دعا کرنے لگے اخر حضرت عباس حضرت حنظلہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے(حیات صحابہ ۔ج 1ص۔596)

حضرت زبیر بن العوام کی بہادری

ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہواتوحضرت زبیربن العوام نے ہرمعرکے میں حد درجے کے استقامت اور بھی جگری سے دادشجاعت دی ۔کئی موقعوں پر خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شجاعت اور جذبے فدویت کی برملا تعریف و تحسین فرمائی ۔معرکہ حق و باطل اول جنگ بدر کے میدان میں جب برپا ہوا تو حضرت زبیر کی شمشیر خارشگاف دشمن کے صفوں میں برق بے امان بن کر گری۔ اور انہیں درہم برہم کر کے رکھ دیا جدھر چمک پڑتی تھی دشمن کا دل بادل کائے کی طرح پڑ جاتا ۔اس دن ان کے سر پر زرد عمامہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا اج مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ بھی زرد عمامہ باندھ کر اسمان سے اترے ہیں ۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ سے روایت ہے کہ عین ہنگامی کارزار میں ایک جنگجو مشرک نے ایک بلند ٹیلی پر چڑھ کر للکارا کہ کوئی ہے جو میرے مقابلے پر ائے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو مخاطب ہو کر فرمایا کیا تو اس کے مقابلے کے لیے جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اپ چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ اسی اثنا میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت زبیر پر پڑی جو قریب ہی بیٹھے تھے ۔اور جوش غضب سے کسمسار تھے ۔حضور نے فرمایا اے ابن صفیہ کھڑے ہو جاؤ اور اس مشرک کے مقابلے پر جاؤ۔

حضرت زبیر رضی اللہ تیر کی طرح اس پر جھپٹے اور اور اس سے گتھم گتھا ہو گئے دونوں بڑے شہزور تھے اور ایک دوسرے کو ٹیلی سے گرانے کی کوشش کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں سے جو پہلے گرے گا وہ مارا جائے گا۔ پھر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے حق میں دعا فرمائی چند ہی لمحے بعد دونوں لڑکتے ہوئے نیچے اس طرح گرے کہ مشرک نیچے تھا اور زبیر ان کے اوپر تھا اور پلک جھپکنے کی دیر میں حضرت زبیر نے اپنی تلوار سے مشرک کی گردن اڑا دی۔ غزو احد میں حضرت زبیر ان 14 ثابت قدم صحابہ کرام میں سے تھے جو شروع سے اخر تک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپر بنے رہے۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی ان کی پائے استقلال میں لغزش نہ ائی۔ احد کے دن طلحہ ابی طلحہ مشرکین کا علمبردار تھا اس دن میدان جنگ میں اکر مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی ۔حضرت زبیر وہاں دوڑتے ہوئے ان کی طرف گئے اور جست لگا کر اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے۔ پھر اس کو زمین کی طرف دھیل کر اونٹ سے گرا دیا اور اپنی تلوار سے اس کو ذبح کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کی تعریف فرمائی اور فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ اگر زبیر اس کے مقابلے نہ نکلتا تو میں خود ان کے مقابلے کے لیے نکلتا کی قابل کے لیے جاتا ۔ ایک موقع پر سرور عالم نے اپنے شمشیر مقدس نیام سے کھینچی اور فرمایا کون ہے جو اس کا حق ادا کرے گا حضرت زبیر حضرت اور حضرت ابو دجانہ انصاری نے تین مرتبہ اس کی خدمت کے لیے اپنے اپ کو پیش کیا عطا فرمائے۔بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار حضرت ابو دجانہ کودیدی ۔حضرت زبیر کا جذبہ فدویت تاریخ کی صفحات میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت اور عروہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ جب رسول کو احد میں زخم لگے اور مشرکین واپس چلے گئے تو اپ نے اس خیال سے کہی وہ واپس نہ آ جائے تو فرمایا کہ کون ان کے تعاقب میں جاتا ہے صحابہ کرام میں سے سب 70 ادمی اس کام کے لیے تیار ہوئی ان میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔(اصحاب رسول کی واقعات ۔ص۔82)

حضرت قتادہ بن نعمان کی بہادری

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں ایک کمان ملی۔ اپ نے وہ کمان احد کے دن مجھے دے دی ۔میں اس کمان کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا سرہ ٹوٹ گیا۔ میں برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیر کو لیتا رہا جب بھی کوئی تیر اپ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنا سر گھما کر تیر کے سامنے لے اتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو بچا لیتا کیونکہ میرے کمان ٹوٹ گئی تھی۔ اس لیے میں تیر تو چلا نہیں سکتا تھا ۔پھر اخر مجھے ایک تیر ایسا لگا جس سے میری انکھ کا ڈھیلا ہاتھ میں اگرا میں اسے ہتھیلی پر رکھ کے ہوئی اپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔جب اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکھ کا ڈھیلا میرے ہتھیلی میں دیکھا تو اپ کی انکھوں میں انسو اگئے اور اپ نے یہ دعا دی اے اللہ قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعہ اپنے نبی کے چہرے کو بچایا ہے لہذا تو اس کی انکھ کو زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز بنا دے ۔چنانچہ ان کی وہ آنکھ دوسرے سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہو گئی۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ احد کی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی حفاظت کرتا رہا اور حضرت ابو دجانہ بن خرشہ اپنی پشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کی حفاظت کرتے رہے حتی کہ ان کی پشت تیروں سے بھر گئی اور یہ بھی احد کے دن ہوا تھا(حیات صحابہ ۔ص 601)

حضرت خالد بن ولید کی بہادری

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزو موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھی اور میرے ہاتھ میں صرف ایک تلوار رہ گئی تھی جو یمن کی بنی ہوئی اور چوڑی تھی۔ حضرت اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ھرمز سے زیادہ مسلمان عربوں کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ جب ہم مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کو ختم کرنے سے فارغ ہوئے تو ہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقام کاظمہ پر ہمیں ھرمز ملا جو بہت بڑا لشکر لے ایا ہوا تھا۔ حضرت خالد مقابلہ کے لیے میدان میں نکلے اور اسے اپنے مقابلہ کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ مقابلے کے لیے میدان میں آگیا۔ حضرت خالد نے اسے قتل کر دیا۔ یہ خوشخبری خالد نے حضرت ابوبکر صدیق کو لکھی۔ جواب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ھرمز کا تمام سامان ہتھیار کپڑے گھوڑا وغیرہ حضرت خالد کو دے دیا جائے۔ چنانچہ ھرمز کی ایک تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی کیونکہ اہل فارس جب کسی کو اپنا سردار بناتے اسے ایک لاکھ درہم کا تاج پہنا دیتے۔ حضرت ابو زناد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد کے انتقال کا وقت قریب ایا تو رونے لگا اور فرمایا کہ اتنی اتنی یعنی بہت زیادہ جنگوں میں شریک ہوا ہو اور میرے جسم میں بالشت بر جگہ ایسے نہیں ہوگی جس میں تلوار یا نیزی یا تیر کا زخم نہ ہو اور دیکھو اب میں اپنی بستر ے پر ایسے مر رہا ہو جیسے کہ اونٹ مر ا کرتا ہے یعنی موت شہادت نصیب نہ ہوئی۔ اللہ کرے بزدلوں کی انکھوں میں کبھی نیند نہ ائے(حیات صحابہ ۔ج1ص607)

حضرت عمار بن یاسر کی بہادری

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یمامہ کے دن حضرت عمار بن یاسر کو ایک چٹان پر دیکھا جس پر کھڑے ہو کر وہ زور زور سے مسلمانوں کا اواز دے رہے تھے۔ اے مسلمانو کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو۔ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف اؤ اور میں ان کی کان کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کٹا ہوا تھا اور ہل رہا تھا اور پورے زور سے وہ جنگ کر رہے تھے کان کی تکلیف کا احساس بھی نہیں تھا۔ حضرت ابو عبدالرحمن السلیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور ہم نے حضرت علی کی حفاظت کے لیے دو ادمی مقرر کیے تھے۔ جب ساتھیوں میں غفلت اور سستی اجاتی تو حضرت علی مخالفوں پر حملہ کرتے تھے۔ اور تلوار کو خون میں اچھی طرح رنگ کر ہی واپس اتے اور فرمایا اے مسلمان میری معزوری سمجھو کیونکہ میں اس وقت واپس اتا ہوں جب میرے تلوار کند ہو جائے۔ اور مزید کاٹنا چھوڑ دیتے ہیں ۔ابوعبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار حضرت ہاشم بن عتبہ کو دیکھا جب حضرت علی دونوں صفوں کے درمیان دوڑ رہے تھے

تو عمار نے فرمایا اے ہاشم اللہ کی قسم ان کے ان کے حکم کے خلاف ورزی کی جائے گی اور ان کی لشکر کی مدد چھوڑ دی جائیں گے پھر کہا اے ہاشم جنت ان چمکدار تلواروں کے نیچے ہے اج میں اپنے محبوب دوستو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے شہید ہو کر ملاقات کرو گا اے ہاشم توکاناہے اور کانےادمی میں خیر نہیں ہوا کرتے اور وہ لڑائی کے میدان پر چھا نہیں سکتا۔ حضرت عمار کی ترغیب پر حضرت ہاشم جوش میں آ یااور ان جنڈا ہلایا اور اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں اتر گئے۔ پھر صفین کی وادی میں چلی گئی حضرت ابو عبدالرحمن سلیمی راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا وہ سب عامر کے پیچھے پیچھے چلتے تھے گویا کہ عامر ان کے لیے جھنڈا اتھے۔ دوسری روایت میں حضرت ابو عبدالرحمن سلیمی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار صفین کے جس وادی میں جاتے وہاں جتنے حضور کے صحابی ہوتے وہ سب ان کے پیچھے چل پڑتے تھے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ حضرت ہاشم بن عتبہ کے پاس ائے حضرت ہاشم نے حضرت علی کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا حضرت عمار نے فرمایا اے ہاشم اگے بڑھو جنت تلواروں کی سائے کی نیچے ہے اور موت نیزوں کے کنارے میں ہے جنت کی دروازے کھولی جا چکی ہے اور موٹی انکھوں والی حوریں اراستہ ہو چکی ہے اج میں اپنی محبوب دوستو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جماعت سے ملوں گا۔ اور پھر حضرت عمار اور حضرت ہاشم دونوں نے زوردار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے۔ اللہ تعالی ان دونوں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اور اس دن حضرت علی اور ان کی ساتھیوں نے ایک ادمی کی طرح اکٹھا حملہ کیا اور حضرت عمار اور ہاشم ان تمام لشکر والے کے لیے گو یاجھنڈے کی طرح تھے (حیات صحابہ جلد ایک صفحہ 610)

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کی بہادری

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ خصوصا تیرے اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ واقع حدیبیہ کے بعد عہد نبوت میں جس قدر معرکے پیش ائی وہ ان میں سے اکثر میں جانبازی وپامردگی ساتھ سرگرم کارزار رہے ۔جنگ یمامہ کے خونریز جنگ میں حضرت عبدالرحمن نے اپنے قادر اندازی کا غیر معمولی کمال کا مظاہرہ کیا ۔انہوں نے اس جنگ میں غنیم کے ساتھ بڑی جانباز افسروں کو نشانہ بنا کر واصل جہنم کیا۔ قلعہ یمامہ کی دیوار ایک جگہ پے شق ہو گئی تھی مسلمان اس راستہ سے اندر گھسنا چاہتے تھے لیکن دشمن کا ایک سردار محکم بنت طفیل نہایت جانبازی کے ساتھ اس جگہ اڑا ہوا تھا۔ حضرت عبدالرحمن نے تاک کر اس کی سینہ پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہی تڑپ کر ڈھیر ہو گیا اور مسلمان اس کے ساتھیوں کو روند تے ہوئے اندر گھس گئی(سیر صحابہ ج جلد دوم صفحہ292)

حضرت براء بن مالک کی بہادری

حضرت انس فرماتی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے دن حضرت براء بن مالک سے کہا کہ اے براء کھڑے ہو جاؤ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے پھر اللہ کے حمد و ثنا بیان کی اس کے بعد فرمایا اے مدینہ والو اج تمہارا مدینہ سے کوئی تعلق نہ رہے یعنی مدینہ واپسی کا خیال دل سے نکال دو اور بے جگری سے مر جانے کے ارادہ سے اج جنگ کرو اج تو اللہ وحدہ کی زیارت کرنی ہے اور جنت میں جانا ہے۔ پھر انہوں نے دشمن پر زور سے حملہ کیا اور ان کے ساتھ اسلامی لشکرنے بھی حملہ کیا پھر یمامہ والوں کا شکست ہوئی ۔حضرت براء کو مسیلمہ کے لشکر کا سپہ سالار محکم الیمامہ ملا ۔ براء نے اس پر تلوار کا حملہ کر کے اس کو زمین پر گرا دیا اور اس کی تلوار لے کر اسے چلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ گئی۔ فرماتے ہیں کہ جس دن مسیلمہ سے لڑائی ہوئی اس دن مجھے ایک ادمی ملا جس سے یماما کا گدھا کہا جاتا تھا وہ بہت موٹا تھا اور اس کے ہاتھ میں سفید تلوار تھا میں نےاس کی ٹانگوں پر تلوارکا وار کیا اور ایسے معلوم ہوا کہ غلطی سے لگ گئی اس کی پاؤں اکڑ گئی اور وہ گدھے کی بل گر گیا میں نے اس کے تلوار لے لی اور اپنی تلوار نیان میں رکھ لی اور میں نے اس تلوار سے ایک ہی وار کیا جس سے وہ تلوار ٹوٹ گئی۔

حضرت ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمان آہستہ آہستہ مشرکوں کی طرف بڑھ رہے یہاں تک کہ ان کو ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اوراس باغ میں اللہ کا دشمن مسیلمہ بھی تھا حضرت براء نے کہاکہ مسلمانو مجھے اٹھاکر ان دشمنوں پر پھینک دو چنانچہ ان کو اٹھایا گیا وہ دیوار پر چڑھ گئی تو انہوں نے اپنی اپ کو اندر گرا دیا اور باغیوں سے لڑنے لگے یہاں تک کہ حضرت براء نے مسلمانوں کیلیے دروازہ کھول دیا اور مسلمان اس باغ میں داخل ہو گئی۔ اور اللہ تعالی نے مسیلمہ کو بھی قتل کرا دیا۔ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ جب مسلمان اس باغ تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ اندر سے بند کیا جا چکا ہے اور اندر مشرکوں کالشکر ہے توحضرت براء ایک ڈھال پر بیٹھ گئی اور فرمایا تم لوگ اپنی نیزوں سے اوپر اٹھا کر مجھے ان مشرکوں پر پھینک دو چنانچہ انہوں نے حضرت براءاپنے نیزوں پر اٹھا کر باغ کے

پیچھے کی طرف سے باغ میں پھنک دیا۔ باغ کا درواہ کھل جانے کے بعد مسلمانوں نےدیکھا کہ حضرت براء نے مشرکوں میں سے 10 ادمی قتل کر چکے ہیں۔محمدابن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے خط لکھا کہ حضرت براءابن مالک کو مسلمانوں کے کسی لشکر کا ہرگز امیر نہ بنانا کیونکہ یہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے اپنی جان کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ہیں امیر بن کر یہ مسلمانوں کو بھی ان جگہوں میں لے جائے گی جہاں ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہوگا (حیات صحابہ جلد1صفحہ 606)

حضرت اسامہ بن زیدکی بہادری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی عہد خلافت میں صحابہ کی وظائف مقرر کیے تو اپنے فرزند عبداللہ کا وظیفہ ڈھائی ہزار اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ کا وظیفہ تین ہزار مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی میں تمام غزوات میں اسامہ کی دوش بدوش رہا اور اپ بھی کسی لڑائی میں اسامہ کے والد سے پیچھے نہیں رہی پھر میرا وظیفہ اپ نے اسامہ سے کم کیوں مقرر کیا ہے ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جان پدر تم ٹھیک کہتے ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تم سے اور اسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگ موتہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کا انتقام لینے کے لیے ایک لشکر تیار فرمایا اگرچہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ سعید بن زید حضرت ابو
عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت عثمان حضرت قتادہ بن نعمان
رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے لیکن حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے 18 سالہ اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اس لشکر
کا امیر مقرر فرمایا۔ بعض لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو
اپ صلی اللہ علیہ وسلم شدت علالت کے باوجود سر اقدس پر پٹی
باندھ دے ہوے حجرے سے باہر تشریف لائے اور ممبر پر رونق
افروز ہو کر خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ
تم میں سے بعض لوگوں نے اسامہ کی سرداری پر اعتراض کیا ہے
لوگو میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے تم لوگ
اسامہ کے باپ زید کو سردار فوج بنانے پر اعتراض کر چکے ہو خدا
کی قسم زید ہر طرح سیادت کے لائق تھا اور مجھے بے حد محبوب
تھا اور اس کے بعد اسامہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے ۔حضرت
زید رضی اللہ تعالی عنہ کو سالوں سال رحمت عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت اقدس میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور
ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی تربیت فرمائی
تھی اس لیے وہ دین اور دنیا کے ہر معاملے میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا اتباع کرتے تھے ہمیشہ پیوند لگے اور کھردرے کپڑے
پہنتے ۔اپنی جوتیوں کے خود مرمت کر لیتے۔ غذا میں بالعموم جو کی
روٹی ہوتی تھی جسے دودھ یا پانی میں بھگو کر خوشی خوشی کھا لیتے
تھے کسی شخص نے کہا ابو اسامہ اپ اتنا گھٹیا لباس کیوں پہنتے ہیں
حضرت زید نے اس کی جواب میں فرمایا ہمارے عزت و توقیر تو
بس اسلام سے ہے۔ قیمت لباس سے کیا ہوتا ہے (اصحاب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات صفحہ 113)

حضرت ابو دجانہ کی بہادری

حضرت موسیٰ بن عقبہ کے روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تلوار کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی اعراض فرمایا تو ان دونوں حضرات نے اسے محسوس کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 3 مرتبہ اس سوال کو پیش کیا تو حضرت ابود جانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ تلوار مانگی ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلوار دے دی انہوں نے تلوار لے کر واقعی اس کا حق ادا کیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں گیا تھا جب میں نے دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے ہے تو میں کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر کی بعد اگے بڑھا تو میں نے ایک مشرک کو ہتھیار لگائی ہوئی دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہتا تھا اے مسلمانوں جیسی بکریاں ذبح ہونے کے لیے اکٹھی ہو جاتی ہے تو بھی ختم ہونے کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ ادھر ایک مسلمان ہتھیار لگائے ہوئے اس کافر کا انتظار کر رہا تھا پھر میں وہاں سے چلا اور اس مسلمان کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دیکھ کر اس کافر اور مسلمان کا اندازہ لگایا تو یہی نظر ایا کہ کافر کی ہتھیار اور اس کی لڑائی کیلیے تیاری زیادہ تھا۔میں دونوں کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ دونوں کا امنا سامنا ہو گیا اور مسلمان نے اس کافر کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جو اسی چیرتے ہوئے اس کی سرین تک گئی ۔ اور کافر دو ٹکڑے ہو گئے پھر مسلمان نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہا کعب تم نے کیا دیکھا میں ابو دجانہ ہوں (حیات صحابہ جلد نمبر ایک صفحہ 599)

حضرت عکاشہ بن محصن کی بہادری

ربیع الاول دیا بروایت دیگر ربیع الآخر 6 ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ بنو اسد بن خزیمہ کی ایک جمعیت نے چشمہ غمر مرزوق کے قریب پڑاؤڈال رکھا ہے اور اس کا ارادہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن محصن کو چالیس سوار دے کر حکم دیا کہ فوراً جاکران شر سندوں کی سرکوبی کریں۔ حضرت عکاشہ طوفان باد کی طرح ان لوگوں کے سر پر پہنچے۔ بنو اسد کو مقابلے کی ہمت نہ پڑی اور وہ افراتفری کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت عکاشہ نے ان کے دو سو اونٹ پکڑ لیے اور انہیں ساتھ لے کر کامیاب و کامران مدینہ منورہ واپس آئے۔

یہ مہم سریہ عکاشہ بن محصن یا سریہ غمر مرزوق کے نام سے مشہور ہے ۔ اسی سال سنہ 6ہجری میں حضرت عکاشہ کو ان چودہ سونفوس قدسی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر لڑنے مرنے کی بیعت کی اور اصحاب الشجرہ " کا لقب پا کر اللہ تعالے کی خوشنودی اور جنت کی بشارت حاصل کی ۔11ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق سریر آرائے خلافت ہوئے تو سارے عرب میں دفعتاً فتنہ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس موقع پر خلیفہ الرسول سیدنا صدیق اکبر نے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود بےمثال استقامت، شجاعت اور جوش ایمانی کا مظاہرہ کیا، انہوں نے مرتدوں کے تمام مطالبے سختی کے ساتھ رد کر دیے اور ان کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ۔مرتدین کے ایک طاقتور گروہ کی قیادت طلیحہ بن خویلد کر رہا تھا۔ یہ شخص بلا کا جنگجو تھا اور شجاعان عرب میں شمار ہوتا تھا۔ دراصل وہ عہد رسالت کے اواخر ہی میں ارتداد میں مبتلا ہوگیا تھا اور نبوت کا داعی بن بیٹھا تھا حضور کے اس کے ارتداد اور جھوٹے دعوی کی خبر سن کر حضرت ضرار بن از ور کو اس کی سرکوبی پر مامور فرمایا تھا۔ طلیحہ حضرت عکاشہ کے قبیلے بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتا تھا، اور حضرت ضرار بن از ور بھی اسی سلسلے کے فرد تھے حضرت ضرار نے واردات کی مقام پر طلیحہ اور اسکے ساتھیوں کو شکست دی

اس لڑائی میں حضرت عکاشہ کے بھتیجے حضرت سنان بن ابی سنان بن محصن نے حضرت ضرار کے شانہ بشانہ حصہ لیا ان کو سرور عالم صلی الہ علی الم نےبطور خاص پیغام بھیجا تھا کہ وہ ضرار کے ساتھ مل کر طلیحہ کے خلاف جنگ کریں حضرت ضرار طلیحہ کو شکست دے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، ابھی راستے ہی میں تھے س ہ حضور کا وصال ہو گیا ۔ حضرت ابو بکر صدیق نے مرتدین کے خلاف جہاد کے لیے مختلف اطراف کو جیوش بھیجے تو حضرت عکاشہ اور حضرت ضرار خالد بن ولید کے دستے ہیں شامل ہو گئے۔ حضرت خالد سب سے پہلے طلیحہ کی طرف متوجہ ہوئے جو حضرت ضرار سے شکست کھا کر بزاخہ میں مقیم ہو گیا تھا ۔ اور قبائل طے ، فزارہ اور اسد کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا تھا۔ حضرت خالد نے حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت بن اقرم کو طلیحہ کی خدمت پر مامور فرمایا۔ وہ دیکھ بھال کے لیے اپنے لشکر کے آگے گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے کہ اتفاقاً دشمن کے سواروں سے مڈبھیڑ ہوگئی ۔ ان میں طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بن خوید بھی شامل تھے۔ طلیحہ نے حضرت عکاشہ پر حملہ کیا اور سلمہ نے حضرت ثابت پر حضرت ثابت تو جلد ہی سلمہ کے ہاتھوں رتبہ شہادت پر فائز ہو گئے لیکن حضرت عکاشہ نے طلیحہ کو ایسا زچ کیا کہ وہ سلمہ کو اپنی مدد کے لیے پکارنے لگا۔ سلمہ حضرت ثابت سے فارغ ہو چکا تھا ۔ وہ فوراً ادھر ایا اور دونوں بھائیوں نے مل کر حضرت عکاشہ کو اپنے نرغے میں لیے لیا ۔ دونوں عرب کے نامی جنگجو تھے (بعد میں طلیحہ کو ایک ہزار شجاعان کے برابر سلیم کیا گیا) لیکن حضرت عکاشہ نے نے کمال ثابت قدمی کے ساتھ ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ عاملہ کیا۔ تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا لیکن برابر مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ عرب

نڈھال ہو کر گر پڑے اور خلد بریں کو سدھارے۔ جب اسلامی لشکر وہاں پہنچا تو دونوں جانبازوں (حضرت عکاشہ اور حضرت ثابت) کو خاک خون میں غلطاں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ سر ور عالم صلی الہ علیہ وسلم کے ان جان نثاروں کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ ہر شخص کی آنکھوں سے سیل سے اشک رواں ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور ساری فوج کو روک کر با دیدۂ ترنم راحق کے دونوں شہیدوں کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی سپرد خاک کیا۔

۔ اس کے بعد انہوں نے آگے بڑھ کر طلیحہ کو فیصلہ کن شکست دی اور وہ شام کی طرف بھاگ گیا ۔ خدا کی شان تھی بعد میں اسی طلیحہ کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور قیام شام کے دوران میں ہی اس نے سچے دل سے دوبارہ اسلام قبول کر لیا ۔ ایک مرتبہ وہ خلافت صدیقی کے زمانے میں عمرہ کے لیے مکہ جا رہا تھا۔ مدینہ کے قریب سے گزرا تو کسی نے حضرت ابو بکر صدیق کو اطلاع دی کہ طلیحہ جا رہا ہے۔ سن کر فرمایا ۔ اب وہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے ۔ جانے دو۔ خلافت فاروقی میں وہ مدینہ آکر حضرت عمر فاروقی کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی خواہش ظاہر کی حضرت عمرؓ نے فرمایا :طلیحہ تم نے اپنے من گھڑت الفاظ کو وحی الہی سے تعبیر کر کے خدا پر افترا کیا۔ طلیحہ نے کہا۔ امیرالمومنین یہ بھی کفر کے فتنوں میں سے ایک فتنہ تھا جسے اسلام نے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اب مجھے اللہ تعالے سے مغفرت کی امید ہے :حضرت عمر یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس کی بیعت قبول کر لی طلیحہ نے اپنے گزشتہ کردار کی تلافیوں کی کہ اس دور کے متعدد معرکوں میں اعدائے اسلام کے خلاف جانبازانہ شرکت کی اور حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیے۔حضرت عکاشہ بن محصن کی کتاب سیرت میں سبقت فی الاسلام، راہ حق میں بلاکشی، شوق جہاد اور فکر آخرت سب سے نمایاں ابواب ہیں۔ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عکاشہ نہایت جلیل القدر صحابی تھے ۔ اور فضلائے صحابہ میں شمار ہوتے تھے ۔

فی الحقیقت خوش بختی اور جلالت قدر کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ وہ لسان رسالت نے انہیں بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ۔ (خیر البشر کے چالیس جانثار صفحہ 160تا165)

حضرت ابوحدردیاعبداللہ بن ابی حدرد کی بہادری

حضرت ابن ابی حد رد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کی عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر دو سو درہم مقرر کیا پھر حضور ﷺ کی خدمت میں مہر میں امداد لینے کے لیئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تم نے کتنا مہر مقرر کیا ہے ؟ میں نے کہا دو سو درہم۔ آپ نے (اس مقدار کو میری حیثیت سے زیادہ سمجھتے ہوئے) فرمایا سبحان اللہ ! اگر تم وادی کی کسی عورت سے نکاح کرتے تو تمہیں اتنا زیادہ مہر نہ دینا پڑتا تم نے اپنی قوم میں شادی کی ہے اس لیے اتنا زیادہ مہر دینا پڑ رہا ہے جو تمہاری حیثیت سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم ! تمہاری مدد کرنے کے لیے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں چند دن (انتظار میں) ٹھہر ارہا۔ پھر قبیلہ جشم بن معاویہ کا ایک آدمی آیا جس کا نام رفاعہ بن قیس یا قیس بن رفاعہ تھاوہ قبیلہ جشم کے بڑے خاندان کو ساتھ لے کر آیا اور (مدینہ کے قریب) مقام غلبہ میں اپنی قوم اور ساتھیوں کو لے کر ٹھہر گیا وہ قبیلہ قیس کو حضور سے لڑنے کے لیے جمع کرنا چاہتا تھا اور قبیلہ جشم میں اس کا بڑا نام اور اونچا مقام تھا ۔حضور ﷺ نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا تم لوگ جاؤ اور اس آدمی کے بارے میں پورے حالات معلوم کر کے آو۔ حضور نے ہمیں ایک دبلی اور بوڑھی اونٹنی عطا فرمائی۔ ہمارا ایک آدمی اس پر سوار ہوا۔ تو اللہ کی قسم ! وہ کمزوری کی وجہ سے اسے لے کر کھڑی نہ ہو سکی تو کچھ آدمیوں نے اسے پیچھے سے سہارا دیا تب وہ کھڑی ہوئی ورنہ خود سے تو کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ اور آپ نے فرمایا اسی پر بیٹھ کر تم وہاں پہنچ جاؤ (چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی برکت سے ان حضرات نے اسی اونٹنی پر یہ سفر پورا کر لیا۔ اللہ نے اس کمزور اونٹنی کو اتنی طاقت عطا فرمادی) چنانچہ ہم چل پڑے اور ہم نے اپنے ہتھیار تیر اور تلوار وغیرہ ساتھ لے لیے اور عین غروب کے وقت ان لوگوں کی قیام گاہ کے قریب پہنچے۔ میں ایک کونے میں چھپ گیا اور میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تو وہ بھی ان کی قیام گاہ کے دوسرے کونے میں چھپ گئے اور میں نے ان سے کہا جب تم دونوں سنو کہ میں نے زور سے اللہ اکبر کہہ کر اس لشکر پر حملہ کر دیا ہے تو تم دونوں بھی زور سے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دینا۔ اللہ کی قسم ! ہم اسی طرح چھپے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ کب ہم انہیں غافل پا کر ان پر حملہ کر دیں یا کوئی اور موقع مل جائے۔ رات ہو چکی تھی اور اس کی تاریکی بڑھ چکی تھی۔ اس قبیلہ کا ایک چرواہا صبح سے جانور لے کر گیا ہوا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا تھا تو انہیں اس کے بارے میں خطرہ ہوا۔ ان کا سردار رفاعہ بن قیس کھڑا ہوا اور تلوار لے کر اپنے گلے میں ڈال لی اور کہا اللہ کی

قسم ! میں اپنے چرواہے کے بارے میں پکی بات معلوم کر کے آتا ہوں اسے ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کے چند ساتھیوں نے کہا آپ نہ جائیں۔ اللہ کی قسم ! آپ کی جگہ ہم جائیں گے اس نے کہا نہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جائے گا۔ ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم ! تم میں سے کوئی بھی میں میرے ساتھ نہیں جائے گا اور وہ چل پڑا۔ یہاں تک کہ میرے پاس سے گزرا جب میں نے دیکھا کہ وہ عین میرے نشانے پر آگیا ہے تو میں نے اسے تیر مارا جو اس کے دل کو جاکر لگا اور اللہ کی قسم اس کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی میں نے چھلانگ مار کر اس کا سر کاٹ لیا اور میں نے لشکر کے اس کونے پر اللہ اکبر زور سے کہہ کر حملہ کر دیا اور میرے دونوں ساتھیوں نے بھی زور سے اللہ اکبر کہہ کر لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے وہ لوگ گھبرا گئے اور سب میں کہنے لگے کہ اپنے آپ کو بچاؤ۔ اپنے آپ کو بچاؤ اور عورتیں اور بچے اور ہلکا پھلکا سامان جو لے جا سکتے تھے وہ لے کر وہ لوگ بھاگ گئے اور بہت سارے اونٹ اور بکریاں ہمارے ہاتھ آئیں جنہیں لے کر ہم لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے اس کا سر بھی اپنے ساتھ لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے مجھے مہر ادا کرنے کے لیئے مال غنیمت میں سے تیرہ اونٹ عطا فرمائے۔ اس طرح میں مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو اپنے گھر۔ یہ آیا۔(حیات صحابہ جلد1 صفحہ 207)

حضرت عمرو بن معد یکرب الزبیدی کی بہادری

حضرت مالک بن عبد اللہ خثعمی فرماتے ہیں کہ میں نے اس آدمی سے زیادہ شرافت والا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو جنگ یرموک کے دن (مسلمانوں کی طرف سے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلا ایک بڑا مضبوط عجمی کافران کے مقابلے کے لیے گیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر کفار شکست کھا کر بھاگ اٹھے۔ انہوں نے ان کافروں کا پیچھا کیا اور پھر اپنے ایک بڑے اونی خیمے میں واپس آئے اور اس میں داخل ہو کر کھانے کے بڑے بڑے پیالے منگوائے اور آس پاس کے تمام لوگوں کو کھانے کے لیئے بلا لیا۔ یعنی وہ بہادر بھی بہت تھے اور سخی بھی بہت۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھے ؟ حضرت مالک نے فرمایا یہ حضرت عمرو بن معدیکرب تھے۔ حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوا مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعد تھے۔ حضرت عمرو بن معدیکرب صفوں کے سامنے سے گزرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے جماعت مھاجرین زورآور شیر بن جاؤ اور حملہ ایسا کرو کہ مقابل سوار اپنا نیزہ پھینک دے) کیونکہ سوار آدمی جب نیزہ پھینک دیتا ہے تو نا امید ہو جاتا ہے۔ اتنے میں اہل فارس کے ایک سردار نے انہیں تیر مارا جو ان کی کمان کے کنارے پر آلگا۔ حضرت عمرو نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ جس سے اس کی کمر توڑ دی۔ اور نیچے اتر کر اس کا سامان لے لیا۔

ابن عساکر نے اسی واقعہ کو اس سے زیادہ لمبا بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ اچانک ایک تیر حضرت عمرو کی زین کے اگلے حصہ کو آلگا۔ انہوں نے تیر پھینکنے والے پر حملہ کیا اور اسے ایسے پکڑ لیا جیسے کسی لڑکی کو پکڑا جاتا ہے اور اسے (مسلمانوں اور کافروں کی) دو صفوں کے بیچ میں رکھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا ایسے کیا کرو۔

واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسی خیاط فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دن حضرت عمرو بن معدیکرب نے اکیلے ہی دشمن پر حملہ کر دیا اور ان پر خوب تلوار چلائی۔ پھر بعد میں مسلمان بھی ان تک پہنچ گئے۔ تو دیکھا کہ دشمنوں نے حضرت عمرو کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ اکیلے ان کافروں پر تلوار چلا رہے ہیں پھر مسلمانوں نے ان کافروں کو حضرت عمرو سے ہٹایا طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد بن سلام بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو یہ لکھا کہ میں تمہاری مدد کے لیئے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ ایک حضرت عمرو بن معدیکرب اور دوسرے حضرت طلحہ بن خویلد ان دونوں میں سے ہر ایک ایک ہزار کے برابر ہے)

حضرت ابو صالح بن وجیہ فرماتے ہیں کہ سن اکیس ہجری میں جنگ نھاوند میں حضرت نعمان بن مقرن شہید ہوئے تھے۔ پھر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی۔ پھر حضرت عمروبن معدیکرب ایسے زور سے لڑے کہ شکست فتح میں تبدیل ہو گئی اور خود زخموں سے چور ہو گئے۔ آخر روذہ نامی بستی میں ان کا انتقال ہو گیا۔(حیات صحابہ جلد1صفحہ 613)

حضرت عبادۃ بن بشر کی بہادری

جناب عباد بن بشر صل اللہ تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ اور ہر ایک میں انہوں نے ایسے ایسے شاندار کارنا ہے انجام دیئے جو ایک حامل قرآن کے شایان شان تھے۔ انہیں میں سے ایک یہ ہے:غزوۃ ذات الرقاع سے فارغ ہونے کے بعد واپس آتے ہوئے رات گزارنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ ایک گھاٹی میں قیام فرمایا۔ اس غزوے کے دوران میں کسی مسلمان نے ایک مشرک عورت کو اس کے شوہر کی غیرموجودگی میں گرفتار کر لیا تھا۔ واپس آ کرجب اس نے اپنی بیوی کو نہیں پایا تو لات وعزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ میں محمداور ان کے اصحاب کا ضرور پیچھا کروں گااور ان کا خون بہائے بغیر واپس نہیں آوں گاجب مسلمان اپنی سواریوں کو بٹھاکر ان کے کجاوے اتار چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا :آج رات ہماری پاسبانی کون کرے گا ؟

اے اللہ کے رسول صلی اللہُ علیہ وسلم! یہ خدمت ہم انجام دیں گے۔ جناب عباد بن بشر ؓ اور جناب عمار بن یاسر نے کھڑے ہو کر کہا۔ مہاجرین جب مدینہ میں آئے تھے تو رسول اللہ صلی عالم نے ان دونوں کےدرمیان مواخات قائم کی تھی۔ جب یہ دونوں حضرات پہرہ دینے کے لئے گھاٹی کے دہانے پر پہنچے تو جناب عباد بن بشر نے اپنےبھائی عمار بن یاسر ہی سے پوچھاکہ آپ رات کے کس حصے میں آرام کرنا پسند کریں گے۔ نصف اول میں یا نصف آخر میں؟ تو جناب عمار نے جواب دیا کہ میں نصف اول میں آرام کروں گا۔ اور یہ کہہ کر وہ ان کے قریب ہی لیٹ گئے ۔رات سنسان، پر سکون اور تاریک تھی۔ ہر طرف خاموشی کا پہرہ تھا۔

آسمان پر ستارے اور زمین شجر و حجر سب اپنے رب کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ اس سناٹے کے عالم میں جناب عباد بن بشر کی طبیعت عبادت کی طرف مائل ہوئی اور ان کے دل میں تلاوت قرآن کا شوق پیدا ہوا۔ وہ قرآن کی شیرینی سے اس وقت سب سے زیادہ لطف اندوز ہوتے تھے جب اسے نماز میں ترتیل کے ساتھ پڑھ رہے ہوں۔ اس طرح وہ نماز اور تلاوت کے لطف کو یکجا کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ قبلہ رو ہو کر انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی اور اپنی پر سوز نمناک اور شیریں آواز میں سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی۔وہ اس تابندہ نور الٰہی میں تیر رہے تھے اور سر سے پیر تک اس کی روشنی میں میں نہائے ہوئے تھے۔ اسی دوران میں وہ بدو تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آپہنچا۔ جب اس نے دور ہی سے جناب عباد بن بشر کو گھاٹی کے دہانے میں کھڑا دیکھا تو سمجھ گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب گھاٹی کے اندر ہیں اور یہ ان کا پہرے دار ہے۔ اس نے اپنی کمان کی تانت چڑھائی ترکش سے تیر نکالا اور چلے پر رکھ کر ان کی طرف چلا دیا جو ان کے جسم میں پیوست ہو گیا ۔ جناب عباد نے تیر کو اپنے بدن سے نکال کر پھینک دیا اور اپنی تلاوت کے سلسلے کو اسی جوش و خروش کے ساتھ جاری رکھا اور نماز کے خشوع و خضوع میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔ اس آدمی نے دوسرا تیر مارا جوان کے بدن میں ترازو ہو گیا۔ جناب عباد اس نے پہلے کی طرح اس کو بھی نکال پھینکا۔ پھر اس نے تیسرا تیر مارا انہوں نے اس کو بھی اسی طرح نکال کر پھینک دیا جیسے پہلے دونوں کو نکالا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ کھسکتے ہوئے اپنے ساتھی کے پاس پہنچےاور یہ کہتے ہوئے ان کو بیدار کیا:

اٹھئے زخموں نے مجھے نڈھال کر دیا۔ جب اس آدمی نے ایک کے بجائے دو آدمیوں کو

دیکھا تو دھیرے سے کھسک گیا۔ جناب عمار بن یاسر جس کی توجہ ان کی طرف ہوئی تو ان کے تینوں زخموں سے تیزی کے ساتھ خون بہتا ہوا د دیکھ کر بولے:سبحان اللہ ! آپ نے مجھے اسی وقت کیوں نہیں جگادیا جب اس نے پہلا تیر مارا تھا ؟" تو جناب عباد بن بشر بھی نہ نے جواب دیا : " میں ایک سورہ پڑھنے میں مصروف تھا اور اس کو اختتام تک پہنچائے بغیر درمیان میں منقطع کر دینا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کی قسم ! اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اس پاسبانی کے مقصد کو ضائع کردوں گا، جس کا حکم رسول اللہ صلی نے مجھے دیا تھا تو میں قرآت کے سلسلے کو منقطع نہ کرتا چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جاتی ۔جب جناب ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں مرتدین کے خلاف جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا اور انہوں نے مسیلمہ کذاب کے فتنے کا سد باب کرنے اس کے معاون و مددگار مرتدین کی قوت کو توڑنے اور انہیں دوبارہ دائرہ اسلام لانے کے لئے ایک زبردست فوج تیار کی تھی جناب عباد بن بشر میں اللہ اس کے ہر اول میں شامل تھے۔ جنگ کے دوران میں جس میں مسلمان ابھی تک کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں حاصل کر سکے تھے جناب عباد بیا ن نے دیکھا کہ مہاجرین و انصار دونوں فریق جنگ کو ایک دوسرے پر ٹال رہے ہیں تو اس صورت حال نے ان کو سینے اوررنج وغم سے بھر دیا۔ انہوں نے سنا کہ ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کو بزدلی اور کم ہمتی کے طعنے دے رہا ہے تو یہ باتیں ان کو سخت ناگوار گزریں اور ان کو اس بات کا پختہ یقین ہو گیا

ان ہلاکت آفریں معرکوں میں مسلمانوں کی کامیابی کی اس کے سوا دوسری کوئی شکل نہیں کہ مہاجرین اور انصار دونوں فریق ایک دوسرے سے الگ ہو کر لڑیں تا کہ ہر گروہ اپنی ذمہ داری کا خود جواب دہ ہو اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں ڈٹ کر استقلال و پامردی کے ساتھ جہاد کا حق ادا کر رہے ہیں۔آخری اور فیصلہ کن معرکے سے ایک رات پہلے جناب عباد بن بشر نے ایک خواب دیکھا انہوں نے دیکھا کہ آسمان ان کے لئے شق ہو گیا اورجب وہ اس میں داخل ہو گئے تو ان کے پیچھے اس کا دروازہ بند ہو گیا ۔ صبح کو انہوں نے اس کا ذکر جناب ابوسعید خدری سے کیا اور کچھ خود ہی کہا کہ ابو سعید ! اللہ کی قسم! یہ شہادت ہے۔

دن کو جب از سرِ نو جنگ کا آغاز ہوا تو جناب عباد بن بشر علی نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند پکارنا شروع کیا:" اے گروہ انصار ! تم دوسرے لوگوں سے الگ ہو جاؤ تلواروں کی میانیں توڑ کر لوگوں سے الگ ہو جاؤ تلواریں پھینک دو اور ہرگز اس بات کا موقع نہ دو کہ اسلام کو تمہاری جانب سے کوئی زک پہنچے۔"

اور وہ مسلسل یہ آواز لگاتے رہے حتی کہ ان کے پاس تقریباً چار سو انصاری جاں باز جمع ہو گئے جن کے سربراہ جناب ثابت بن قیس، جناب براء بن مالک اور جناب ابو دجانہ صاحب سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔جناب عباد بن بشر دی اور ان کے یہ ساتھی اپنی تلواروں سے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتے اور اپنے سینوں سے موت کو لان کی طرف دھکیلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ مسیلمہ اور اس کے حامیوں کا زور ٹوٹ گیا اور وہ حدیقۃ الموت میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ پھر وہیں حدیقۃ الموت کی فصیلوں کے پاس جناب عباد بن بشر شہید ہو کر گر پڑے اور اپنے خون میں نہا گئے ۔ اس وقت ان کے بدن پر تلواروں نیزوں اور تیروں کے اتنے زخم تھے کہ ان کو بڑی مشکل سے ان کی بعض علامتوں کی مدد سے پہچانا جاسکا۔(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے تابناک زندگیاں ۔ص۔319)

حضرت سعید بن زید کی بہادری

سب سے زیادہ جوانمردی کا مظاہرہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے معرکہ یرموک میں کیا جس میں بہادری کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ جنگ یرموک کی صورت حال خود سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بیان کرتے ہیں کہ یرموک" میں ہماری تعداد تقریبا چوبیس ہزار تھی ، جب کہ رومیوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ رومی بھاری قدم اٹھائے ہماری جانب بڑھ رہے ہیں، یوں تصور کریں ، جیسا کہ یہ کوہ گراں تھے، جنھیں خفیہ ہاتھ حرکت دے رہے تھے۔ لشکر کی ترتیب یہ تھی کہ رومیوں کے آگے ان کے پادری، درباری ، اور عالم صلیب ہاتھوں میں اٹھائے باواز بلند ورد کرتے آگے بڑھ رہے تھے، اور ان کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے تمام لشکر ان کے پیچھے پیچھے یہی ورد دہرا رہے تھے، انہوں نے فضائے میدان میں ایک بادل کی سی گرج بپا کر رکھی تھی ۔ جب مسلمانوں نے انہیں دیکھا تو ان کی کثرت سے خطرناک حد تک مرعوب ہو گئےاور مارے خوف کے ان کے دل بیٹھنے لگے۔مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ بن جراح کھڑے ہوئے اور خطاب فرمایا اور مسلمانوں کو لڑنے پر ابھارا، کہا: "اللہ کے بندو! تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا ، اور تمہارا قدم ثابت رکھے گا ، اللہ کے بندو! صبر کرو، صبر ایک کنجی ہے، جس کے ذریعہ کفر سے نجات اور رب کائنات کی رضا حاصل ہوتی ہے اور صبر ہی عار کو مٹانے والی چیز ہے۔ نیزوں کو حرکت میں لاؤ، ڈھالوں کو اٹھاؤ اور دیوار بنا دو، اور ہر بات سے مہر بلب ہو جاؤ اور صرف ذکر الہی سے دل و جان تازہ رکھو، حملہ اس وقت کرنا جب میں تمہیں حکم دوں ۔حضرت ابو عبیدہ الی اللہ کی تقریر کے بعد ایک آدمی مسلمانوں کی صفوں میں سے باہر آ کر حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے کہتا ہے، میں نے تو یہ عزم مصمم کر لیا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں اسی وقت موت کو گلے لگا لوں، کیا تم کوئی پیغام رسول اکرم صلی اللہ کے لیے دینا چاہتے ہو، انہوں نے کہا ، ہاں ! آپ علیہ کی خدمت اقدس میں میرا سلام کہنا اور مسلمانوں کی طرف سے بھی سلام پہنچانا اور عرض کرنا : اے اللہ کے رسول جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا،اسے ہم نے حقیقت کے روپ میں آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

حضرت سعید بھی کہتے ہیں، میں نے جب اس آدمی کی یہ گفتگو سنی اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنی تلوار کے جوہر آزماتا ہوا جا رہا ہے، اور دشمنانِ اسلام سے ملاقات کرنے والا ہے، تو میں نے اس سے پہلے ہی زمین پر جست لگائی اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، اور میں نے نیزہ تولا ، جو گھڑ سوار ہماری طرف بڑھ رہے تھے، ان میں سے سب سے پہلے شاہسوار میں پیوست کر دیا اور پھر میں دشمن پر ٹوٹ پڑا ، اب میں اطمینان میں تھا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف نکال دیا۔ اس کے بعد لوگ رومیوں کے سامنے سے حملہ آور ہو کر ٹوٹ پڑے، اور مسلسل جنگ آزمائی کرتے رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح سے ہمکنار کی حبیب بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں ہم سعید بن زید کی شجاعت کے سایہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے ، حضرت سعید بھی کیا ہی خوب آدمی ہیں، یہ آدمی نہیں یہ یرموک کے دن ایک شیر تھے، انہوں نے جب روم کی فوج کو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح دیکھا تو پہلے تو خوفزدہ ہوئے، پھر زمین پر جست لگائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جب دشمن کی فوج قریب آئی تو ان پر آگے سے شیر کی مانند جھپٹے اور لڑنا شروع کر دیا، لیکن ایسا بہادرانہ انداز جنگ تھا جیسا کہ گھڑ سوار لڑتا ہے، مسلمانوں کے تمام فوجی ان کی جانب لوٹ لوٹ کر آ رہے اور دلیری پکڑ رہے تھے۔

یہ بہادری کا پیکر ، قربانی اور اللہ کی راہ میں جہاد کی نئی تاریخ رقم کرنے والے ، سیدنا سعید بن زید لوگوں کی بہادری دنیا سے رخ موڑ کر رحمان کی بہشتوں کی طرف کوچ کر گئے ، جب وہ اس دار فانی سے جا رہے تھے، عشرہ مبشرہ کی بشارت ان کی پیشانی کا جھومر تھی ، یہ عقیق جگہ پر فوت ہوئے اور انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ میں لایا گیا، اور وہیں دفن کیے گئے ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص علی اللہ نے انہیں غسل دیا اور لحد میں اتارنے کے لیے حضرت سعد اور ابن عمر اترے، ۵۱ھ میں فوت ہوئے اس وقت آپ کی عمر (۷۰) برس سے کچھ برس او پر تھی۔(آسمان رسالت کی درخشندہ ستارے۔ص۔395)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت سعد بن معاذ کی بہادری

وہ ایک تاریخی لمحہ تھا جس میں حضرت سعد بن معاذ کا ایمان و عقیدہ اور دین دوستی اجاگر ہوئی دین اسلام کی نصرت و حمایت میں ایک عظیم موقف اختیار کیا۔ جب معرکہ بدر کا رخ تبدیل ہوا کہ اب کافروں کے مال والے قافلہ کا حصول صحیح نظر نہ رہا تھا بلکہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جنگ کی صورت حال پیدا ہو گئی تھی ۔نبی علیہم نے چاہا کہ اس تباہ کن معرکہ میں داخل ہونے سے پہلے صحابہ کرام کی رائے حاصل کر لیں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا : لوگو! مجھے مشورہ دو۔ حضرت ابوبکر نے گفتگو فرمائی بہت اچھی بات کی ، پھر حضرت عمر بن خطاب کھڑے ہوئے گفتگو کی بہت ہی عمدہ بات تھی اسی طرح حضرت مقداد بن عمرو نے بھی نہایت خوبصورت گفتگو کی یہ تینوں قائدین مہاجروں میں سے تھے جن کی لشکر میں اقلیت تھی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ انصار کے قائدین کی رائے سے آگاہ ہوں کیونکہ لشکر میں ان کی اکثریت تھی اور معرکہ کا تمام بوجھ ان کے کندھوں پر ہی گردش کناں تھا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی عقبہ کی بیعت کے وقت انصار نے اپنے گھروں سے باہر نکل کر دشمن سے لڑنے کی ذمہ داری نہ اٹھائی تھی ان تینوں سرداروں کی گفتگو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا لوگو! مجھے مشورہ دو ۔ انصار کے سردار یہ اشارہ سمجھ گئے خصوصاً انکے علمبردار حضرت سعد بن معاذ ہی نے کہا :اے اللہ کے رسول صلی ! آپ کا ارادہ ہے ہم اظہار خیال کریں ، آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت سعدرضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول صلی ! ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور ہم نے گواہی دی کہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے اس پر قائم رہنے اور عہد و پیمان پورا کرنے پر سر تسلیم خم کر رکھا ہے اے اللہ کے رسول جو آپ کا ارادہ ہے اس کی برآری کے لیے آپ چلیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ اس سمندر میں گھس جائیں گے آپ کے ساتھ ہم بھی گھس جائیں گے ہم میں سے ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا یہ چیز ہمارا من پسند مشغلہ ہے کہ ہم دشمن سے کل ملاقات کریں ہم جنگ میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کریں گے اور دشمن کے خلاف جنگ میں صدق و صفا دکھائیں گے ہو سکتا ہے ہم ایسے کارنامے سر انجام دیں کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے ہمیں لے چلیں ہم تیار ہیں ۔"

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ حضرت سعد علی نے کہا : اے اللہ کے رسول صلی ! شاید آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ انصار نے آپ کی حمایت کے لیے گھروں میں رہ کر لڑنے کا معاہدہ کیا تھا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔میں انصار کی نمائندگی میں بول رہا ہوں اورجواب دے رہا ہوں ۔ آپ جہاں چاہیں جائیں جس سے چاہیں تعلقات ملائیں جس سے چاہیں توڑ دیں جتنا مرضی ہمارا مال رکھیں اور جتنا مرضی ہمیں عطا کریں۔ جو آپ لیں گے وہ مال ہمیں اس سے زیادہ پیارا ہے جو ہمارے پاس ہو گا آپ جو حکم فرمائیں ہم اس کے تابع ہیں ۔ واللہ ! اگر برک غماد تک ۔ پہنچیں تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور اگر سمندروں میں چھلانگیں لگانے کا حکم دیں تو ہم تیار ہیں حضرت سعد کا یہ حوصلہ افزا طرز عمل دیکھ کر آپ بہت مسرور ہوئے اور ہشاش بشاش ہو گئے اور فرمایا چلو اور خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالی نے دو گروہوں میں سے ایک گروہ مجھے دینے کا وعدہ کیا ہے واللہ! گویا کہ مجھے اب نظر آ رہا ہے کہ کافر لوگوں کی قتل گاہیں کہاں کہاں ہیں۔

جنگ احزاب میں جب شرک اپنی تمام قوتوں کو یکجا سمیٹ کر اپنے جتھوں کے ہولناک سیلاب کے ساتھ میدان میں اترتا ہے اور قریب تھا کہ ایمانداروں کو اپنی امڈتی ہوئی موجوں میں خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جائے ۔ ان خطر ناک ترین حالات میں رسول اکرم صلی ہم نے ارادہ کیا کہ بنو غطفان اور ان کے سرداروں عیینہ بن حصین اور حارث علی بن عوف کے ساتھ صلح کا ایک منفرد عہد و پیمان باندھ لیں کہ غطفان قبیلہ والے مدینہ کا حصار توڑ دیں گھیراؤ اٹھالیں اور

اپنے لشکروں کو ہٹا لیں اور اپنے گروہوں کو پیچھے ہانک لیں تو اس کے عوض ہم انھیں مدینہ کی کھجوروں کے پھل کا تیسرا حصہ ادا کریں گے۔اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ حضرت سعد بن معاذ صلی اللہ اور حضرت سعد بن عبادہ سے مشورہ طلب کرتے ہیں تو حضرت سعد بن معاذ ہی اللہ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی ! ہم اور غطفان قبیلہ والوں کی صورت یہ رہی ہے مہمانی کے طور پر یا خرید و فروخت میں یہ کھجوریں دینا تو علیحدہ بات ہے آج تک ہم نے انھیں اپنی ایک کھجور کھانے کی اجازت نہیں دی یہ قبیلہ والے جو بدحالی کے دنوں میں جاہلیت کے دور میں خون میں پیدا ہونے والے کیڑے کھاتے تھے۔ جب اللہ تعالی نے ہمیں بذریعہ اسلام اکرام و احترام دیا ہے اور ہدایت اسلام سے آشنا کیا ہے اور آپ کے ذریعہ ہمیں عزت سے نوازا ہے تو ہم انھیں اپنے ہاتھوں مال کا حصہ دیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ہمیں اس معاہدہ کی کوئی ضرورت نہیں ہم تو انھیں نوک شمشیر پر رقص کرائیں گے انھیں کچھ بھی عطا نہ کریں گے یہ میری رائے ہے آگے ہمارے اور ان کے درمیان اللہ تعالی جو فیصلہ کریں گے وہی ہمیں منظور ہے۔ پھر اجازت لے کر حضرت سعد غطفان کے ان دونوں سرداروں کی جانب چلتے ہیں اور پر رعب اور بلند آواز سے چیلینج کے انداز پر انھیں کہتے ہیں :واپس لوٹ جاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اب میدان میں تلوار ہی فیصلہ کرے گی ۔(آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے ۔ص۔484)

حضرت ابو طلحہ کی بہادری

حضرت ابو طلحہ انصاری یہ ہی وہ عظیم سپوت اور بطل حریت اسلام ہیں جن کے بارے میں رسول اکرم صلی ہم نے فرمایا تھا: اگر لشکر میں حضرت ابو طلحہ کی صدا بلند ہو رہی ہو تو یہ ایک ہزار افراد پر بھاری ہے۔ انھیں مرعوب کر دیتیے۔ ایک روایت میں ایک جماعت پر بھاری کے الفاظ بھی آتے ہیں۔میں آپ کو رب کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جن کی آواز کا یہ حال ہے کہ ہزار آدمی پر غالب آجاتی ہے اس کے بازوئے شمشیر زن اور اس کی راہ اللہ میں تیر باری ، تلوار زنی اور نیزہ بازی کا کیا حال ہوگاحضرت ابوطلحہ میدان بدر میں بھی شریک جنگ تھے اور اس میں زبردست داد شجاعت و مردانگی دی۔ جنگ احد میں بھی یہ ان مردانِ وفا میں سے تھے اور ایسے بہادروں میں سے تھے جو نبی اکرم مسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے تھے فرار نہ ہوئے تھے اور پوری قوت سے آپ کا دفاع کیا۔حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن لوگ رسول اکرم صلی اللہ سے دور ہٹ گئے لیکن حضرت ابو طلحہ انصاری الہ ڈھال سے آپ کا بچاؤ کرتے ہوئے آپ کے سامنے کی جانب سے آپ پر جھکے ہوئے تھے اور یہ سخت تیر انداز تھے اس دن دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں اتنی شدت سے تیر چلاتے تھے اگر کوئی آدمی تیروں کی ترکش یعنی تیردان لے کر پاس سے گزرتا تو رسول اکرم صلی اللہ اس سے کہتے یہ تیر ابوطلحہ کے سامنے بکھیر دو کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دشمن قوم کو دیکھتے تو ابو طلحہ اللہ کہتے اے اللہ کے نبی صلی اللہ میرا باپ آپ پر قربان آپ سر نہ اٹھائے کہیں کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ ہی آپ کی حفاظت کے لیے سیسہ پلائی دیوار بننے کے لیے کافی ہے۔

حضرت انس بھی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم دامن سمیٹے مجاہدین حق کی خدمت میں تیز روی سے مصروف تھیں

میں نے ان کی پنڈلیوں کی پازیبیں دیکھیں اتنا دامن سمیٹا ہوا تھا اور اپنی کمر پر پانی کی مشکیں اٹھا کر لا رہی تھیں اور فوجیوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں پھر واپس جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں اور پانی پلاتیں۔ اس کے باوجود میدان میں اتنا سکون تھا کہ حضرت ابوطلحہ پر اونگھ طاری تھی ان کے ہاتھ سے دو تین مرتبہ تلوار گری۔عبد بن حمید کی کتاب منتخب" میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر کی حفاظت اپنے بازو سے کر رہے تھے اور ساتھ ہی فکر مندی سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو کہیں سے آنے والا تیر نہ لگ جائے اور حضرت ابو طلحہ دیوار بنے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے : اے اللہ کے رسول علیہ میں قوی اور مضبوط آدمی ہوں اپنی ضروریات کا مجھے حکم دیں جہاں چاہیں بھیجیں حاضر ہوں ۔

جب میدان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی افراتفری کے عالم میں منتشر ہو گئے تو حضرت ابوطلحہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا:

اے میرے پیارے نبی ! میری جان آپ کی جان پر فدا ہو اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ انور کا دفاع ہو یہ میری زندگی کی آخری آرزو ہے۔"

جنگ حنین میں داد شجاعت :

حضرت انس بھی بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن رسول اکرم صلی ﷺ نے فرمایا تھا :

" مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ

جو بھی کسی کا فر کو قتل کرے گا اس کا مال سب اس قتل کرنے والا کا ہی ہے ۔

اس جنگ حنین کے دن حضرت ابو طلحہ اللہ نے کافروں کے بیس آدمی قتل کیے اور ان کا مال سلب حاصل کیا۔(آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے ۔ص.544)

حضرت حذیفہ بن یمان کی بہادری

ممکن ہے یہ بات کم لوگ جانتے ہوں گے کہ حضرت حذیفہ بن یمان عراق کی تمام فتوحات میں سر بر آوردہ اور قد آور لوگوں میں سے ہیں۔ ہمدان رے، اور دینور علاقوں کی فتح ان کے ہاتھوں ہی تکمیل پائی تھی ۔ نہاوند کے معرکہ میں جو ایک عظیم معرکہ تھا اس میں ڈیڑھ لاکھ فارس کے باشندے جو کہ جنگجو تھے جمع تھے۔ اور مسلمانوں کی تعداد (۳۰۰۰۰) تیس ہزار تھی لیکن ان کی قیادت ایمان اور پختہ عقیدہ کر رہا تھا جو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام میں انعام کےدلوں میں اجاگر کیا تھا جس کی وجہ سے فرد پورے پورے لشکر کا مقابلہ کرتا تھا کیونکہ اسے صرف اللہ تعالی کا خوف تھا اور کسی کا ڈر نہ تھا۔حضرت عمر نے ایک خط لکھا۔بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اللہ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے نعمان بن مقرن کی طرف یہ خط ہے تم پر سلامتی ہو میں تمہارے سامنے اپنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد

مجھ تک یہ اطلاع پہنچی ہے کہ عجمی لوگوں کی بہت زیادہ جماعتیں نہاوند شہر میں امڈ آئی ہیں۔ آپ کو جونہی میرا خط ملے تو اللہ کے حکم سے تم بھی مقابلہ کے لیے روانہ ہو جاؤ اللہ تعالی کی معاونت اور نصرت تمہارے اور مسلمانوں کے شامل حال ہے انھیں کسی مشکل گھاٹی پر نہ لے جانا کہ مسلمان اذیت میں مبتلا ہو جائیں ان کا حق نہ مارنا کہ تو ان کی قدر ناشناسی کرے گا اور انھیں کسی گھنی جھاڑیوں میں نہ لے جانا کیونکہ ایک مسلمان فرد مجھے ایک لاکھ دینار سے زیادہ عزیز ہے۔والسلام علیک

سیدھے رخ چلے چلو کہ " ماہ تک پہنچو۔ میں نے اہل کوفہ کو خط لکھا دیا ہے وہ بھی وہاں آپ سے آن ملیں گے جب یہ تمہارے لشکر یکجا ہو جائیں تو پھر فیرزان کی طرف روانہ ہونا وہاں جتنی بھی جماعتیں جو فارسیوں وغیرہ کی ہیں ان کے خلاف لڑو اور خوب داد شجاعت دو، (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) اور ادھر حضرت عمر نے کوفہ کے نائب امیر کو لکھا جو کہ عبد اللہ بن عبد اللہ تھے۔

کہ ایک لشکر مقرر کرو اور نہاوند بھیجو اور ان کے امیر حضرت حذیفہ بن یمان ہوں گے یہاں تک کہ وہ نعمان بن مقرن کے پاس چلے جائیں اگر دوران جنگ حضرت نعمان بن مقرن جام شہادت نوش کر جائیں تو پھر کمان حضرت حذیفہ کے ہاتھ میں ہو اگر یہ بھی راہ وفا میں سرشار ہو کر فوت ہو جائیں تو پھر قائد نعیم بن مقرن ہوں گے اور سائب بن اقرع کو مال تنظیمت کی تقسیم پر سر پرست مقرر کر دیا۔حضرت حذیفہ ایک بڑا لشکر لیے روانہ ہوتے ہیں تا کہ " ماہ مقام پر حضرت نعمان بن مقرن سے ملیں۔

عراق کے امراء کی بہت زیادہ تعداد بھی حضرت حذیفہ اللہ کے ساتھ تھی ہر ضلع میں حضرت حذیفہ مناسب جنگجوؤں کی تعداد نگرانی کے لیے متعین کر دی اور آبادی کے ہر کونے میں چوکیدار مقرر کر دیے جو کہ نہایت ہی محتاط انداز پر پیش قدمی کر رہے تھے اسی طرح حضرت حذیفہ حضرت نعمان بن مقرن تک پہنچے وہاں ملے جہاں ملنے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت حذیفہ نے حضرت نعمان کو حضرت عمر ہی اللہ کا خط دیا اس میں اس واقعہ کے بارے میں حضرت حذیفہ پر نعمان کو اعتماد کرنے کا حکم تھا اب مسلمانوں کے لشکر کی تعداد میں (۳۰۰۰۰) ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔

اہل فارس نے مکمل تیاری کر رکھی تھی انھوں نے بہت ہی ہولناک انداز پر صف بندی کر رکھی تھی تعداد اور تیاری ایسی تھی کہ اس کی مثال مشکل ہے آپس میں شور وغوغا بپا تھا اتنی زیادہ تعداد تھی اور لوہے کی خار دار تار انھوں نے پیچھے بچھا رکھے تھی کہ کوئی بھاگ نہ سکے بلکہ جنگی چال چلتے ہوئے بھی راہ فرار نہ اپنائے۔ادھر حضرت نعمان بن مقرن علی نے پہلی مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا اور علم کو حرکت دی لوگوں نے یہ سن کر حملہ کی تیاری کر لی، پھر دوسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا اور علم لہرایا تو انھوں نے مزید تیاری کر لی پھر تیسری مرتبہ نعرہ تکبیر بلند کیا اور ساتھ ہی حملہ کر دیا اور دیگر مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر حملہ کر دیا تو حضرت نعمان دلی کا علم فارسیوں پر اس طرح جھپٹ رہا تھا جس طرح عقاب شکار پر جھپٹتا ہے

تلواریں ٹکرانے لگیں، ایسی جنگ کا آغاز ہوا سابقہ تاریخ میں اس کی مثال نا پید تھی اور کبھی کسی سننے والے کے کان نے ایسی ہولناک جنگ کا کھٹکا نہ سنا تھا۔

دو پہر کے بعد سے لے کر رات کی تاریکی تک کشتوں کے پشتے لگ گئے اور سرز مین نہاوند خون میں سینچ گئی جانور اس میں دھنس جاتے تھے ایک قول یہ ہے کہ امیر نعمان بن مقرن کا گھوڑا پھسل گیا وہ گر پڑے ایک تیر اچانک ان کی کوکھ میں لگا جس سے وہ شہید ہو گئے یہ کسی کو علم نہ ہوا صرف ان کے بھائی کو پتہ تھا۔ سوید یا نعیم تھے جنھیں ان کی شہادت کا علم تھا انھوں نے ان کی میت مبارک ڈھانپ دی اور ان کی موت کو خفیہ رکھا اور علم حضرت حذیفہ کو دیا لیکن حضرت حذیفہ نے حضرت نعمان کے بھائی نعیم کو ان کے قائمقام کر دیا اور حکم دیا کہ صورت حال واضح ہونے سے پہلے ان کی موت کا معاملہ پردہ خفا میں رکھا جائے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کی شکست کا خطرہ ہے۔جب رات کی تاریکی چھا گئی تو مشرک شکست خوردہ ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ تیس ہزار کافروں نے خود کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا کہ بھاگ نہ سکیں اور اپنے ارد گرد خندق کھود رکھی تھی اس طرح بھاگنے کی تمام راہیں بند کر رکھی تھیں جب انھیں شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑا تو خندق میں گرنے لگے اور وادیوں میں گم ہونے لگے تقریبا ایک لاکھ افراد اپنے شہر کی وادیوں میں گم ہو گئے اور تقریبا ایک لاکھ سے زائد افراد قتل ہوئے یہ ان کے علاوہ تھے جو معرکہ آرائی میں قتل ہوئے تھے وہی بچا تھا جو نظر بچا کر ادھر ادھر بھاگ گیا تھا۔ حضرت حذیفہ نے اس عظیم تاریخ ساز معرکہ نہاوند میں برابر شرکت فرمائی اور نعمان بن مقرن حمی اللہ کی شہادت کے بعد علم تھام لیا تھا۔اس معرکہ کا نتیجہ یہی نکلا کہ فارس والوں کو توحید کے علمبرداروں کے ہاتھوں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا یہ وہ موحد تھے جن کے دلوں میں اللہ جل جلالہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اللہ کے دین کی نصرت و حمایت کے دریا موجزن تھے اس لیے یہ غالب آئے مشرک مغلوب ہوئے۔(آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے ۔ص۔606)

حضرت عبادۃ بن الصامت کی بہادری

جب مسلمانوں نے مصر کی فتح کا ارادہ کیا تو حضرت عمر و بن العاص ایک بہت بڑا لشکر لے کر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ سر زمین مصر میں پہنچے تو دیکھا کہ مصریوں اور رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور تیاری بھی مکمل ہے۔ انھوں نے حضرت عمر رنی اللہ سے کمک کا مطالبہ کیا تو حضرت عمر علی اللہ نے یہ مطالبہ فوراً پورا کیا۔ انھوں نے لکھا تھا مجھے چار ہزار فوجیوں کیعزورت ہے حضرت عمر نے انھیں خط میں تحریر کیا کہ میں چار ہزار افراد بھیج رہا ہوں اور روانہ صرف چار آدمی کیسے تھے۔ حضرت عبادہ بھی ان چاروں میں سے ایک تھے ، کہا ان میں سے ہر آدمی ایک ہزار کے برابر ہے۔ حضرت عمرو کے قدم " ام دنین اور عین شمس میں پڑے یہ دونوں مقامات ان کی جگی قیادت کا مرکز تھے ان پر قبضہ کرنے کے بعد ، ان کے سامنے صرف بابلیون کا قلعہ باقی رہ گیا تھا اس کی جانب روانہ ہوئے اور ۲۰ھ میں اس کا محاصرہ کیا یہ دریائے نیل کے بہاؤ کے جو بن کے دن تھے۔ سات ماہ تک یہ محاصرہ طوالت پکڑ گیا کیونکہ اس شہر کی فصلیں بہت مضبوط تھیں اور عرب لوگوں کے پاس اس محاصرہ کی تیاری اس کی شایان شان نہ تھی۔

چند ماہ بعد شاہ مصر مقوقس نے دیکھا کہ مسلمان پوری جدو جہد کر رہے ہیں اور لڑائی پر صبر آزما مرحلہ سے گزرنے پر آمادہ ہیں یہ اپنے صبر و شجاعت کی بدولت قلعہ میں بھی داخل ہو سکتے ہیں وہ اور اس کی قوم کے چند افراد، وفد کی صورت میں نکلے اور روضہ کے جزیرہ میں آئے اور حضرت عمر وبی اللہ سے صلح کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ تم ہماری سرزمین میں آئے ہو اور کافی عرصہ سے اس میں ہو تم ایک معمولی سی جماعت ہو مجھے اندیشہ ہے کہ رومی تمھیں نقصان پہنچائیں گے اور تمھیں ندامت اٹھانا پڑے گی لہذا تم اپنے آدمی بھیجو، ہم ان سے بات چیت سنیں سنائیں، شاید معاملہ دونوں کی مرضی کے مطابق طے ہو جائے ۔ جب مقوقس کے ایلچی حضرت عمرو کے پاس آئے تو انھوں نے انھیں دو دن اپنے پاس رکھا۔ حتی کہ مقوقس کو خطرہ لاحق ہوا کہ انھیں قتل نہ کر دیا گیا ہو۔ اس کے بعد حضرت عمرو نے ان سے کہا ہمارے اور تمہارے درمیان گفتگو صرف تین چیزوں پر ہوگی ۔ وگرنہ نہیں۔ اسلام میں داخلہ قبول کر لو تم ہمارے بھائی رہو گے ہماری تمہاری ذمہ داری ایک ہوگی۔اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکاری ہو تو پھر اپنے ہاتھوں ذلیل ہو کر جزیہ دو۔یہ ہے لڑائی ہو گی اس وقت تک ہوتی رہے گی جب تک اللہ احکم الحاکمین ہمارے درمیان فیصلہ نہیں کرتے۔

یہ ایلچی جب شاہ مصر کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان سے مل کر بہت خوش ہوا اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا۔ ہم نے ایک ایسی قوم کو دیکھا ہے جنھیں زندگی سے زیادہ موت سے پیار ہے اور رفعت و بلندی سے زیادہ وہ تواضع چاہتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی دنیا میں نہ تو رغبت ہے نہ چاہت ہے مٹی ان کی نشست گاہ ہے انکا امیر بھی ان میں سے ایک عام آدمی کی مانند ہے ان کے کم تر اور برتر میں پہچان مشکل ہے نہ آقاو غلام کی تفریق ہے جب نماز کا وقت ہوتا ہے اسے اداء کرنے سے کوئی کبھی پیچھے نہیں رہتا۔ وہ اپنے اعضاء دھوتے ہیں اور نماز میں خشوع و خضوع میں لگ جاتے ہیں۔شاہ مصر نے جب یہ حالات سنے تو خوفزدہ ہو گیا اور اپنی قوم کو صلح کا مشورہ دیا اورمسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ وہ صلح کے بارے میں گفتگو کے لیے اپنے ایلچی بھیجیں ۔ حضرت عمرو نے دس آدمی بطور ایلچی بھیجے، ان میں حضرت عبادہ بھی تھے اور حضرت عمرو نے انھیں ہی حکم دیا کہ یہی بات کریں ۔ جب یہ مسلمان ایلچی مقوقس شاہ مصر کے پاس آئے تو حضرت عبادہ آگے بڑھے۔ تو شاہ مصر لرزہ براندام ہو گیا اور وحشت زدہ ہوا اور کہنے لگا : اس سیاہ فام کو مجھ سے دور ہٹاوو اور مجھ سے بات کے لیے کسی دوسرے کو لاؤ۔

حضرت عبادہ آگے قدم بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں میں نے بادشاہ! تیری بات کو سن لیا ہے جن ساتھیوں کو چھوڑ کر آیا ہوں وہ ہزار آدمی ہیں سارے کے سارے میرے جیسے ہی ہیں اور مجھ سے بھی زیادہ سیاہ رنگت والے ہیں اور سے بھی زیادہ گھبراہٹ افزا ہیں۔ اگر تو انھیں دیکھ لے تو اور زیادہ خوف میں مبتلا ہو جائے گا میں عمر میں ڈھل رہا ہوں پھر بھی الحمد للہ! میں اپنے دشمن کا ایک سو آدمیوں سے بھی ڈرتا نہیں۔ اگر چہ وہ اکٹھے میرے سامنے آجائیں یہی کیفیت میرے دیگر ساتھیوں کی ہے کیونکہ ہمارا مطمح نظر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے اور اس کی رضا مندی کی اتباع کرنا ہے ہمارا دشمنان اللہ کے خلاف معرکہ آراء ہونا دنیا میں رغبت کے لیے نہیں ۔ ہمیں قطعا اس چیز کی پرواہ نہیں ہوتی کہ سونے کے ڈھیر ہوں یا اس کے پاس ایک درہم بھی نہ ہو۔ ہماری دنیا میں بس اتنی ہی توجہ ہے کہ رات اور دن گزارنے کے لیے بھوک مٹانے کے لیے بقدر ضرورت کھانا کھاتے ہیں اوڑھنے کے لیے ایک چادر لیتے ہیں بس ہمارے پاس یہی کچھ ہو تو کافی ہے چاہے اور کچھ بھی نہ ہو اگر ہم میں سے کسی کے پاس سونے کے خزانے بھی ہوں تو وہ انھیں اللہ کی راہ میں اطاعت شعاری کے کاموں میں خرچ کر دیتا ہے ہاتھ میں اتنا ہی رکھتا ہے جتنی ضرورت ہے۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے کہا: کیا تم نے کبھی اس آدمی کی مانند کبھی کسی سے گفتگو سنی ہے میں اس کے منظر سے ہی ہیبت زدہ ہوا ہوں اور اس کی بات اس کے منظر سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہے۔ پھر شاہ مصر حضرت عبادہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے: اے مرد نیک! میں نے تیری بات سنی، جو تو نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق کہا ہے وہ بھی میں نے سن لیا مجھے اپنی عمر کی قسم جس مقام تک تم پہنچے ہو وہ اسی وجہ سے پہنچے ہو جو تو نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق بیان کی ہے۔ مزید کہا: تم سے لڑنے کے لیے ہمارے پاس رومیوں کی ایک جماعت روانہ ہو چکی ہے جس کی تعداد شمار سے باہر ہے وہ ایک ایسی قوم ہے جو بہادری اور سخت گیری میں مشہور ہے ان میں ایسے لوگ بھی ہیں انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی وہ کس سے ملاقات کر رہے ہیں اور کس سے لڑ رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے تمہاری کمزوری اور قلت اس قابل نہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکو۔ حضرت عبادہ نے کہا: اے بادشاہ! نہ تو خود فریب خوردگی میں آؤ اور نہ ہی اپنے ساتھیوں کو مبتلائے فریب کرو، باقی جو تم نے ہمیں رومیوں کی جماعت کا خوف دلایا ہے اور ان کی تعداد کی کثرت سے مرعوب کرنا چاہا ہے کہ ہم ان پر غلبہ نہیں پاسکتے

واللہ! نہ تو ہم ایسی باتوں سے مرعوب ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ چیز ہمیں پست ہمت کر سکتی ہے۔ ہم میں سے ہر آدمی صبح و شام اپنے رب سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت کے درجہ بلند پر فائز کریں اور واپس گھر نہ لوٹے نہ ہی اپنی زمین میں لوٹے اور نہ ہی اہل و عیال کی جانب لوٹے اور ہم میں سے ہر ایک نے پیچھے والی فکر مندی سے دامن خالی کر رکھا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اہل وعیال کو اپنے رب کے سپرد کر چکا ہے اور ایک ہی ارادہ ہے جو ہمارے سامنے مشن ہے۔ اسے پورا کرنا ہے۔اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ ہم معیشت میں تنگدستی کا شکار ہیں یہ سن لیں ہم نہایت ہی کشادگی میں ہیں اگر ساری دنیا بھی ہمارے قدموں میں ڈھیر ہو جائے جو ہم نے اپنے لیے ذخیرہ کیا ہے اس سے زیادہ لینے کے لیے تیار نہیں۔ اب معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو ارادہ ہے بتاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف تین چیزیں ہیں وہی ہم قبول کریں گے چوتھی بات نہیں ہوگی ی

یہ وہی ہیں جو ہم نے اوپر تحریر کر کے بھیجی ہیں ان میں سے جو چاہتے ہو اختیار کر لو۔ خود کو باطل میں مبتلاء نہ رکھو، میرے امیر نے جو حکم دیا ہے وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے اور انھیں امیرالمومنین نے ان کا حکم دیا ہے اور انھیں اس کا حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ حضرت عبادہ اللہ نے اس نفسیاتی جنگ کو مصر کے فرمانروا پر برپا کر دیا اور جو بھی اس کے پاس مقابلہ کی قوت تھی اسے مغلوب کر دیا اور نفسیاتی طور پر اسے رعب اور گھبراہٹ سے بھر دیا۔ جب کسی مملکت کا سپہ سالار اس حد تک پہنچ جائے اور اس کے لشکر اس اضطرابی اور ہولناکی کی کیفیت سے دوچار ہوں تو وہ معرکہ سے پسپا ہو جاتا ہے اور اپنے نے خود اپنے ہاتھوں دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس کے بعد تو ایسے ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے کہ قاتل مقتول کو ذبح کرنے میں نرمی اختیار کرے اور دھار تیز کرے تاکہ مقتول قتل کی درد کی محسوس نہ کرے۔ یعنی نفسیاتی طور علاقے پر شاہ مصر ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عبادہ ؓ کی سفارت مکمل ہوئی تو یہ حضرت عمرو بن العاص عاص کے پاس واپس لوٹے تو فتح مصر کو قریب قرار دیا جب کہ مصر کے قائد کو نفسیاتی طور پر انھوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا اور اس کے لشکروں کے بازو ریزہ ریزہ کر دیئے۔ اسی طرح ابھی یہ فیصلہ کن معرکہ میں گھسنے کی تیاری کر رہے تھے کہ روم کے ایک قلعہ پہ حملہ آور ہوں جو کہ ابھی تک قبضہ میں نہ آیا تھا۔ اچانک امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کی طرف سے ایک خط موصول ہوا اس میں تحریر تھا۔ اما بعد: میں بہت حیران ہوں کہ تم نے مصر فتح کرنے میں اتنی تاخیر کیوں کر دی ہے تم ان سے کئی سالوں سے برسرپیکار ہو، پھر بھی فتح نہیں ہو رہی۔ ضرور تم دنیا کی محبت میں اسی طرح گرفتار ہو گئے جیسا کہ تمہارا دشمن بھی اس میں مگن ہے۔ اللہ تعالی اس قوم کی مدد نہیں کرتے جن کی نیت میں صداقت نہ ہو۔ میں نے تمہارے پاس چار آدمی بھیجے تھے اور میں نے اعلان کیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک ہزار آدمی کے برابر ہے لگتا ہے ان میں بھی کچھ تبدیلی آچکی ہے۔ جب یہ میرا خط آپ کے ہاتھ لگے تو لوگوں سے خطاب کرنا اور انھیں دشمن سے لڑائی پہ آمادہ کرنا اور انھیں صبر کی اور حسن نیت کی ترغیب دینا اور ان چاروں آدمیوں کو جنھیں میں نے چار ہزار کے برابر قرار دیا ہے انھیں لوگوں کے آگے رکھنا اور سب لوگوں کو حکم دے دو کہ وہ ایسے حملہ کریں جیسے ایک آدمی حملہ کرتا ہے اور حملہ بھی جمعہ کے دن زوال کے وقت کرنا کیونکہ اس وقت رحمت اترتی ہے اور یہ قبولیت کا وقت ہے چاہئے کہ لوگ اپنے رب سے دعا کریں اور اپنے دشمن کے خلاف نصرت کا مطالبہ کریں حضرت عمرو نے امیر المومنین کا خط پڑھا اور اس منصوبہ گری میں لگ گئے اسکندریہ شہر کسی طرح فتح ہو زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہ تھی کیونکہ معرکہ آرائیوں کے درمیان، منصوبہ بندی ایک زندہ مجسمہ بن کر سامنے آچکی تھی۔ حضرت عبادہ بن صامت لا ادھر متوجہ ہوئے، اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں اسکندریہ زیر نگیں کر دیا۔

(آسمان رسالت کے درخشندہ ستارے۔ص۔843)

حضرت وحشی کی بہادری

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد نے زور پکڑا تو خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہا نے ڈٹ کر اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ ان کے بھیجے ہوئے لشکروں نے نہ صرف منکرین زکوۃ کا قلع قمع کر دیا بلکہ جھوٹے مدعیان نبوت کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا ۔ ان دشمنان اسلام میں مسلیمہ کذاب سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی سرکوبی پر حضرت خالد بن ولید کو مامور فرمایا۔ حضرت وحشی یہ سوچ کر کہ اب تلافی مافات کا موقع ہے ،حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر میں شامل ہو گئے ۔ یمامہ کے میدان میں مجاہدین اسلام اور مسیلمہ کذاب کے درمیان خون ریز لڑائی ہوئی۔ طبری کا قول ہے کہ یہ فتنہ ردہ کے سلسلے کی لڑائیوں میں سب سے سخت لڑائی تھی حضرت وحشی میدان جنگ میں مسیلمہ کذاب کی تاک میں لگے رہے۔خود ان کا بیان ہے کہ میں نے (میدان رزم میں مسلیمہ کذاب کو دیکھا کہ ہاتھ میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ چنانچہ میں اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک انصاری بھی اس کی تاک میں تھا یہ ادھر میں نے اپنے نیزے کو جنبش دیکر پھینکا جو اس کے پیٹ میں لگا ادھر انصاری نے تلوار سے اس پر وار کیا اور مسلمہ اسی وقت ڈھیر ہو گیا ۔

کہتے ہیں کہ حضرت وحشی نے نیزے سے مسیلمہ کذاب پر وار کیا یہ ہی یہ تھا جس سے انہوں نے سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ حمزہ بعد میں حضرت وحشی کہا کرتے تھے :قتلت خیر الناس في الجاهلية ثم قتلت شر الناس في الاسلام -میں نے زمانہ جاہلیت میں بہترین انسان کو قتل کیا اور زمانہ اسلام میں شریر ترین (بدترین) انسان کو)حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت وحشی شام کے میدان جہاد میں پہنچ گئے اور یرموک کی خونین جنگ میں داد شجاعت دی۔ قیاس یہ ہے کہ انہوں نے اور معرکوں میں بھی حصہ لیا ہوگا ۔ شام کی فتح کے بعد انہوں نے حمص میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں کسی وقت وفات پائی۔

حضرت وحشی بن حرب سے یہ حدیث مروی ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے۔آپ نے فرمایا کہ شاید تم الگ الگ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ، جی ہاں۔آپ نے فرمایا ، اکٹھے مل کر اللہ کا نام لے کر کھایا کرو تو کھاتے ہیں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)رضی اللہ تعالیٰ (حبیب کبریا کے تین سو اصحاب ص۔ (673

حضرت ایاس بن بکیر کی بہادری

ابن اثیر کا بیان ہے کہ مکہ میں یہ اصحاب بنو عدی بن کعب بن لوئی کے حلیف تھے۔ قبول اسلام کے بعد وہ برابر مکہ میں مقیم رہے اور مشرکین کی ستم رانیوں کا سامنا کرتے رہے۔ ہجرت مدینہ کا اذن ہونے پر حضرت ایاس اپنے بھائیوں اور اہل وعیال سمیت گھروں کو تالے لگا کر عازم مدینہ ہوئے۔ علامہ ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کو حضرت رفاعہ بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مہمان بنایا۔ کچھ عرصہ بعد رسول اکرم صلی الہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کردیا تو حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت حارثہ بن خزیمہ انصاری کا دینی بھائی بنایا۔غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شمشیر خارا شگاف بدر کے میدان میں چمکی اور یوں انہوں نے بدری صحابی ہونے کا عظیم شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ احد، احزاب، خیبر فتح مکہ، تبوک و غیرہ عہد رسالت کے تمام مشاہد میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ غرض اس مقدس دور کی کوئی سعادت ایسی نہ تھی جو انکو حاصل نہ ہوئی ہو۔

عہد رسالت کے بعد حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی سرگرمی کا سراغ نہیں ملتا۔ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ" میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ ہجری میں (بعہد خلافت امیر المومنین حضرت عثمان غنی) وفات پائی۔(حبیب کبریا کے تین سو اصحاب ۔ص۔ (76

حضرت عتبة بن غزوان کی بہادری

ابلہ شہر جدھر حضرت عقبہ بن غزوان متوجہ ہوئے تھے اور اپنا چھوٹا سا لشکر لے کر جدھر روانہ ہوئے تھے بہت محفوظ شہر تھا۔ یہ دجلہ کے کنارے پر واقع تھا۔ دجلہ وہ دریا ہے جو ترکی سے پھوٹتا ہے اور عراق تک جاری ہوتا ہے اور شط العرب میں جا گرتا ہے۔

اہل فارس نے ابلہ میں اپنے اسلحہ کے ڈپو بنا رکھے تھے۔ وہاں قلعوں پر برج بنا رکھے تھے جن میں سے دشمن کی نگرانی کر سکتے تھے وہ ان کی گھات کا کام دیتے تھے ۔ اس کے باوجود کہ یہ بڑا حساس علاقہ تھا پھر بھی حضرت عتبہ اس پر حملہ کرنے سے نہ رکے حالانکہ آدمی بھی کم تعداد میں تھے اور ہتھیار بھی بہت قلیل تعداد میں تھے۔

صرف چھ سو جنگجو آدمی تھے اور ایک چھوٹی سی جماعت خواتین کی تھی۔ حضرت عقبہ کے پاس تلواریں اور نیزے ہی اسلحہ تھا اللہ کے فضل سے اب اپنی سمجھداری استعمال کرنے کا وقت تھا۔ حضرت عقبہ نے خواتین کے لیے جھنڈے تیار کروائے اور انھیں نیزوں کی لکڑیوں پر بلند کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے چلیں اور عورتوں سے کہا جب وہ شہر کے قریب پہنچیں تو تو ہمارے پیچھے خاک اڑا تاحتیٰ کہ فضا کو خاک آلود کر دینا جب لشکر ابلہ کے قریب ہوا تو فارسیوں کا لشکر ان کے مقابلہ کے لیے آیا تو انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر تو ان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھ رہا ہے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے جھنڈے لہرا رہے ہیں اور فضا غبار آلود ہے ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ تو بڑا لشکر جرار ہے اور کافی تعداد میں ہے جو کہ دھول اڑاتا آ رہا ہے ہم تو اس کے مقابلہ میں بہت کم تعداد میں ہیں ۔فارسی مرعوب ہو گئے خوف اور ڈر ان کے دلوں میں اتر گیا اور گھبراہٹ ان پر چھا گئی اور جو وزن میں ہلکی اور قیمت میں مہنگی اشیاء تھیں وہ اٹھا کر بھاگے اور دوڑ لگاتے ہوئے جو دجلہ میں لنگر انداز کشتیاں تھیں وہاں سوار ہو گئے اور ایسے بھاگے کے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ لیکن شکست سے دو چار ہوئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افغانستان میں

اطراف فارس سے فارغ ہو کر تابعین اور بعض صحابہ پر مشتمل اسلامی لشکر خراسان یعنی افغانستان کی طرف متوجہ ہوا اور کئی شدید جنگوں کے بعد کابل اور قندھار تک فاتحانہ انداز سے پہنچ گیا۔ چنانچہ فتح کابل کے موقع پر وسط کابل میں حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت اور دیگر جہادی مسائل اور فضائل پر مشتمل تقریر فرمائی جس کا تذکرہ صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ تاریخی اعتبار سے وہاں ایک مقبرہ ہے جس میں تقریبا 72 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبریں ہیں اور کچھ فاصلے پر دو اور قبریں ہیں جن کے متعلق یہی لکھا ہے کہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہیں جو جہاد میں شہید ہو چکے ہیں۔ادھر حضرت ابن عامر نے احنف بن قیس کو " مرورود کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ نے اس علاقہ کا محاصرہ کیا علاقے کے کفار نے نکل کر سخت مقابلہ کیا لیکن لشکر اسلام نے ان کو شکست دے دی اور وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور پھر فصیل سے بلند آواز سے اس طرح اعلان کیا: اے عرب تمہارے متعلق ہمارا یہ خیال نہیں تھا، جو حال رونما ہوا۔ اگر ہم آپ کو اسی طرح (کامیاب جنگجو) سمجھتے تو ہمارا اور تمہارا کچھ اور معاملہ ہوتا (یعنی جنگ نہ کرتے) اب ہمیں مہلت دے دو اور تم اپنی چھاؤنی میں چلے جاؤ تا کہ ہم ایک دن تک سوچ لیں۔ چنانچہ ایک دن کی مہلت کے بعد مرو کے والی نے قاصد بھیجا اور صلح کی درخواست کی اور کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں ۔ ہم پورے علاقے کے لوگوں کی طرف سے آپ کو ساٹھ ہزار درہم بطور ٹیکس دیں گے۔ مگر میری ایک شرط یہ ہوگی کہ جو زمین ہے وہ میرے پاس رہے گی۔ اس کے جواب میں حضرت احنف بن قیس نے ان کے لیے امان لکھ دیا اور شریعت کے مطابق قواعد و ضوابط کا ذکر کیا اور یہ عہد لیا کہ جہاد میں حصہ لیں گے ۔ جب اہل مرو سے صلح مکمل ہوگئی تو ابن عامر تخارستان یعنی تخار کی طرف متوجہ ہوئے ۔

ادھر تخار، جوزجان، طالقان اور فاریاب کے لوگ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے اکٹھے ہو گئے اور تین مرحلوں پر تیس ہزار لوگ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگے ۔ جب یہ لوگ اس کثرت کے ساتھ میدان میں اتر آئے تو مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے ؟ بعض نے حملہ کرنے اور لڑنے کا مشورہ دیا

بعض نے مرو جانے کا مشورہ دیا، بعض نے مزید کمک منگوانے کی رائے دی۔ جرنیل اسلام احنف بن قیس نے عام لوگوں کی رائے جاننا چاہی تو لشکر اسلام کے مختلف اطراف میں رات کو گشت کیا۔ ایک خیمہ میں ایک مجاہد دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اسلامی جرنیل کو چاہیے کہ فورا کفار پر حملہ کر دیں تا کہ کفار پر رعب پڑ جائے ۔ دوسرے نے جواب میں کہا کہ لشکر اسلام نے ایسا کیا تو یہ بڑی غلطی ہوگی کیونکہ یہ صحرائی علاقے ہیں اور یہاں گہرے غار اور وادیاں ہیں ۔ دشمن کے لوگ ان علاقوں سے واقف ہیں اور مسلمان نو وارد ہیں۔ اگر ہم اندر داخل ہو گئے اور کفار نے گھیرے میں لے کر ہم پر حملہ کر دیا تو وہ ہمیں بھون ڈالیں گے اس لیے مسلمانوں کو ایسا کرنا چاہیے کہ بالائے مرغاب میں جا کر اس کے پہاڑ کے دامن میں اتر کر اس طرح پڑاؤ ڈالنا چاہیے کہ بالائے مرغاب دائیں اور پہاڑ بائیں طرف ہو۔ اس طرح ہم پر اتنے ہی دشمن حملہ کریں گے جتنے کہ ہم ہیں۔ لہذا ہم آسانی سے مقابلہ کر لیں گے۔ احنف بن قیس کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور لشکر کو تیار کرنا شروع کیا ۔ اہل مرو نے مدد کی پیش کش کی مگر احنف بن قیس نے فرمایا ہم کافروں کے مقابلہ کے لیے مشرکوں سے مدد نہیں لیتے ۔ ہاں اگر ہمیں شکست ہو گئی تو پھر اپنا دفاع کرنا۔

راوی کا بیان ہے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا کہ اتنے میں دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر شدید حملہ کر دیا اور شام تک لڑائی جاری رہی ۔ کہتے ہیں کہ احنف بن قیس رات کے وقت طالقان، فاریاب اور مرو میں مقیم مسلمانوں سے ملے اور کفار پر مشترکہ حملہ ہوا، رات بھر لڑائی جاری رہی۔ صبح کے وقت اللہ تعالی نے کفار کو شکست سے دو چار کیا ۔ اب کفار بھاگ رہے تھے اور صحابہ کرام و تابعین ان کو کاٹ رہے تھے۔ کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے ، کفار مقام مسکن تک بھاگ کھڑے ہوئے ۔

مزار شریف میں معرکہ۔

قدیم تاریخ نے مزار شریف کو بلخ کے نام سے ذکر کیا ہے ۔ احنف بن قیس کے لشکروں نے مزار شریف کا سخت محاصرہ کیا اور جب وہاں کے لوگ مقابلہ سے عاجز آگئے تو انہوں نے چار لاکھ درہم ٹیکس پر رضا مندی ظاہر کی ۔ احنف بن قیس نے مزار شریف پر ایک امیر مقرر کیا اور خود باذغیس اور ہرات کی طرف متوجہ ہو گئے ۔ چنانچہ لشکر اسلام نے انہیں فتح کر لیا لیکن وہاں سے جب عالم لشکر چل دیا تو پیچھے ہرات اور باذغیس والوں نے بغاوت کردی اور سب کے سب جرنل قارن کے ساتھ مل گئے ۔ جرنل قارن کے ساتھ ادھر ادھر کے بہت لوگ اکٹھے ہو گئے ۔ قہستان طبسین ، باذغیس اور ہرات کے چالیس ہزار آدمی قارن کے اردگرد جمع ہو گئے ۔ حضرت ابن عامر عمرہ کے لیے چلے گئے اور خراسان پر اپنی جگہ قیس بن ہیثم کو امیر مقرر کیا اور افواج اسلامیہ کے امیر حضرت عبداللہ بن حازم مقرر ہوئے ۔ عبد اللہ بن حازم کے پاس صرف چار ہزار کا لشکر تھا جس کو چالیس ہزار سے لڑانا بہت مشکل تھا۔ اس لیے آپ نے یہ تدبیر کی کہ افواج اسلامیہ میں حکم جاری کیا کہ ہر شخص ایک لاٹھی لے اور اس کے ساتھ روئی یا کپڑا باندھ لے اور پھر اس پر گھی ، تیل یا چربی وغیرہ لگا کر اس میں آگ روشن کرے۔ چنانچہ رات کے وقت لشکر اسلام نے کفار پر اچانک حملہ کیا۔ جب قارن کی فوجوں نے دیکھا تو حیران اور دہشت زدہ ہو کر رہ گئی کیونکہ وہ جدھر دیکھتی ہر طرف ان کو ایک متحرک آگ ہی آگ نظر آتی ۔ اس دہشت کے ساتھ مسلمانوں نے کفار پر سخت حملہ کر دیا ۔ جرنل قارن مارا گیا اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور مسلمانوں نے ان کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اس طرح پورے علاقے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ یہ سن 32 ہجری کا زمانہ تھا۔(صفحہ عالم پر تاریخی نقوش۔ص۔40)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین افریقہ میں

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب سن 27ھ میں عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری حکم نامہ ان کے نام جاری فرمایا کہ افریقی ممالک میں جہاد کا علم بلند کریں اور اگر آپ نے افریقہ کو فتح کر لیا تو علاقوں کے مال غنیمت میں سے آپ کو بطور تفضیل خمس الخمس" دیا جائے گا۔ یعنی مال غنیمت کے پانچویں حصے کا پانچواں بطور انعام آپ کو ملے گا یہ انعام نکالنا امام المسلمین اور امام الحرب کی طرف سے شرعاً جائز ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا ہے جو مودودی صاحب کی علمی اور فنی غلطی ہے، راقم)۔بہر حال حضرت عبداللہ بن ابی سرح نے دس ہزار مجاہدین کو ساتھ لیا اور شدید جنگوں کے بعد افریقہ کے میدانی اور صحرائی علاقے فتح کیے۔ کفار کے مقتولین کے ڈھیر لگ گئے اور باقی ماندہ نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا اور اخلاص کے ساتھ اسلام پر برقرار رہے۔ عبد اللہ بن ابی سرح نے اپنا انعام وصول کیا اور بقیہ مال غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کیا اور بیت المال کا حصہ مرکز کی طرف بھیج دیا۔ مجاہدین کے ہر شہوار کو تین ہزار دینار اور پیدل کو ایک ہزار دینار ملے ۔ البدایہ والنہایہ" نے لکھا ہے کہ مجاہدین نے کفار کے کمانڈر انچیف کے ساتھ دولاکھ میں ہزار دینار پر صلح کر لی کہ یہ مال تم مرکز اسلام کو دو گے، اس نے قبول کر لیا۔ البدیہ والنہایہ ج 7 ص (157

جب افریقہ فتح ہو گیا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے دو کمانڈروں کے نام خط لکھا کہ تم فوراً اندلس میں سمندر کی طرف داخل ہو جاؤ، نیز قسطنطنیہ بھی سمندر کی طرف سے فتح ہو سکتا ہے۔ اگر تم نے اندلس کو فتح کیا تو اس کے بعد جو لوگ قسطنطنیہ کو جس وقت بھی فتح کریں گے تم ان کے ثواب میں شریک رہو گے ۔ " (والسلام)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قبرص میں

سن 28 ہجری میں لشکر اسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جزیرہ قبرص کو فتح کیا یہ جزیرہ سرزمین شام کی مغربی جانب بحر روم کے ساحل میں واقع ہے اس جزیرہ کا ایک حصہ دمشق کے قریب تک جا پہنچا ہے۔ یہ عمدہ جزیرہ ہے جس میں طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہ کے مبارک جہاد سے یہ جزیرہ فتح ہوا تھا۔ اس فتح کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی بھی تھی ۔ احادیث میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے: " حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ کے ہاں استراحت فرمارہے تھے۔ آپ جب بیدار ہوئے تو آپ مسکرار ہے تھے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ خواب میں دکھائے گئے جو سمندر کی موجوں میں سوار ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کر رہے ہیں ۔ وہ بادشاہوں کی طرح لگ رہے ہیں جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے انہی میں سے بنا دے۔ آپ نے فرمایا کہ تم انہی میں سے ہوگی ۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے زمانہ میں قبرص پر جہاد شروع ہوا تو حضرت ام حرام اس میں گئی تھیں اور واپسی میں سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔ غزوہ قبرص کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بار بار قبرص پر حملہ کی اجازت مانگی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ علاقہ مشکل ہے میں لشکر اسلام کو اس تکلیف میں نہیں ڈال سکتا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اجازت مانگی ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری کشتیوں اور جنگی بحری بیڑے کا اہتمام و انتظام کیا اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ جزیرہ قبرص کی طرف متوجہ ہوئے ۔

خدا کی شان دیکھیے کہ جزیرہ قبرص پر جس طرف سے حضرت معاویہ نے حملہ کیا اور آگے بڑھنے لگے تو دوسری طرف سے حضرت عبداللہ بن ابی سرح کی فوج نے قبرص پر حملہ کیا ہوا تھا۔ دونوں طرف لشکر اسلام نے لشکر کفار کو ایسے نرغے میں لے لیا کہ اب ان کا بچنا محال ہو گیا ۔ بڑی مخلوق ہلاک ہو گئی اور بے شمار لوگ گرفتار ہو گئے ۔ بے انتہاء اموال غنائم ہاتھ آئے اور پورا علاقہ فتح ہو گیا جب قبرص کے قیدیوں کو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ اسلام کی اس عظیم الشان فتح پر روتے ہیں حالانکہ یہ خوشی کا موقع ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ذرا سوچو تو ہی یہ لوگ ایک طاقتور امت سے تعلق رکھتے تھے ۔ انہوں نے اللہ تعالی کے دین اور اس کی اطاعت کو ترک کر دیا تو اللہ تعالٰی نے ان کو قید و بند کی ذلتوں میں ڈال دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل قبرص پر

سالانہ سات ہزار دینار کا ٹیکس مقرر کیا اور وہاں سے واپس آگئے۔ سمندری جہاد کی ابتداء حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات اور کارناموں میں سے ہے۔(صفحہ عالم پر تاریخی نقوش ۔ص۔48)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قسطنطنیہ میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب مکمل طور پر خلافت سونپی گئی تو آپ نے اہل قسطنطنیہ کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا اور مضبوط لشکر کو اس طرف روانہ کیا جس نے کامیاب کارروائی کر کے قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے متعلق بھی پیشین گوئی اور بشارت فرمائی تھی۔ اسی غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں شریک ہوئے تھے اور وہیں پر فوت ہوئے اور وہیں پر آپ کی قبر ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان غزوات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے بعد کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی یا بے ادبی کرے۔ نیز حضرت ابوایوب انصاری کے اس تاریخی جہادی سفر کو کوئی اور رنگ دینا بھی مناسب نہیں۔ نیز خواہ مخواہ یزید کی قدر و قیمت بڑھانے کے لیے اس بشارت سے استفادہ کرنا بھی مناسب نہیں ۔ کل کا پارسا اگر آج بگڑ جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو بگڑا ہوا نہ کہو۔(صفحہ عالم پر تاریخی نقوش ۔ص۔48)

طارق بن زیاد کی بہادری

مسلمانوں نے جب شمالی افریقہ کی بر بر قوم پر فتح پالی اور بربر کے لوگ سن 81 ہجری میں مکمل طور پر اسلام کے جھنڈے تلے آگئے تو انہی لوگوں میں زیاد نام کا ایک شخص بھی تھا جو اسلام کا بڑا مشہور جرنیل بن گیا تھا اور موسیٰ بن نصیر کا دست راست تھا۔ موسیٰ بن نصیر نے ان کو منہ بولا بھائی بنالیا اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے طارق بن زیاد کی دیکھ بھال اور تربیت بھی کی ۔ آٹھویں صدی عیسوی میں اندلس پر عیسائیوں کی حکومت تھی جس میں ہر قسم کی عیاشی اور بدانتظامی موجود تھی ۔ عیسائی پادری حقیقت میں اندلس کے حکمران تھے، پھر ایک انقلاب کے ذریعہ پادریوں کا اثر کم ہو گیا اور ان کے ہاتھ سے حکومت نکل کر عیسائی بڑھے، تجربہ کار فوجی افسر راڈرک کے ہاتھ چلی گئی مگر رسم و رواج کے مطابق راڈرک بھی عیاشی پر اتر آیا اور اس نے شاہی محل کی ایک داشتہ لڑکی سے منہ کالا کیا۔ اس جبری فعل سے لڑکی کے باپ کاؤنٹ جولین کی غیرت بیدار ہو گئی۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا کہ اب راڈرک کی حکومت کا تختہ الٹ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ اس نے مشہور اسلامی جرنیل موسیٰ بن نصیر سے رابطہ کر کے ہر قسم کی رہنمائی اور مدد کا وعدہ کرکے راڈرک پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ اقصائے مغرب اور اکثر افریقی ممالک کی فتوحات میں موسیٰ بن نصیر نے بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ ان کے والد نصیر کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جبل جلیل سے مسلمانوں نے قید کر لیا تھا ، پھر وہ مسلمان ہو گئے ۔ اس کے بیٹے کا نام موسیٰ تھا۔

یہ ایک مدبر سپاہی اور جنگ آزمودہ جرنیل تھے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبرص پر حملہ کر کے فتح کیا اور پھر وہاں پر کئی جنگی قلعے بنا دیے جیسے قلعہ ماحوصہ، قلعہ بانس وغیرہ ۔ انہوں نے رابط کی فتوحات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ایک زمانہ میں انہوں نے عراق کی وزارت کو بھی سنبھال لیا تھا مرو ریہ مصر میں بھی رہ چکے تھے۔ پھر جب ولید بن عبد الملک نے ان کو افریقی ممالک کا امیر الحرب بنا کر بھیجا تو انہوں نے بہت سے افریقی شہروں کو فتح کیا۔ اندلس کی فتح بھی انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جب مغرب کی فتوحات کے بعد موسیٰ بن نصیر دمشق کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ساتھ بادشاہوں کے بیٹے بطور خادم میں افراد پر مشتمل تھے۔ یہ لوگ انتہائی شاندار ہیں اور زیب وزینت کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن داخل ہوئے ۔ ولید بن عبد الملک خطبہ جمع دے رہے تھے مگر حیران ہوئے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کسی عجیب شان میں ہیں ۔ جب تعارف ہوا تو آپ نے دیر تک اللہ کا شکر ادا کیا اور موسیٰ بن نصیر کی تعریف کی ۔ موسیٰ بن نصیر نے کہا کہ میرے ساتھ چالیس ہزار ایسے قیدی ہیں جو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہیں۔ یعنی کل قیدی دو لاکھ ہیں تو لوگ ان کو بے وقوف سمجھنے لگے مگر جب معلوم ہوا کہ یہ سچ ہے تو لوگ حیران ہو گئے کہ اتنے قیدی تاریخ میں کبھی مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آئے ۔ قیدیوں کے علاوہ جو غنائم نقد اور جواہرات کی صورت میں تھے اس کا حساب لگانا کسی کے بس کی بات نہیں ۔موسیٰ بن نصیر نے امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے نام ایک خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ میں اسپین پر حملہ کرنا چاہتا ہوں ۔ ولید نے جواب میں لکھا ہے کہ اپنے جاسوسوں کے ذریعہ تمام احوال معلوم کر کے پھر احتیاط سے کارروائی کرو ۔ موسیٰ بن نصیر نے ایک کمانڈر سن 91ھ میں اس طرف روانہ کیا۔ اس نے تمام احوال آکر بیان کیے۔ اس کے بعد موسیٰ نے ایک دوسرے کمانڈر طارق بن زیاد کو سات ہزار کا لشکر دے کر روانہ کیا کاؤنٹ جو تین بھی ساتھ تھا اور لشکر اسلام کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل اندلس کے ایک پہاڑ پر اتر کر مورچہ زن ہوا اس پہاڑ کو عربی میں جبل الطارق سے پہچانا جاتا ہے۔ ۔

جبکہ انگریزوں نے اسلامی تاریخ مسخ کرنے کے پیش نظر اس پہاڑ کو جبرالٹر کا نام دیا۔ لشکر اسلام جب وہاں پہنچا تو وہاں کی مقامی گاتھ قوم کے سردار سے اچانک لڑائی ہوئی مگر گاتھ قوم نے شکست فاش کھائی۔
اس کے بعد گاتھ قوم کے سردار نے راڈرک کو اس طرح خط لکھا:
بادشاہ سلامت! ہمارے ملک پر اچانک ایک ایسی قوم نے حملہ کیا ہے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ آیا زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اتر آتے ہیں۔راڈارک کوجب علوم ہوا کہ مسلمانوں نے اس کے علاقے پر حملہ کر دیا تو وہ جل بھن گیا اور فوراً تمام مصروفیات کو چھوڑ کر ایک لاکھ تازہ دم فوج کو لے کر میدان میں نکل آیا۔ شاہی خاندان سے نوعمر شہزادے اور شہر سے جاگیردار وڈیرے اور چودھری اور ان سے بیٹے کثیر تعداد میں راڈرک کے ساتھ تھے۔ طارق بن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ راڈرک ایک لاکھ فوج کے ساتھ میدان میں اتر آیا ہے تو آپ نے ایک شاندار خطبہ دیا۔ بڑی صفائی اور حکمت کے ساتھ مجاہدین کو حکم دیا۔ جتنے جہاز ہم ساتھ لائے ہیں ان کو خود جلا دو۔ ایک سپاہی نے کہا کہ دشمن سامنے ہے اور سمندر پیچھے ہے اور اگر شکست ہو جائے تو بھاگنے کی صورت کیا ہوگی؟ طارق نے کہا کہ ہم بھاگنے کے لیے نہیں بلکہ جم کر لڑنے کے لیے آئے ہیں

طارق نے جب اسپین کے ساحل پر اپنے سفینے جلا ڈالے تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ تمہارا یہ عمل از روئے عمل سراسر غلط ہے۔ ہم اپنے وطن سے دور ہیں، ان کشتیوں کو آگ لگانے کے بعد ہم وہاں کس طرح پہنچیں گے؟ سب کا ترک کرنا شریعت اسلامی میں کہاں جائز ہے؟ یہ سن کر طارق ہنسا اور اپنے ہاتھ تلوار پر رکھ کر بولا ہر ملک جو ہمارے خدائے بزرگ و برتر کا ملک ہے وہ ہمارا ہی ملک ہے)
اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ راڈرک ایک لاکھ فوج لے کر مقابلہ کے لیے ایسی شان و شوکت سے آیا گویا وہ ساحل سمندر پر پکنک منانے آرہا ہے۔ ڈھول باجے بج رہے تھے، قہقہے لگائے جارہے تھے، قدم قدم پر میکدے سجائے جارہے تھے،

راڈرک کے تخت کے کناروں پر سونے چاندی اور جو برات لکھے ہوئے تھے اور راڈرک گلے میں جو ہرات کے ہار سجا کر فوجیوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا ، امراء و مصاحبین رنگا رنگ مظاہرے دکھا رہے تھے ۔ نمائشی تلواریں فضا میں لہرائی جارہی تھیں ۔ گھوڑوں کے نعل سونے چاندی سے سجائے جارہے تھے۔ ہرامیر اور ہر نواب کے خیمے قرینے سے الگ الگ نصب کیے جارہے تھے اور سب کے سب اپنے اپنے خیموں میں طرح طرح کے مزے اڑا رہے تھے ۔ خیموں سے چھن چھن کی آواز کے ساتھ گیت گائے جارہے تھے۔ دونوں فوجوں کو دیکھ کر ایسا نظر آرہا تھا کہ ایک اپنی دولت و ثروت اور شان و شوکت کی نمائش کرنے آئی ہے اور دوسری یہ سمجھانے آئی ہے کہ جب کسی قوم کا معیار گر جاتا ہے تواسکو نہ جواہرات بچا سکتے ہیں اور نہ سونے کے ڈھیر ۔مادی اور روحانی اعتبار سے دونوں فوجوں کا موازنہ اس طرح کیا جارہا تھا ایک طرف خیموں سے چھناچھن کی آوازیں آرہی تھیں تو دوسری طرف نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں ۔ ایک طرف جام سے جام ٹکرائے جارہے تھےتودوسری طرف

سجدوں میں پڑے ہوئے سر فتح اور نصرت کی دعائیں مانگ رہ ہے تھے۔ ایک طرف ساغر اور اہل محفل جھانک کر ناز و نخرے دکھا رہے تھےتو دوسری طرف خداسے آسرا لگائے ہوئے چند درویش تپتی ہوئی مٹی پر سجدے کر رہے تھے۔ ایک طرف موتی جواہرات سے کمی ہوئی تلواریں ہوا میں لہرائی جارہی تھیں تودوسری طرف بےنیام زنگ آلود تلواریں پتھروں پر رگڑ رگڑ کر تیز کی جارہی تھیں ۔ ایک طرف چاندی سے ڈھکے ہوئے نعل والے گھوڑے ہنہنا رہے تھے تو دوسری طرف کچھ خدا مست ملنگ پاؤں میں لیتڑے لیے جارہے تھے۔ یہ منظر کئی دنوں تک رہا۔ آخر وہ دن آیا جس میں تاریخ کی سب سے بڑی جنگ بحر محیط کے ساحل پر لڑی گئی

جبل طارق پر پہنچ کر طارق بن زیاد نے ایک مبارک خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کے ساتھ تشریف فرما ہیں ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تلواریں لٹکائے ہوئے ہیں اور کندھوں پر کمانیں چڑھائے ہوئے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طارق بن زیاد سے فرمارہے ہیں طارق اسی شان سے قدم بڑھاتے چلو اور مسلمانوں سے نرمی سے پیش آیا کروں اور اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اندلس میں داخل ہوئے اور طارق اس مقدس جماعت کے پیچھے پیچھے آئے۔جب وادی بکہ میں دریائے گر اڈلٹ کے کنارے دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو طارق بن زیاد نے ایک پر اثر تقریر فرمائی ۔اے مسلمانو ! میدان جنگ سے اب بھاگنے کی کوئی صورت نہیں تمہارے سامنے دشمن کا وسیع ملک اور بزدل فوج ہے اور پیچھے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ خدا کی قسم صرف ثابت قدمی ہی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر ثابت قدمی ہوگی تو تعداد کی کمی کی وجہ سے تم کو نقصان نہیں پہنچ سکتا اور سستی اور بزدلی کے ساتھ کثیر فوج بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی ۔ اے مسلمانو امیرے پیچھے رہو ۔ جب میں حملہ کروں گا تو تم جم کر حملہ کرو اور اس مغرور راڈرک کو غرور کا مزہ چکھا دو ۔ اگر میں مارا جاؤں تو تم بز دل نہ بنو اور حوصلہ نہ ہارو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے ۔ اے مسلمانو! ذلت کی زندگی پر راضی نہ ہونا۔ اللہ تعالی نے جہاد، محنت و مشقت اور جفاکشی کے اندر تمہارے لیے جو دنیا کی عزت و شہادت اور آخرت کا ثواب رکھا ہے اس کی طرف آگے بڑھو اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہیں۔طارق بن زیاد کی لمبی تقریر سے یہ چند جملے میں نے نقل کیے ہیں جو ہر مسلمان نوجوان کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ آگے بڑھو اور کفر پر چڑھ کر بڑھے چلو ۔ کفار نے مسلمانوں کی تاریخ بھی مٹا ڈالی ہے اور تاریخی ناموں کو بھی مٹا دیا ہے۔ چنانچہ لفظ شام کو سوریا اور پھر سیریا میں تبدیل کر دیا۔ حبشہ سے تاریخ اسلام وابستہ تھی اس کو ایتھوپیا کے نام سے تبدیل کر دیا۔ قسطنطنیہ کو استنبول کہہ دیا ، جبل طارق کو جبرالٹر کہہ دیا اور اندلس کو ہسپانیہ۔ تاریخی مقامات کے ناموں کو مسخ کر کے رکھ دیا تاکہ کوئی مسلمان اپنی عزت و عظمت سے آگاہ نہ ہو اور وہ اپنے شاندار ماضی کی طرف رجوع نہ کرے۔

طارق بن زیاد کی تقریر کے بعد مجاہدین نے جوش و خروش سے رات جاگ گزاری اور صبح کا سپید نمودار ہوتے ہی جنگ کا طبل بجایا گیا۔ یہ 27 رمضان سن 92 ہجری مطابق 19 جولائی سن 711 کی یادگار تاریخ تھی۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو مسلمان روزے سے تھے مگر ڈٹ کر لڑے، دشمن نے بھی شجاعت کے جوہر دکھائے مگر جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ دونوں فوجوں نے مورچوں میں رات گزار دی اور صبح ہوتے ہی پھر دونوں فوجیں آپس میں بھڑ گئیں۔ مگر آج بھی جنگ کا فیصلہ نہیں ہو سکا چنانچہ سات دن تک اسی طرح گھمسان کی لڑائی جاری رہی۔ جب آٹھواں دن طلوع ہوا تو طارق بن زیاد نے کہا کہ آج فیصلہ کن جنگ ہوگی اور ان شاء اللہ ہم ضرور جیتیں گے۔ چنانچہ طارق بن زیاد اپنے مخصوص لڑا کو دستے کے ساتھ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ راڈرک پر حملہ آور ہوئے۔ اس کے محافظ دستے کو کاٹتے ہوئے طارق، راڈرک کے تحت رواں تک پہنچ گئے اور بغیر کسی تاخیر کے راڈرک کے سینہ میں ایسا نیزہ مارا جو سینہ کے جواہرات کو چھیدتا ہوا پشت کی طرف جا نکلا۔ خون کا فوارہ ابل پڑا جس نے راڈرک کے ریشمی لبادے کو رنگین بنادیا۔ اس کی گردن لٹک گئی اور تاج سر سے نیچے آ گرا۔

تاریخ اندلس کے مصنف نے اس جنگ کا دلچسپ منظر پیش کیا ہے، ملاحظہ ہو: راڈرک نے میدان جنگ میں فوج کی صفیں درست کیں مگر وہ فوج کے اندرونی حالات سے بے خبر تھا کہ گا تھ شہزادوں نے قلبی طور پر جنگ نہ لڑنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے میمنہ و میسرہ پر ان ہی گا تھ شہزادوں کو رکھا اور قلب کی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ وہ دو گھوڑوں کے تخت رواں پر سوار موتی، یاقوت اور زبرجد سے مرصع چتر شاہی کے نیچے قیمتی لعل و جواہر سے مزین لباس میں ملبوس تھا۔ اس کے جلو میں مسلح پاسبان اور زرق برق لباسوں اور خیرہ کن ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ جاگیردار اور لیڈ رصف آرا تھے۔ ادھر طارق بن زیاد اپنی فوجوں کے ساتھ آگے آگے تھے۔ لشکر اسلام کے سپاہی زرہیں پہنے ہوئے، سفید عمامے سروں پر باندھے، ہاتھوں میں عربی کمانیں لیے کمروں میں تلواریں لٹکائے اور بغلوں میں نیزے دبائے نظر آرہے تھے۔ اسپینی لشکر کے طرف سے حملہ کی ابتداء ہوئی مسلمان بھی آگے آئے اور ایک دم گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔

دونوں طرف کی مادی اور روحانی حیثیتوں میں بڑا فرق تھا۔ ایک طرف ایک لاکھ انسانوں کا جنگل تھی جو یہ ہر طرح کے اسلحہ سے لیس تھے اور ملک کے مشہور بہادر اپنے خصوصی دستوں اور پہلوانوں کے ساتھ میدان میں موجود تھے ۔ چست و چالاک اور چاق و چوبند لشکر اپنے علاقے اور اپنی سرزمین پر تمام سہولتوں کے ساتھ لڑائی کے لیے حاضر تھے۔

سامان رسد کا سارا ان نظام حکومتی سطح پر تھا اور شہنشاہ خود فوج کی کمان سنبھالے ہوئے میدان میں موجود تھا۔دوسری طرف صرف اور صرف بارہ ہزار پردیسی مسلمان کھڑے تھے جو نہ اچھا اور قیمتی اسلحہ رکھتے تھے اور نہ سواری کے لیے زیادہ گھوڑے تھے۔ ان کو خوراک کے لیے اگر کچھ حاصل کرنا تھا تو وہ بھی اپنے دشمن سے چھین کر لینا تھا۔ ان نو وارد مسلمانوں کے لیے راستے بھی اجنبی اور نا معلوم تھے اس لیے دشمن کو کاٹ کر اپنا راستہ بنانا تھا۔ واپسی سے نفرت کر کے انہوں نے اپنی کشتیاں بھی جلا ڈالی تھیں۔ اس لیے وہ ہمت و استقلال کے ساتھ دشمن کے سامنے آہنی دیوار بن کر اس عزم کے ساتھ کھڑے تھے کہ یاوہ اس جزیرہ کے مالک بن کر رہیں گے یا اسی جگہ جام شہادت نوش کر کے یہیں سے قیامت کے دن اٹھیں گے۔ اس عزم کے ساتھ بارہ ہزار سر بکف مجاہدین نے ایک لاکھ ٹڈی دل فوج پر حملہ کر دیا اور دشمن کی فوج کے میمنہ میسرہ کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ مگر راڈرک قلب لشکر میں اب بھی ڈٹ کر فوج کو لڑا رہا تھا 27 رمضان سے 5 شوال تک مسلسل آٹھ دن تک یہ جنگ جاری رہی ۔مگر طارق بن زیاد کے ایک فیصلہ کن حملہ نے اس کا فیصلہ کر دیا ۔ طارق نے قلب لشکر کی طرف اپنا گھوڑا بڑھایا اور لشکر اسلام کے جانبازوں سے کہا کہ میرے پیچھے آؤ ۔ سب سے پہلے طارق نے راڈرک کے مسلح گارڈ کو نشانہ بنایا اور پھر نعرہ تکبیر بلند کر کے کہا کہ لو مسلمانو ! یہی راڈرک کفر کا بادشاہ ہے ۔ مسلح گارڈ مارا جا چکا تھا اور اب راڈرک کی باری تھی مگر وہ بھاگنے لگا ۔ طارق بن زیاد نے اس کا تعاقب کیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ طارق نے ایک زور دار تلوار کے حملہ سے اسے قتل کر دیا

اور بعض لکھتے ہیں کہ راڈرک نے بھاگتے دریا میں چھلانگ لگائی اور اپنی زندگی کا خاتمہ خود کر دیا۔دریا کے کنارے اس کا سفید گھوڑا پوری زینت کے ساتھ کھڑا تھا مگر دلدل میں پھنسا ہوا تھا ۔ وہیں پر راڈرک کا ایک موزا ملا جس پر سونا چڑھا ہوا تھا اور موتی و یاقوت وزبرجد ٹکے ہوئے تھے ۔ اب تاریخ دھارا بدل چکی تھی اور بارہ ہزار سرفروش مجاہدین نے ایک لاکھ کفار کو عبرتناک شکست دے دی تھی۔ اب مسلمانوں کے گھوڑے کفار کی فوج کے امراء اور اورپادریوں کی لاشیں روند رہے تھے ۔ جواہرات کے ہار ٹوٹ کر بکھرے پڑے تھے رسیاں مسلمانوں کے باندھنے کے لیے لائے تھے وہ اب خون میں سانپوں کی طرح بہہ رہی تھیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس لڑائی میں کفار کے پچاس ہزار لوگ مارے گئے تھے۔ تیس ہزار قیدی بنے ہوئے تھے اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے تین ہزار خوش قسمت جوان جام شہادت نوش کر کے درجات عالیہ پر فائز ہوئے۔

کفار نے اموال غنیمت میں اسلحہ و جواہرات ور خوردونوش اور سونے وچاندی کے جو خزانے چھوڑے تھے اس کا تذکرہ کرنا آسان نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ معرکہ گر اڈلٹ اندلس کی فتوحات کے لیے اور اسپین کے پایہ تخت کے لیے سنگ میل ثابت ہوا۔ سچ ہے:من عهد عاد كان معروفا لنا اسر الملوك و قتلها وقتالها۔ مومن ہیں مجاہد ہیں بہادر ہیں نڈر ہیں اسلام کی عظمت کے لیے سینہ سپر ہیں ساحل اندلس پر جب حق و باطل کا معرکہ لشکر اسلام نے جیت لیا تو طارق بن زیاد نے کاؤنٹ جولین کے مشورہ پر اسپین کے اہم مقامات پر چار طرف سے حملہ کر دیا۔ آپ نے فوج کا ایک حصہ غرناطہ کی طرف بڑھا دیا اور فوج کا دوسرا حصہ قرطبہ پر حملہ آور ہو گیا اور فوج کے تیسرے حصے نے مالقہ پر چڑھائی کی اور چوتھا حصہ خود طارق بن زیاد نے اپنے ساتھ لے کر اندلس کے پایہ تخت طلیطلہ کی طرف بڑھا دیا ۔ مگر وہاں کے لوگ ڈر کے مارے پہلے سے ہی شہر کو خالی کر کے بھاگ نکلے اور تمام دولت کو اپنے ساتھ لے گئے

طارق بن زیاد کی پیش قدمی ابھی جاری تھی کہ موسیٰ بن نصیر اپنے ساتھ پانچ ہزار کا لشکر لے کر اندلس پہنچے تا کہ مسلمانوں کی تھکی ہوئی فوج کی مدد ہو سکے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے آکر قرمونہ شہر پر حملہ کر دیا۔ یہ شہر اندلس میں سب سے زیادہ مضبوط مقام تھا۔ قرمونہ کو جب مو موسیٰ بن نصیرنے فتح کر لیا تو اس کے بعد آپ نے اشبیلہ کا رخ کیا۔ اشبیلہ ایک تاریخی اور قدیم شہر تھا۔ لشکر اسلام نے اسے بھی فتح کر لیا اور فتح اشبیلہ کے بعد موسیٰ بن نصیر نے بطلیموس کے مشہور شہر ماروڈ کا رخ کیا، یہ شہر قلعہ بند تھا۔ بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد لشکر اسلام نے اسے فتح کیا ۔ ماروہ کی فتح کے بعد موسیٰ بن نصیر طلیطلہ کی طرف چل پڑے۔ کچھ سفر کر کے آپ نے دیکھا کہ آگے سے طارق بن زیاد اپنے لشکر اسلام کے ساتھ آ رہے ہیں۔ طارق نے اپنے محسن اور اپنے قائد موسیٰ بن نصیر کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور مجاہدین نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ علیک سلیک کے بعد مجاہدین پھر اپنے اپنے ہدف کی

طرف روانہ ہوئے اور طلیطلہ سے سر تو نہ تک اسپین کے سارے علاقے فتح کیے جن کے اہم مقامات کے نام یہ ہیں بلنسیہ، مرسیہ، طلیطلہ، اشبیلیہ، قرمونہ، غرناطہ حمراء، مالقہ بسطہ ۔سقوط اندلس کے موقع پر اس وقت کے ایک عالم نے ایک درد ناک قصیدہ پڑھا ہے جس میں ان جگہوں کے نام انہوں نے ذکر کیے ہیں۔

محمد بن قاسم کی بہادری

محمد بن قاسم عرب کے مشہور قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ قبیلہ عرب میں چالا کی اور بہادری میں مشہور تھے ۔ محمد بن قاسم ثقفی نے بہادری میں اس قبیلہ کا نام مزید روشن کیا اور فاتح سندھ مشہور ہوئے اور ان کا فاتحانہ طوفانی جہادی سفر ملتان تک جاری رہا،قصہ یوں پیش آیا کہ سری لنکا سے 712 ء کو ایک جہاز خلیج کی طرف چل پڑا، جس میں عرب تاجروں کے ہاں بچے بھی تھے اور کچھ حاجی بھی تھے اور اس وقت کے امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے لیے چھ تحفے تحائف بھی تھے۔ یہ جہاز جب سندھ کے علاقہ دیبل پہنچا تو یہاں ڈاکوؤں کے ایک منظم گروپ نے اس پر حملہ کر دیا جو در حقیقت حکومت ہی کے لوگ تھے ۔ انہوں نے مال لوٹ لیا اور عورتوں بچوں کو قیدی بنالیا۔ ان میں ایک مسلمان خاتون نے غائبانہ فریاد کر کے کہا اے حجاج ! تم کہاں ہو، ہماری مدد کرو ۔ جب یہ فریاد رات کے وقت حجاج تک پہنچی تو انہوں نے فورا کہا " لبیک یا بنتی (میری بیٹی میں مدد کے لیے حاضر ہوں) یہ کہکر رات بھر حجاج بن یوسف غم سے پیچ و تاب کھاتا رہا اور دنیا کے نقشہ پر سندھ کو تلاش کرتا رہا۔ جب ان کو سندھ کا علم ہوا تو انہوں نے اس جگہ پر بطور نشان تیر چھبوادیا اور سندھ پر فوج کشی کا عزم کیا۔ ی خاتون کی فریاد کو بھول نہ سکا اور اس نے اپنے دو جرنیلوں کو سندھ کی مہم پر بھیجا مگر جب خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تو حجاج نے اپنے جواں سال بھتیجے محمد بن قاسم کو اس مہم پر بھیجا۔ محمد بن قاسم کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی مگر آپ کی رگ وریشہ میں ایک غیور مسلمان اور عربی نوجوان کا خون دوڑ رہا تھا ۔ بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر محمد بن قاسم خشکی کے راستے مکران سے ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور اپنا بھاری جنگی ساز و سامان ایک بحری جہاز کے ذریعے روانہ کیا کیونکہ

سب سے پہلے محمد قاسم نے سندھ کے علاقہ قنز پور کی طرف بڑھ کر اسے فتح کر لیا اور پھر ار ما بیل کو فتح کر کے دیبل کی طرف بڑھنے گئے۔ دیبل کے لوگوں نے اپنے شہر کے دفاع کے لیے سر توڑ کوششیں کیں مگر محمد بن قاسم نے شہر کے ارد گرد جنگی جھنڈے گاڑ دیے اور خندقوں میں منجنیق نصب کر دی اور بلند جگہوں پر تیراندازوں اور نیزہ بازوں کو تعینات کر دیا۔ ایک منجنیق اتنی بڑی تھی کہ پانچ سو آدمی اس کے وزنی پتھر کو چلاتے تھے۔ کئی ماہ تک شدید جنگ ہوتی رہی مگر شہر فتح نہ ہو سکا۔ پھر حجاج بن یوسف نے فرمان جاری کیا کہ اس شہر کے بالکل وسط میں دیول نامی ایک بڑے بت کو نشانہ پر لیا جائے۔ لشکر اسلام نے جب اس قلعہ شکن منجنیق سے دیول بت کو بھاری پتھروں سے مارا تو اس کا گنبد ٹوٹ گیا اور لوگ افرا تفری کا شکار ہو گئے۔ محمد بن قاسم کے بعض سر فروش سپاہی جان کی بازی لگا کر بلند کمند کے ذریعہ سے شہر کی فصیل پر چڑھ گئے۔ شہر والے گھبرا کر بھاگ گئے اور راجہ داہر کا حاکم بھی بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے دیبل کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد آس پاس کے لوگ گھبرا کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے اور نیرون وغیرہ علاقے اسلامی جھنڈے کے نیچے آگئے۔ اس کے بعد محمد بن قاسم سیستان کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر بہروچ کا علاقہ راستے میں تھے جہاں راجہ داہر کا بیٹا بجرا حکمران تھا مگر وہاں کے رہنے والے بدھ مت مذہب کے پیروکار تھے جنہوں نے جنگ سے نفرت کا اظہار کیا اور راجہ داہر کے بیٹے سے کہا کہ ہم کو عربوں سے ٹکرا کر تباہ نہ کرو۔ چنانچہ بجرا یہاں سے بھی بھاگ کر سیستان کی طرف چلا گیا مگر محمد بن قاسم نے سیستان کا بھی مکمل محاصرہ کر لیا۔ سیستان کے باشندوں نے بجرا سے کہا کہ جنگ بندی کرو کیونکہ ہم عربوں سے نہیں لڑ سکتے۔ بجرا نے بات سنی ان سنی کر دی اور جنگ جاری رکھی۔

شہر کے لوگوں نے محمد بن قاسم کو خط لکھا کہ شہر کے لوگ بجرا کے ساتھ نہیں ہیں اور اس کی قوت بالکل کمزور ہے۔ یہ سن کر محمد بن قاسم نے سیستان پر حملہ تیز کر دیا اور ایک ہفتہ کی لڑائی کے بعد سیستان فتح ہو گیا۔ بجرا وہاں سے ایک قریبی ریاست سیسم کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں کا حاکم راجہ داہر کے ماتحت تھے، جس کا نام کا کا تھا۔ سیستان کے نظم و نسق سنبھال کر محمد بن قاسم سیسم کی طرف کا کا کو دبانے کے لیے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ سیسم کا حاکم کا کا اگر چہ مسلمانوں سے بوجہ خوف لڑنا نہیں چاہتا تھا مگر بجرا نے اس کو مجبور کر رکھا تھا اس لیے محمد بن قاسم نے سیسم پر بھر پور حملہ کر دیا اور شدید لڑائی اور خون ریز جنگ کے بعد سیسم پر قبضہ کر لیا۔ سیسم پر قبضہ کرنے سے آس پاس کے بااثر چودھریوں نے بھی اطاعت کا دم بھر لیا اور راجہ داہر سے قلبی طور پر الگ ہو گئے۔ بجرا بھاگ نکلا اور "کا کا گرفتار ہو گیا۔ ادھر سے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے نام فرمان بھیجا کہ باقی تمام اطراف سے جنگ کو سمیٹ کر راجہ داہر کے مرکز پر حملہ کر دو۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی اور اب راجہ داہر کی فوجوں سے دو بدو لڑائی شروع ہو گئی۔

بجرا کی طرح چھوٹے چھوٹے راجے مہارا بے شکست کھاتے چلے گئے اور محمد بن قاسم فاتحانہ انداز سے بڑھتے چلے گئے۔ سانگھڑ میں کئی معرکے ہوئے۔ روہڑی اور سندھڑی میں شدید جنگیں ہوئیں۔ پھر کینجر جھیل کے پاس معرکے ہوئے اور پھر مسلمانوں نے سکھر کے، وقت تک تھی اور وہ خود جی کاٹ مقام میں قیام پذیر تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اب فیصلہ تلوار کرے گی۔ یہ کہکر اس نے اپنی افواج کو دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر محمد بن قاسم کے مقابلے کے لیے میدان میں اتار دیا۔

اب دونوں فوجوں کے درمیان دریائے سندھ حائل تھا کیونکہ مغربی کنارے پر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ جب مسلمان دریا عبور کرنے کی کوشش کرتے تھے اور کشتیوں کا پل باندھتے تھے تو راجہ داہر کی افواج ان پر حملہ آور ہو جاتی تھیں اور تیروں سے ان کا برا حال کرتی تھیں ۔ مسلمانوں نے ایک ترکیب سوچی کہ رات کے وقت انہوں نے تاریکی میں دریا پر کشتیوں کا پل باندھا اور دریا سے پار ہو گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی ۔ کہتے ہیں کہ اس طرح کی لڑائی کبھی نہیں دیکھی گئی تھی ۔ صبح نماز سے فارغ ہوتے ہی لشکر اسلام نے فتح و نصرت کی دعا مانگیں اور اپنے رب کے سامنے گڑ گڑائے لشکر کے سپہ سالم محمد بن قاسم نے اس طرح پر جوش تقریر کی " اے عرب نوجوانو! اے دین اسلام کے سپاہیوں تم نے اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال سے علیحدہ ہو کر اس زمین پر آئے ہو جہاں کا دشمن تم سے جنگ کے شوق میں انتظار کر رہا ہے۔ یہاں تمہارا کوئی مدد گار نہیں اور نہ کوئی سہارا ہے بس اپنا بھروسہ اپنے رب پر رکھو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ جب حملہ کاروں تو فرض شناسی کے ساتھ نہایت منظم حملہ کرو

کہتے ہیں کہ جب محمد بن قاسم کی افواج نے دریا پار کیا تو مہلت دیے بغیر انہوں نے

داہر کی فوجوں پر ایک حملہ کر دیا کہ وہ پسپا ہوکر جہنم تک بھاگ نکلیں ۔ اب محمد بن قاسم نے مرکز سلطنت بیٹ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایہ اور اس مقصد کے لیے آپ " جیور تک آگے بڑھے۔ راستے میں داہر کا دوسرا بیٹا جے سنگھ ملا جس نے سخت جنگ لڑی مگر شکست فاش کھا کر اٹھتا کرتا بھاگ گیا ۔

اب محمد بن قاسم نے اپنی تمام افواج کو جیور میں اتار دیا اور اس کے بعد راجہ داہر سے دو دو ہاتھ لڑائی کے لیے نکل آیا۔راجہ داہر بڑی شان و شوکت اور زبر دست رعب ودبدبہ کے ساتھ بے تحاشہ لشکر لے کر میدان میں نکل آیا تھا ۔ کوہ پیکر ہاتھیوں کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار آگے آگے تھی اور اس کے پیچھے دس ہزار سوار اور تین ہزار پیدل سپاہی تھے ۔ راجہ داہر خود ایک دیو ہیکل سفید ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے دائیں بائیں خصوصی دستے اور جوش دلانے کے لیے شاہی محل کی عورتیں تھیں۔ راجہ داہر نے میدان میں پہنچتے ہی مسلمانوں پر غضبناک طوفانی حملہ کر دیا اور اپنی فوجوں کو لڑنے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے جوابی کارروائی کی مگر ہاتھیوں کی آہنی دیوار رکاوٹ بنی ہوئی تھی جس سے کوئی مسلمان آگے نہیں بڑھ سکتا تھا کیونکہ گھوڑے ان جنگی ہاتھیوں سے بدکتے تھے۔لشکر اسلام نے پیٹرول کے ذریعہ سے ان ہاتھیوں پر آگ کے شعلے پھینک دیے تیل اور صابن کا بنایا ہوا آتشیں مادہ تھا جس کے لیے پیٹرول کا لفظ ہی استعمال ہو سکتا تھا۔ اس سے ہاتھی بھاگ گئے اور راجہ داہر کا ہاتھی کیچڑ میں پھنس گیا ، ان کے لیے حالات سنگین ہو گئے۔ مگر دونوں طرف سے بہادر اب بھی نہایت زوردار انداز سے لڑ رہے تھے یہاں تک کہ راجہ داہر کے بڑے بڑے بہادر جرنیل مارے گئے یا زخمی ہو گئے۔ یہ حالت ، دیکھ کر راجہ داہر کو جوش آیا اور اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر پیدل لڑنا شروع کر دیں۔ اپنے فوجیوں کے دوش بدوش راجہ داہر نہایت بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ دن بھر لڑتے لڑتے شام کے وقت لشکر اسلام کے ایک شاہین نے جھپٹ کر اس پر حملہ کر دیا اور شکار کی طرح اس کو دبوچ لیا اور وہیں پر راجہ داہر مردار ہو گیا۔ اس وقت اس کے قاتل شیر اسلام نے یہ اشعار کہے؟

الخیل تشھد یوم داھر والقنا و محمد بن القاسم بن محمد

سندھ پر راجہ داہر کی 33 سالہ ظالمانہ حکومت کا خاتمہ ہوا اور جہاد مقدس کے ذریعہ ہے سندھ کی زمین اسلام کے لیےآزاد ہو گئی اور الحمد للہ آج تک آزاد ہے راجہ داہر کے قتل اور فوج کی شکست کے باوجود جے سنگھ اپنی ضد پر قائم تھا اور جوش انتقام میں دانت پیس رہا تھا۔ اس نے شکست خوردہ فوج کو برہمن آباد میں دوبارہ اکٹھا کیا اور لشکر اسلام سے ٹکر لینے کی قسم کھائی ۔ راجہ داہر کی ایک رانی نے را ور قلعہ میں فوج کا ایک بڑا حصہ روک لیا کہ میں ادھر ہی مقابلہ کرتی ہوں لیکن محمد بن قاسم نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور منجنیق سے اس پر پتھر برساتا شروع کر دیے رانی قلعہ ٹوٹنے سے گھبرا گئی تو اس نے مال و متاع اور سہیلیوں سمیت آگ میں چھلانگ لگا کر خود سوزی کر لی ۔ پھر علاقے کے لوگ اطاعت گزار ہو کر محمد بن قاسم کے گرویدہ ہو گئے۔ راور کا قلعہ فتح ہو گیا اور وہاں سے وہ مظلوم خواتین اور بچے برآمد ہوئے جو ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیےتھے اور جن کی بازیابی کے لیے غیور مسلمانوں نے اتنی بڑی جنگیں لڑیں مگر اپنے ناموس کا سودا نہیں کیا۔ الغرض یہاں کے انتظامات مکمل کر کے محمد بن قاسم نے جے سنگھ کے تعاقب میں برہمن آباد کا رخ کیا۔ جے سنگھ نے پوری تیاری کر رکھی تھی لیکن وہ کسی ضرورت سے برہمن آباد سے باہر چلا گیا تھا ۔ ادھر جنگ شروع ہوئی اور شہر کا محاصرہ ہو گیا ۔ اندر سے لوگ بے جگری سے لڑ رہے تھے اور باہر سے بے سنگھ نے آکر لڑائی شروع کر دی اور لشکر اسلام کے رسد کے راستے روک دیے۔

محمد بن قاسم نے فوج کا ایک حصہ جے سنگھ کے پیچھے بھیجا۔ چنانچہ جے سنگھ مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ کر سیدھا کشمیر چلا گیا اور محمد بن قاسم نے برہمن آباد پر قبضہ کر لیا۔ پیچھے راور کے علاقہ میں گوپی سنگھ کی وجہ سے بغاوت ہو گئی ۔ محمد بن قاسم اس کے لیے دو بارہ گئے اور حالات کو قابو کیا اور راجہ داہر کے ایک اور بیٹے کو پی سنگھ کو وہاں سے بھگا دیا اور بغاوت کچل دی۔

اس علاقے کے اوہام پرستوں کے دلوں میں جے سنگھ نے یہ بات ڈالی تھی کہ راجہ داہر اب تک زندہ ہے اور وہ ہندوستان کے راجاؤں کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے گیا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں نے بغاوت کردی تھی مگر جب ان کا معلوم ہواکہ یہ سفید جھوٹ ہے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور جے سنگھ وغیرہ کی پرواہ نہ کی۔راور کے حالات درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے قلعہ بابیہ کارخ کیا۔ یہاں کا حاکم راجہ کسکاتھا اس نے بغیر جنگ کیے قلعہ مسلمانوں کے حوالہ کردیا۔ اس کے بعد اسکلندرہ کے حاکم سے محمد بن قاسم مقابلہ ہوا ۔ سترہ دن تک خونریز جنگ ہوتی رہی ۔ بالآخر اسکلندرہ کا حاکم میدان جنگ سے بھاگتا ہوا ملتان پہنچ گیا۔ محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کیا اور پھر ملتان کی طرف بڑھنے گئے۔

جب آپ نے دریائے چناب و عبور کیا اور ملتان کے قریب پہنچ گئے تو راجہ گورسنگھ نے مقابلہ کے لیے اپنی افواج کو میدان میں اتاردیا۔ اور گورسنگھ نے پہلے سے بہت بڑی قوت اکھٹی کر رکھی تھی اور جنگ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ جوں ہی محمد بن قاسم ملتان میں داخل ہوئے دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی ۔ لشکر اسلام کے ایک جرنیل زائد بن عمیر نے کمال شجاعت دکھایا یہاں تک کہ میدان سے راجہ سنگھ بھاگ کر شہر میں قلعہ بند ہو گیا اور اندر سے لڑناشروع کردیا۔ مسلمانوں کو اندر داخل ہونے میں بڑی دشواری پیش آئی مگر آخر کار انہوں نے فصیل کے ایک کمزورحصہ کو منجنیق سے نشانہ بنایا اور فصیل ٹوٹ گئی جس سے مسلمان اندر داخل ہو گئے اور کھلے میدان میں شدید جنگ کے بعد کفار نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے ملتان شہر پر قبضہ کرلیا ۔ ملتان اس زمانہ میں بدھ مت مذہب کے لوگوں کا مرکزی مقام تھا۔ یہاں سینکڑوں بت بنے ہوئے تھے اور انہی بت خانوں میں سونا چاندی رکھا ہوا تھا ۔

علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ یہاں بت خانہ میں ایک کمرہ تھا جو اٹھارہ گز لمبا تھا اور دس گز چوڑا تھا جو سونے سے بھرا ہوا تھا۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ اس کمرے میں جو سونا محفوظ کیا گیا تھا اس کی مقدار کی من تک پہنچتی تھی ۔ محمد بن قاسم کا اصل ہدف کشمیر کے ہوتے ہوئے ہندوستان کے دہلی وغیرہ میں داخل ہونا تھا مگر امیر المومنین ولیدبن عبد الملک کا انتقال ہو گیا اور سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا ۔ انہی ایام میں حجاج بن یوسف کا بھی انتقال ہو گیا اور سیاسی افق بالکل بدل گیا محمد بن قاسم کے مقابلے میں فتح ملتان کے بعد راجہ دوھر آگیا مگر لشکر اسلام نے اسے بھی داہر کی طرح قتل کر دیا۔ (صفحہ عالم پر تاریخی نقوش۔ ص۔71 تا77)

محمود غزنوی کی بہادری

406ھ کو محمود غزنوئی نے کشمیر فتح کرنے کا ارادہ کیا اور کشمیر کی حدود میں پہنچ کر اس نے لوہ کوٹ کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ کے بارے میں بہت مشہور تھا کہ اسے کوئی فتح نہیں کر سکتا کیونکہ یہ قلعہ بہت بلندی پر تھا اور نہایت مضبوط بھی تھا، اس لیے لشکر اسلام کو اس قلعہ کے فتح کرنے میں کافی دیر لگی۔ اس دوران برف باری بھی شروع ہو گئی سردی کی وجہ سے سب کے احوال دگرگوں ہو گئے ۔ ادھر اہل کشمیر کو مرکز سے مدد بھی پہنچی۔ ان وجوہات کی بناء پر محمود غزنوی نے قلعے کا محاصرہ اٹھا لیا مگر واپسی میں راستہ بھول گئے اور ایسے غلط راستے چل پڑے جہاں گہرا پانی تھا۔ اس میں بہت سے مجاہدین گر کر شہید ہو گئے ۔ ہمت بہر حال زندہ و تابند تھی تو ان تاریخی مشکلات سے نکل آئے۔ 407ھ میں محمود غزنوی کو اطلاع آئی کہ خوارزم نے بغاوت کی ہے اور وہاں کے مقامی گورنر کو قتل کر دیا ہے اور سلطان محمود غزنوی اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے اپنی فوج کے ساتھ خوارزم کی سرحد حضر بند پہنچ گئے اور ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ ایک دن فجر کی نماز میں محمود غزنوی اپنے لشکر کے ساتھ عبادت میں مشغول تھے کہ دشمن نے حملہ کر دیا۔ اہل خوارزم کے بڑے جرنیل کا نام خمار تاش تھا ، وہ اچانک اپنی فوج کے ساتھ کمین گاہ سے باہر آیا اور حالت نماز میں مسلمانوں پر حملہ کر کے قتل کرنا شروع کر دیا۔ سلطان محمود جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک لشکر جرار تیار کر کے خمار تاش کے پیچھے روانہ کر دیا۔ خمار تاش کی فوج نے شکست کھائی اور وہ بد بخت خود گرفتار ہو کر محمود کے سامنے لایا گیا ۔ محمود غزنوی نے اسے قید میں رکھا اور بقیہ فوج کا تعاقب کیا اور دریائے جیحوں کے کنارے ہزار اسپ قلعہ کا محاصرہ کیا جہاں خمار تاش کی شکست خوردہ فوج جمع تھی ۔

اس قلعہ کے قریب دونوں فوجوں میں زبردست جنگ ہوئی ۔ آخر کار حق کی فوج غالب آئی اور باطل مغلوب ہوا، اہل خوارزم کا دوسرا سپہ سالار بھی گرفتار ہوا اور محمود غزنوی نے اس شر اور فساد کو جڑ سے اکھاڑ کر ختم کر دیا اور واپس غزنی آگئے۔ سردیوں کا موسم رخصت ہو چکا تھا، موسم بہار کی آمد آمد تھی ، ہوا میں اعتدال آچکا تھا اور چاروں طرف زمین سرسبز و شاداب ہو چکی تھی ۔ وہ وقت بھی آ گیا تھا جس میں محمود غزنوی نے ہر سال اہل باطل اور ہندو بت پرستوں سے جہاد کرنے کا عہد اپنے رب کریم سے کیا تھااس عہد کے پیش نظر محمود غزنوی نے قنوج پر چڑھائی کا فیصلہ کیا۔ آپ نے اس دفعہ اپنے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر لیا اور بیس ہزار عام مسلمانوں سے رضا کار لے کر قنوج کی طرف روانہ ہوئے۔ خالص جہاد کی نیت سے ترکستان، خراسان اور ماوراء النہر کے آئے ہوئے شیر دل نوجوان آپ کے ساتھ تھے جو ایک عرصہ سے اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ کب قنوج پر حملہ ہو گا اور ہم ہندوؤں سے جہاد کریں گے۔ تاریخ کی آنکھوں نے پہلی دفعہ یہ منظر دیکھا کہ کسی غیر ہندوستانی قوم نے قنوج پر حملہ کیا ہو محمود غزنوی پہلا شخص ہے جو ہندوؤں کے اس جگر کو چیر کر اندر جا کر بیٹھ گیا۔ غزنی سے قنوج تک تین ماہ کا دشوار گزار راستہ ہے۔ راستے میں سات بڑے دریا پڑتے ۔ ہیں جنہیں عبور کرنا پڑتا ہے۔ یہ سفر کر کے جب محمود غزنوی کشمیر کی حدود میں داخل ہوئے تو والئی کشمیر نے محمود غزنوی کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور پھر اپنے لشکر کے ساتھ خود محمودی لشکر میں شامل ہو گیا۔ لشکر اسلام جب قنوج پہنچا اور قلعے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ قلعہ اپنی مضبوطی، بلندی اور حفاظت کے لحاظ سے پورے ہندوستان میں اپنی نظیر آپ ہے۔ قنوج کے راجہ کا نام کورہ تھا۔ اگر چہ یہ سخت جان اور دلیر راجہ تھا۔ اس کی قوت بھی بہت تھی مگر اس نے جب محمودی لشکر کو دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور اس نے اندازہ کر لیا کہ محمود کا مقابلہ اس کے بس میں نہیں ہے، اس لیے اس نے قاصد بھیج کر اطاعت کا پیغام محمود غزنوی تک پہنچا دیا محمود غزنوی نے اس کی جان بخشی فرمائی اور اس کو اپنے فرمانبرداروں میں شامل کر لیا۔

تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ اہل تاریخ نے لکھا ہے راج کورہ مشرف بہ اسلام بھی ہوا۔ بعض اہل تاریخ نے یہاں کے راجہ کا نام راج پال لکھا ہے جس نے پانچ لاکھ پیادہ فوج اور تیس ہزار سواروں کو مقابلہ پر میدان میں اتارا مگر شکست کھا گیا اور خود گرفتار ہوا اور پھر محمود نے ٹیکس لگا کر اسے رہا کر دیا جس کو ہندوؤں نے راجہ پال کے لیے عار تصور کیا۔

قلعہ قنوج میں محمود غزنوی نے تین دن قیام کیا اور پھر ہندوستان کے مختلف قلعوں کی طرف طوفان کی طرح یلغار کرتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار کا یہ لشکر جرار ایسا نہیں تھا کہ کوئی لشکر اس کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ محمود غزنوی نے قلعہ میرٹ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اس کا راجہ جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔

محمود غزنوی نے جب میرٹ کا قلعہ فتح کیا تو اس کے بعد فوراً آپ قلعہ مہاون کی طرف چل پڑے۔ یہ قلعہ دریائے جمنا کے کنارے پر واقع تھا اور اس کے راجہ کا نام گل چند تھا۔ اس نے جب سنا کہ محمود غزنوی یلغار کرتے ہوئے آ رہے ہیں تو وہ اپنے خاص ہاتھی پر سوار ہو گیا۔ وہ دریا سے پار نکل ہی رہا تھا کہ لشکر اسلام کے سپاہی سر پر آپہنچے۔ یہ دیکھ کر گل چند نے اپنے ہی خنجر سے اپنے بیوی بچوں کو مار ڈالا اور پھر یہی خنجر اپنے پیٹ میں گھونپ دیا اور مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ محمود غزنوی جب مہاون وغیرہ قلعوں سے فارغ ہوئے تو آپ شہر متھرا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آپ نے یہ سن رکھا تھا کہ اس علاقے میں متھرا کے نام سے ایک شہر آباد ہے جو سری کرشن کی جنم بھومی ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک کرشن خدا کے اوتار ہیں، اس لیے شہر متھرا اپنی آبادی، دولت اور فن تعمیر میں اپنی مثال آپ تھا۔ دنیا کے عجائبات سے یہ شہر بھر پور تھا جن کا بیان کرنا بس میں نہیں ہے۔

محمود غزنوی نے جب اس شہر پر حملہ کیا تو با وجود کہ دہلی کے حکمران اس کے محافظ تھے مگر وہ محمود کے لشکر کے مقابلے پر نہیں آئے لہذا محمود غزنوی بغیر کسی روک ٹوک کے اس شہر پر قابض ہو گئے اموال کو غنیمت میں شامل کیا اور شہر کے تمام بت خانوں کو توڑ ڈالا۔ محمود غزنوی خود حیران ہو گئے تھے کہ اس طرح محلات کیسے بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ غزنی میں ایک معتمد خاص کو جب محمود غزنوی نے خط لکھا تو اس شہر کی اس طرح منظر کشی فرمائی:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اما بعد: اس شہر متھرا میں ایک ہزار بلند ترین محل ہیں جن میں سے زیادہ تر سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں اور مندر تو اتنی تعداد میں ہیں کہ میں انہیں توڑتے توڑتے تھک گیا ہوں لیکن ان کا شمار نہیں کر سکا۔ اگر کوئی اس طرح عمارت بنانا چاہے تو ممکن ہے کہ بڑے ماہر کاریگروں کے ذریعہ سے ایک لاکھ دینار دے کر دو سو سالوں میں یہ کام انجام دے سکے گا۔ فقط والسلام

مؤرخین کا بیان ہے کہ بے شمار مال غنیمت کے علاوہ پانچ سونے کے بنے ہوئے بت بھی تھے جن کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان کی قیمت پچاس ہزار دینار بتائی گئی تھی۔ ان بتوں میں سے ایک بت میں ازرقی یاقوت کا ایک خاص ٹکڑا بھی جڑا ہوا تھا جس کا وزن چار سو مثقال تھا۔ جب یہ بت پاش پاش کیا گیا تو 98300 مثقال سونا اس سے برآمد ہوا۔ ان پانچ سونے کے بتوں کے علاوہ سو بت اور بھی تھے جو چھوٹے چھوٹے تھے اور چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ ان کو توڑ کر اتنی چاندی برآمد ہوئی جو ایک سو اونٹوں پر لادی گئی 20 دن قیام کے بعد محمود غزنوی شہر متھرا سے بغرض جہاد آگے بڑھنے لگے۔ محمود غزنوی کو جب معلوم ہو چلا کہ شہر متھرا کے قریب ہی دریا کے کنارے سات ایسے قلعے آباد ہیں جو مضبوطی اور بلندی کے لحاظ سے بہت اہم ہیں

تو یہ خبر پاتے ہی محمود ان قلعوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بغیر کسی مزاحمت کے ان قلعوں کو فتح کیا اور اموال غنائم سنبھال کر اسلامی جھنڈا ان پر لہرادیا۔سات قلعوں کی فتح سے فارغ ہو کر محمود غزنوی قلعہ منج کی طرف متوجہ ہوئے ۔ یہ قلعہ نہایت بہادر سپاہیوں کے ہاتھ میں تھا۔ لشکر اسلام نے اس کا محاصرہ کیا اور پندرہ دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ محمود غزنوی نے اس کا محاصرہ اتنا تنگ کیا کہ اہل قلعہ کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہوگئی۔ اس لیے ان میں سے بعض نے قلعہ سے نیچے اتر کر خودکشی کر لی اور بعض نے بال بچوں سمیت اپنے آپ کو نذر آتش کر لیا اور جو لوگ باقی بچ گئے تھے انہوں نے ہاتھوں میں خنجر لے کر قلعہ سے باہر مسلمانوں پر سر توڑحملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے ان ہندوؤں کو قتل کر دیا اور قلعہ منج پر قبضہ کر کے اسلام کا جھنڈالہرا دیا۔

اس کے بعد محمود غزنوی لشکر اسلام کے ساتھ قلعہ چند پال پر حملہ آور ہوئے ۔ اس قلعہ کے گورنر چند پال نے جب دیکھا کہ محمود کا مقابلہ مشکل ہے تو اس نے راہ فرار اختیار کرلی اور ہیرے، جواہرات اور نقدیات کو لے کر جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔ محمود غزنوی نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور دشمن کا تعاقب نہیں کیا۔

قلعہ چند پال سے فارغ ہو کر محمودغزنوی نے قریب ہی ایک مغرور و سرکش راجہ چند رائے پر حملہ کر دیا ۔ چند رائے نے بھی جب محمود غزنوی کا طوفانی اقدام دیکھا تو وہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ چند پال کی طرح پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلا اور محمود غزنوی نے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ یہاں ایک دیو ہیکل ہاتھی تھا جو پہلے چند رائے کے قبضہ میں تھا ۔ محمود غزنوی نے بڑی کوشش کی کہ یہ ہاتھی قیمت پر وہ خریدے لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی ۔ چند رائے کے فرار کے بعد ایک رات وہ ہاتھی بغیر فیل بان کے اپنی جگہ سے بھاگ کر محمود کے خیمے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ چوکیدار نے اسے پکڑ لیا اور محمود کے سامنے پیش کیا محمود غزنوی نے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی سمجھ کر خوشی کا ایک جشن منایا اور ہاتھی کا نام خداداد" رکھااور پھر اسے غزنی لے گئے۔

اسی سفر سے واپسی پر محمود غزنوی اپنے ساتھ دیگر عجائبات بھی لے گئے تھے۔ قنوج کے علاقہ سے محمود غزنوی کو ایک عجیب مرغ بھی ملا تھا جو اپنی شکل وصورت کے اعتبار سے قمری کی طرح تھا اور اس مرغ کی یہ خاصیت تھی کہ جس جگہ پر موجود ہوتا اگر وہاں کوئی زہر آلود کھانا لایا جاتا تو اس پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ۔ اس کے علاوہ ایک ایسا پتھر بھی محمود کو ملا تھا جس کی خاصیت یہ تھی کہ کوئی بھی زخم خواہ کتنا گہراہ کیوں نہ ہو اس پر یہ پتھر ملنے سے زخم اس وقت ٹھیک ہو جاتا تھا۔ محمود غزنوی نے دیگرگراں قدر تحفوں کے ساتھ یہ دونوں تحفے بغداد کے خلیفہ قادر باللہ عباسی کی خدمت میں روانہ کر دیے۔ اس سال محمود غزنوی نے غزنی میں ایک عالی شان مسجد بنوائی تاکہ ان فتوحات کا شکر ادا ہو سکے۔ یہ مسجد اتنی عالی شان اور خوبصورت تھی کہ اس کا نام لوگوں نے " عروس فلک رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا مدرسہ بھی قائم کیا گیا۔ اس کو دیکھ کر ارکان سلطنت نے مدارس اور مساجد کی تعمیر کرنے میں ذاتی دلچسپی لی اور ہزاروں مدرسے اور مسجد میں بنائی گئیں ۔ اسی سال محمود غزنوی نے حج بیت اللہ کے راستوں کو ڈاکوؤں سے محفوظ کر دیا اور حج کے راستے مامون ہو گئے۔ ہندوستان کے راجاؤں کا ایک طویل سلسلہ محمودغزنوی کے سامنے تھا کسی کو قید کر کے چھوڑتے تو کسی کو قتل کرتے اور کسی سے صلح کر کے باج گزار بناتے اور کوئی روپوش ہو کر بھاگ جاتا اور پھر میدان میں سامنے آجاتا ۔ راجہ انند پال اور اس کے بیٹے کا بھی یہی معاملہ رہا۔ کبھی صلح تو کبھی گرفتاری اور کبھی رہائی ۔ اس سلسلہ میں جب 412ھ میں محمود غزنوی کو معلوم ہوا کہ قنوج کے راجہ کورہ سے ہندو اس لیے مخالف ہو گئے ہیں کہ

اس نے غزنوی کی اطاعت قبول کی ہے اور ٹیکس ادا کر دیا ہے اور راجہ
تندرا نے اس مخالفت میں راجہ کورہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا تو
آپ نے لشکر کو روانہ کر دیا اور دریائے جمنا کے کنارے تک جا پہنچا۔ راجہ
تندرا سے ابھی معرکہ نہیں ہوا تھا کہ راستے میں راجہ انند پال کے بیٹے نے
محمودی لشکر پر حملہ کر دیا ، اس وقت دریائے جمنا کا پانی بہت چڑھا ہوا
تھا لیکن لشکر اسلام کے شیر دل جوان راستہ پا کر اس پار نکل گئے اور انند
پال کے لشکر کو لوہے کے چنے چبوا کر شکست سے دو چار کر دیا ۔ انند
پال کو شکست دینے کے بعد لشکر اسلام غدار مکار راجہ تندرا کی طرف چل
پڑا ۔ جب مسلمان کا لنجر تک پہنچ گئے تو محمود غزنوی کو معلوم ہوا کہ
دشمن کا لشکر بہت بڑا ہے کیونکہ یہ لشکر چھتیس ہزار شہسواروں اور پینتالیس
ہزار پیدل فوج پر مشتمل ہے جن کے پاس چھ سو چالیس طاقتور جنگی ہاتھی
ہیں محمود غزنوی نے ایک بلند مقام سے دشمن کی فوج کا معائنہ کیا اور
اس کثرت کو دیکھ کر کچھ وقت کے لیے پریشان بھی ہوا اور اس اقدام پر
پشیمان بھی ہوا مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی جبیں نیاز کو خالق کون
و مکاں نے سامنے جھکا دیا اور خشوع و خضوع کے ساتھ فتح و نصرت کی
دعا مانگی۔غازی اسلام کی اس دعا اور گڑ گڑانے کی برکت سے اللہ تعالی نے
تندرا کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ لشکر اسلام اور محمود غزنوی کی یلغار
سے راتوں رات ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی اور سارا
مال و متاع اور اسباب و سامان میدان جنگ میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ صبح
محمود غزنوی کو اس کے بھاگنے کا علم ہوا تو آپ فاتحانہ انداز سے شہر میں
داخل ہوئے اور اتنا مال غنیمت اکٹھا کیا جس کی تفصیل سے قلم عاجز ہے۔
شہر کے قریب ایک جنگل سے مسلمانوں نے پانچ سو اسی جنگی ہاتھی پکڑ لیے۔
اس فتح مبین کے بعد محمود غزنوی، غزنی واپس چلے گئے ۔

کالنجر کی فتح کے بعد محمود غزنوی کو معلوم ہوا کہ ابھی تک قیرات اور نارورین کے لوگ اسلام کے دشمن ہیں اور ان میں ابھی تک خود سری اور سرکشی کا پورا جذبہ موجزن ہے ۔ یہ سنتے ہیں محمود غزنوی نے لشکر وتیاری کا حکم دے دیا اور معاشرے کے مختلف ہنر مندوں ، اور سنگ تراشوں کی ایک بڑی جماعت کا لشکر کے ساتھ لے کر ہندوستان کے بت پرستوں کے خلاف میدان جہاد میں نکل گیا۔ محمود نے پہلے قیرات پر حملہ کیا۔ قیرات آب و ہوا کے اعتبار سے ایک سردترین مقام ہے جو ہندوستان اور ترکستان کے درمیان واقع ہے۔ یہ مقام اپنے سبزہ زاروں، پھلوں اور باغات کے حوالے سے پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔ لشکر اسلام کی آمد اور علم جہاد بلند کرنے پر اس شہر کے حکام نے اپنی رعایا کے ساتھ اسلام قبول کر لیا ۔ اس لیے قیرات کی فتح میں محمود غزنوی کو کوئی دقت پیش نہیں آئی ۔ محمود غزنوی نے یہیں پر قیام کیا اور اپنے ایک کمانڈر کو فوج دے کر نارورین کی طرف روانہ کر دیا اس نے جا کر نارورین کو فتح کر لیا اور بہت ساری لونڈیاں اور دولت ہاتھ میں آئی۔ محمود غزنوی نے اس فتح پر اللہ کا شکر ادا کیا اور نارورین میں ایک عالی شان قلعہ تعمیر کروادیا۔(صفحہ عالم پر تاریخی نقوش۔ص۔120تا129)

شہاب الدین غوری کی بہادری

ہندوستان پر غزنوی خاندان کا ایک طویل دور گزرا ہے۔ سلطان محمود غزنوی کی اولاد میں غزنوی حکومت کا انتظام تھا پھر یہ سلسلہ 545ھ کے قرب وجوار میں منقطع ہو گیا اور غزنوی حکومت اور سلطنت کے اطاعت گزار تقریباً منحرف ہو گئے ۔ اس کے بعد غوریوں کی حکومت کا دور آ گیا اور اس دوران ہندوستان کے افق پر مختلف حالات نے جنم لیا اور کئی را جاؤں نے بغاوت کر کے اسلامی سلطنت سے سرتابی کر کے آزادی کا اعلان کر دیا۔ شہاب الدین غوری نے باہمی جنگوں کے ساتھ ساتھ ہندو راجاؤں سے بھی بڑی جنگیں لڑیں اور قبضہ سے نکلی ہوئی ریاستوں کو پھر سے اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا۔ چنانچہ 572ھ میں آپ نے ملتان اور اچھ پر زبردست حملہ کر کے اسے قبضہ کر لیا پھر آپ نے 574ھ میں گجرات ، پشاور ، سندھ اور لاہور پر کامیاب حملے کر کے تمام علاقوں کو قبضہ میں لے لیا۔ الغرض 576ھ سے 580ھ تک ان تمام علاقوں پر اسلامی جھنڈا، شہاب الدین غوری کی محنتوں سے دوبارہ لہرانے لگا ۔ 587 میں شہاب الدین غوری نے ترائن کے مرکزی مقام بھٹنڈہ پر حملہ کیا۔ ترائن جو آج کل تر اوڑی کے نام سے مشہور ہے اور دہلی سے 40 کوس کے فاصلے پر ہے اس میں زبردست جنگ ہوئی ۔ شہاب الدین زخمی ہو گیا اور لشکریوں کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ شکست کھائی۔ جب افغانستان کے صوبہ گور میں کچھ عرصہ بعد شہاب الدین رو بہ صحت ہوئے تو آپ نے افغانوں کا ایک زبردست لشکر اکٹھا کیا اور ہندوؤں سے شکست کا بدلہ لینے کے لیے پھر تر اوڑی کی طرف روانہ ہوئے ۔ ایک لاکھ سات ہزار کا لشکر جرار ساتھ لیا اور ہر جرنیل اپنے دامن سے گزشتہ سال کی شکست کا دھبہ اپنے سرخ خون سے دھونا چاہتا تھا۔ ادھر ہندوستان بھر کے راجاؤں کے حوصلے بلند تھے اور وہ متحد و مستحکم تھے کیونکہ ان لومڑیوں نے ایک بار شیروں کو شکست دے دی تھی۔

ایک دفعہ ان راجاؤں نے شہاب الدین کے نام ایک مشترکہ خط لکھا جس کا مضمون اس طرح تھا:ہم ہندو راجاؤں کی سخت کیفیت تو تم کو معلوم ہی ہوگئی ہے ہمارے ساتھ جو لشکر ہے وہ تمہیں اور تمہارے لشکر کے لیے کافی ہے۔ اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو اپنے سپاہیوں پر رحم کھاؤ۔ ہم نے اپنے معبودوں کے سامنے قسم کھائی ہے کہ اگر تم بغیر جنگ کے واپس آجاؤ گے تو ہم تم کو کچھ بھی نہیں کہیں گے بلکہ ہم تم کو رحم کی بنیاد پر واپس جانے کا مشورہ دیتے ہیں ورنہ یاد رکھو! کل صبح ہم اپنے تین ہزار ہاتھیوں اور بے شمار سپاہیوں کی مدد سے تمہارے لیے میدان جنگ کو میدان حشر بنادیں گے اور تم کو ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگنا پڑے گا۔شہاب الدین نے جب یہ خط پڑھا تو جنگی چال کے تحت ان کو ایک خط لکھا اور کہا کہ آپ کا خط محبت اور ہمدردی پر مبنی ہے۔ میں آپ کی ہدایات پر پورا عمل کرتا لیکن میں اپنے بھائی کی وجہ سے مجبور ہوں۔ اگر آپ کچھ مہلت دے دیں تو میں قاصد بھیجتا ہوں اور اپنے بھائی کو تمہاری طاقت اور اپنی کمزوری کا حال بیان کرتا ہوں۔ امید ہے کہ پھر صلح ہو جائے گی اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ فقط اس خط سے ہندو راجاؤں نے خوشیاں منائیں اور وہ واقعی سمجھ بیٹھے کہ لشکر اسلام نہایت کمزور اور بزدل ہے۔ وہ غفلت میں پڑے رہے اور شہاب الدین نے شہاب ثاقب کی طرح صبح کے وقت ان پر حملہ کر دیا۔ شہاب الدین نے اپنے لشکریوں سے کہا تھا کہ جب ہندو ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو جائیں تو تم دھوکہ دہی کے طور پر بھاگ جانا اور جب دشمن پورا نرغے میں آ جائے تو پلٹ کر اسے کاٹ کر رکھ دینا۔

چنانچہ 588ھ میں دریائے سرستی کے مقام پر یہ قیامت خیز جنگ شروع ہوئی۔ تین لاکھ ہندو افواج ہیں اور ایک لاکھ سے کچھ زیادہ مسلمان لشکر ہے۔ دن بھر لڑائی جاری رہی مگر فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر کار شہاب الدین غوری افغانی اپنے بارہ ہزار خصوصی دستے کے ساتھ ہندو راجاؤں پر جھپٹ پڑے اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ ہندوؤں کے قدم اکھڑ گئے اور دیکھتے دیکھتے" کھانڈے رائے مارا گیا جو ہندوؤں کا بڑا راجہ تھا۔

اس طرح رائے تھو را مارا گیا اور بڑے را جا ہلاک ہو گئے اور لشکر اسلام نے سکتی۔ سمانہ ہانی اور کہرام وغیرہ مشہور قلعوں پر قبضہ کر لیا اور ان پر اسلامی جھنڈے لہرانے لگے پھر شہاب الدین نے بنارس ، قنوج چند واڑہ اور اٹاوہ کے قریب ہندو افواج سے گھمسان کی جنگیں لڑیں اور ہندوستان کا انتظامف قطب الدین ایبک کے حوالہ کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد باقی ماندہ علاقوں پر قطب الدین ایبک نے کارروائی کی ۔592ھ میں پھر شہاب الدین نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بیانہ کو فتح کیا 593ھ میں شہاب الدین نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور نہر والے کو فتح کیا 599ھ میں مسلمانوں نے بدایوں اور کانجر کے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ الغرض ہندوستان کے تمام فتنوں کو مٹانے کے بعد شہاب الدین 602ھ میں لاہور سے غزنی کی طرف واپس چلا گیا ۔ 2 شعبان 602ھ میں میں راجپوتوں نے خفیہ طور پر دریائے سندھ کے کنارے شہاب الدین پر رات کے وقت حملہ کر دیا اور وہ شہید ہو گئے ۔ ان کے جسم پر چھریوں اور چاقوؤں کے 22 گہرے زخم لگائے گئے تھے۔ محمد شہاب الدین غوری کا سخت مقابلہ ہندوستان کے راجہ تھونی ران سے ہوا تھا۔ ایک دفعہ پر تھوی نے محمد غوری کو شکست دے دی لیکن دوسری دفعہ غوری نے ایسا حملہ کیا کہ پر تھوی ہی کو قتل کر دیا۔ آج کل ہندوستان نے اس راجہ کے نام پر پرتھوی میزائل بنایا ہے، جس کے جواب میں پاکستان نے غوری میزائل بنا دیا۔ یہ دونوں کا حکومتوں کے تاریخی اشارے ہیں۔ محمد غوری کے بعد قطب الدین ایبک نے ہندوستان کے ہندوؤں پر زبرست حملے جاری رکھے اور بت پرستوں اور گاؤ ماتا کے پجاریوں کے خلاف جہاد مقدس کا علم بلند رکھا ۔ 589ھ میں قطب الدین ایبک نے راجہ جیتوان کو شکست دے دی۔599ھ میں قطب الدین نے قلعہ کول پر قبضہ کر لیا پھر آپ نے راجہ بنارس سے مقابلہ اور ان کو شکست دے دی ۔ اس کے بعد قطب الدین ایبک نے دہلی اور اجمیر کی شورش کو دبا دیا اور پورے علاقے کو قابو میں کر لیا اور پھر نتران کے راجپوتوں کو قطب الدین نے کئی مشکلات کے بعد شکست دے دی۔

اس کے بعد 593ھ کو قطب الدین نے گجرات پر قبضہ کر لیا۔ 599ھ میں قطب الدین نے کالنجر پر حملہ کیا اور دشمن پر غالب رہا۔ یادر ہے کہ ہندوستان کے راجا بہت غدار تھے ، اگر آج انہوں نے معاہدہ کیا تو فرصت پاتے ہی کل انہوں نے معاہدہ توڑ بھی دیا یہی وجہ ہے کہ ایک ایک علاقے پر کئی کئی بار حملے ہوئے ہیں۔ یادر ہے کہ شہاب الدین غوری افغانستان کے صوبہ غور کے رہنے والے تھے ۔(صفحہ عالم پر تاریخی نقوش۔ص۔ (142)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہادری

سلطان صلاح الدین ایوبی اسلام کے ان نامور سپوتوں میں سے ایک ہیں جن پر اہل اسلام بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں ۔ آپ کا تعلق کرد قوم سے تھا۔ آپ کے والد کا نام نجم الدین ایوبی تھا جو آذر بائیجان سے ہجرت کر کے بغداد آئے تھے اور وہیں پر تکریت" کے مشہور شہر میں 532 ہجری میں سلطان صلاح الدین پیدا ہوئے۔صلاح الدین ایوبی بچپن ہی میں اسلحہ اور جنگ کا ماہر بنا اور گھوڑے کا ایسا شہسوار بن گیا کہ بڑے بڑے بہادراسے حیرت سے دیکھتے تھے ۔ یہ زمانہ مصر میں ناطمیوں س خلافت اور بغداد میں عباسیوں کی خلافت کا تھا۔صلاح الدین ایوبی کی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ اور اسلام کی صداقت کی روشن دلیل ہے ایک متوسط درجہ کے ایک کرد شریف زادہ کی حیثیت سے ان کی نشو و نما ہوئی۔مصر کی فتح اور صلیبیوں کے مقابلے میں میدان میں آنے سے قبل کوئی شخص یہ انداز ہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس کرد نند جو ان کے ہاتھ پر فتح بیت المقدس کی وہ سعادت لکھی ہوئی ہے جو بڑے بڑے شرفی کو حیرت میں ڈال دے گی ایک انگریز مؤرخ لین پول لکھتا ہے اب صلاح الدین کا اپنی ذات سے تعلق تھا اس نے اپنی زندگی کے قواعد سخت کر دیے متقی اور پر ہیزگار تو وہ ہمیشہ سے تھے مگر اب ان میں اور سختی آگئی۔ دنیاکے عیش وارام اور لذتوں کا خیال بالکل ترک کردیا اور اپنے اعمال پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں ، اور اپنے ساتھیوں کے حق میں خود ایک مثال بنا، اس نے اپنی تمام کوششیں اس بات پر صرف کیں کہ ایک ایسی اسلامی سلطنت قائم کرے جس میں کفار کو ملک سے خارج کرنے کی پوری طاقت ہو ۔ چنانچہ ایک موقع پر اس نے کہا،جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں سمجھا کر فلسطین بھی مجھے دینا اللہ کو منظور ہے۔ اس وقت سے صلاح الدین کی زندگی کا مقصد آخر عمر تک اسلام کی نصرت و حمایت رہا اور اس نے عہد کر لیا کہ وہ کفار پر جہاد کرے گا۔ (بحوالہ سلطان صلاح الدین 86)

سلطان صلاح الدین کو جہاد سے عشق تھا۔ جہاد اس کی سب سے بڑی عبادت ، سب سے بڑی لذت اور اس کی روح کی غذا تھی ۔ قاضی ابن شداد جو سلطان کے قاضی رہے ہیں لکھتے ہیں، جہاد کی محبت اور جہاد کا شوق ان کے رگ وریشہ میں رچ بس گیا تھا اور ان کے ذہن و دماغ پر چھا گیا تھا ، یہی ان کا موضوع گفتگو تھا ، اس کا ساز و سامان تیار کرتے رہتے تھے اور اس کے اسباب و وسائل پر غور کرتے تھے ۔ اس مطلب کے آدمیوں کی ان کی تلاش رہتی۔ اس کا ذکر کرنے والے اور اس کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے تھے ۔ اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انہوں نے اپنی اولاد اور اہل و خاندان اور وطن و مسکن اور تمام ملک کو خیر باد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک ایسے خیمہ کی زندگی پر قناعت کی جس کو ہوا میں ہلا سکتی تھیں۔ کسی شخص کو اگر سلطان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ سلطان کو جہاد کی ترغیب دیتا تھا۔ قسم کھائی جاسکتی ہے کہ جہاد شروع کرنے کے بعد انہوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ اورکسی مصرف میں خرچ نہیں کیا۔ میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی جس نے اپنے اکلوتے بچے کاداغ اٹھایاہو۔ وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے تھے اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے رہتے تھے۔

یاللا سلام لوگو ! اسلام کی مدد کرو ۔ ان کی آنکھوں سے اس وقت آنسو جاری رہتے تھے ۔ سلطان صلاح الدین کے ساتھ ہمہ وقت ساتھ رہنے والے قاضی ابن شد اد مزید لکھتے

ہیں کہ سارے دن سلطان نے ایک دانہ منہ میں نہیں رکھا صرف طبیب کے مشورہ اور اصرار کی سے ایک مشروب کا استعمال کیا ۔ شاہی طبیب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے صرف چند لقمے کھائے ۔ ان کی طبیعت میدان جنگ کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہی نہیں تھی ۔ (بحوالہ دعوت و عزیمت)

ایک مؤرخ سلطان صلاح الدین کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
جب سلطان نورالدین زنگی نے اپنے مشہور سپہ سالار اسد الدین شیر کوہ جو سلطان صلاح الدین کے چچا بھی تھے، کو مصر کی مہم پر روانہ کیا تو وہ صلاح الدین کو بھی اپنے ساتھ لے گئے، شیر کوہ کے وفات کے بعد صلاح الدین آخری فاطمی خلیفہ عاضد کا وزیر بنے۔ 1169 ، یا 1171 ء میں صلاح الدین نے مصر میں فاطمی خلیفہ کی بجائے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھوایا اور اس طرح بقول "لین پول اس فاطمی حکومت کا خاتمہ ہوا جو تقریبا سو سال تک بحر روم کے ساحل پر مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت سمجھی جاتی تھی۔
اس کے بعد صلاح الدین نورالدین زنگی کی طرف سے مصر کا گورنر رہے۔
1174ء میں نور الدین کی وفات کے بعد صلاح الدین مصر کا خود مختار بادشاہ بن گئے ۔صلاح الدین چاہتے تھے کہ صلیبی عیسائیوں کا کامیاب مقابلہ کرنے اور ان کی زیادتیوں اور چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے اور پھر فلسطین کی صلیبی حکومت کا جو مسلمانوں کے پہلو میں نہیں بلکہ ان کے دل میں کھٹک رہی تھی، تیا پانچہ کرنے کے لیے مصر و شام اور علاقہ کی دیگر چھوٹی چھوٹی اسلامی حکومتیں ایشیائے کوچک اور میسو پوٹیمیا سے لے کر سرزمین مصر تک ایک پرچم تلے متحد ہو جائیں کیونکہ چھوٹی ریاستوں اور مملکتوں میں بٹ کر مسلمان صلیبیوں کو سرزمین فلسطین سے نکالنا تو در کنار بلکہ اپنا وجود بھی بمشکل قائم رکھ سکتے تھے۔بالآخر صلاح الدین اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہ سارے ممالک ان کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے ۔ (بحوالہ بارہ ہزار مجاہدین)

تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی خلافت کو ہمیشہ شیعہ برادری کی طرف سے نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ مصری فاطمی خلافت کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ سلطان صلاح الدین جو ایک کٹر سنی ہیں ، ان کی حکومت مصر پر قائم رہے۔ چنانچہ مصر کے فاطمیوں نے ارد گرد کی عیسائی

ریاستوں سے رابطہ کر کے سلطان صلاح الدین کے خلاف ایک مشترکہ محاذ قائم کر لیا۔ عیسائیوں نے بھی خیال کیا کہ صلاح الدین کی عمر 32 سال ہے۔ یہ کم عمر ونا تجربہ کاروزیر ہے۔ یہی موقع ہے کہ اس کو اس راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ مصر کے اندر بھی خلفشار وانتشار ہے لہذا باہر سے آسانی سے اس پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ مختلف ریاستوں سے جمع ہو کر عیسائیوں نے مصر پر حملہ کر دیا اور دمیاط کو محاصرے میں لے لیا۔ سلطان صلاح الدین نے فوراً نورالدین زنگی کو اس صورت حال کی اطلاع کی۔ نور الدین نے اپنی تجربہ کار فوجیں مصر کی طرف بھیج دیں اور خود عیسائیوں پر شام کے علاقہ میں زور دار حملہ کیا تا کہ عیسائی مصر سے پیچھے ہٹ جائیں ۔ جب شامی افواج مصر تک پہنچ گئیں تو عیسائی افواج گھبرا کر بھاگ گئیں اور دمیاط کا محاصر ختم ہو گیا۔صلاح الدین طوفان کی طرح آگے بڑھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے باہمی اتفاق واتحاد کی برکت سے اللہ کی مدد و نصرت سے اور صلاح الدین کی قائدانہ صلاحیت سے مسلمانوں نے مشرق وسطی میں عیسائی افواج سے وہ تمام علاقے واپس لے لیے جن پر صلیبیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ مقبوضہ علاقوں کو واپس لینے کی آرزو جب صلاح الدین ایوبی کے دل میں چٹکیاں بھرنے لگی تو 566ء میں صلاح الدین ایک فوجی منتظم اور سپہ سالار کی حیثیت سے میدان جہاد میں اتر آئے اور ایک ایک کر کے تمام مقبوضہ علاقہ جات کو کفار سے واپس لیتے چلے گئے۔سب سے پہلے صلاح الدین نے عسقلان کا رخ کیا اور فرانس کے بادشاہ اور اردگرد کے تمام عیسائیوں سے شدید معرکوں کے بعد عسقلان اسلام کے جھنڈے کے تحت آگیا۔ عسقلان سے فارغ ہوتے ہی صلاح الدین نے بحری بیڑے تیار کرتے فوج کوآراستہ پیراستہ کر کے ایلیا پر چڑھائی کر دی جو بحیرہ قلزم کے ساحل پر عیسائی مقبوضات میں سے تھا۔ اللہ تعالی نے مکمل فتح عطا کی۔ 1566ء میں اس علاقہ پر فتح کے عالی شان اسلامی جھنڈے لہرانے لگے۔

صلاح الدین نے اس کے بعد مصر میں تمام شیعہ قاضیوں کو موقوف کیا اور اہل حق کے قاضی مقرر کیے۔ سلطان صلاح الدین نے ایک دفعہ علاقہ کرک پر دھاوا بول دیا مگر پیچھے دشمن نے تمام افواج کو جمع کر کے مصر کے اہم علاقے اسکندریہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسکندریہ کا ایسا محاصرہ کیا کہ سقوط کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لیے سلطان نے "کرک" کی فتح کو نامکمل چھوڑ کر اسکندریہ کی طرف اپنی افواج کو بڑھا دیا اور اسلامی فوج نے دشمن کا ایسا گھیراؤ کیا کہ ان میں سے کوئی بچ نہ سکا اور اسکندریہ محفوظ ہو گیا۔
اس کے بعد سلطان نے رمضان کے مہینہ میں کرک پر دوبارہ حملہ کرنے کا مشورہ کیا۔ اکثر مشیروں نے کہا کہ رمضان ہے، روزہ ہے، آپ رمضان میں حملہ کی زحمت نہ کریں مگر سلطان نے جواب دیا کہ زندگی پر بھروسہ نہیں ، وقت مختصر ہے۔ میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ تقدیر کا علم صرف اللہ کو علم ہے یہ کہہ کر صلاح الدین نے فوج کو حکم دیا کہ اب چل پرو۔ چنانچہ شاہینوں کا یہ لشکر یلغار کرتا ہوا قلعہ سفر کو فتح کرتا ہوا طوفانی آندھی بن کر اردن کے کنارے تک جا پہنچا۔ اب صلاح الدین جہاں پر کھڑا تھا بالکل سامنے کرک کا قلعہ تھا جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور جس کی فتح کے لیے شرطیں لگائی جاتی تھیں ۔ سلطان کی افواج نے قلعہ کرک کا محاصرہ کر لیا مگر قلعے سے کفار بارش کی طرح تیر برسا رہے تھے ۔ آخر بڑی مشقت کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور مسلمانوں نے بڑی خوشی منائی اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا کیونکہ اس قلعہ میں بڑے بڑے ڈاکو رہتے تھے جو ہر وقت قلعہ سے نکل کر حاجیوں سے قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے ۔ بد نام زمانہ ریجنالڈ اس کا والی تھا۔

معرکہ حطین

اسلامی تاریخ میں عرب دنیا پر حطین کا معرکہ جہاد مقدس کی مشہور جنگوں میں سے ایک ہے۔ اس شدید معرکہ کی وجہ سے اہل تاریخ اور عرب دنیا نے صلاح الدین کو بطور اعزاز بطل حطین کا لقب دیا تفصیل اس طرح ہے:فرنگیوں میں ایک شخص بہت بڑا عیار رو مکار تھا اور نسل آدم کے لیے فتنہ تھا ، جس کو عرب برنس ارطاق " کہتے تھے۔ اس کا اصل نام ریجنالڈ تھا جو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا۔وہ فطری طور پر ایک فتنہ پرداز شخص تھا۔ اہل تاریخ نے اسے مکار اور قزاق کے نام سے یاد کیا ہے ۔ قلعہ کرک میں سارے ڈاکے یہی شخص کرواتا تھا۔ اس خبیث نے ایک دفعہ قسم کھائی تھی کہ وہ مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کرے گا اور دونوں کو مسمار کرے گا۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس شیطان نے بحری بیڑوں کا سہارالیا اور عیراب پر حملہ آور ہوا ۔ یہ جگہ بحیرہ قلزم کے افریقی ساحل پر واقع تھی۔ لشکر اسلام نے موقع پر ہی اس منصوبہ کو ناکام بنا دیا ریجنالڈ بندرگاہ الحوار سے مدینہ منورہ پر بحری حملہ کرنا چاہتا تھا مگر مسیحی لشکر پر لشکر اسلام نے زبردست حملہ کیا اور الحوار تک پہنچنے سے پہلے ہی مسلمانوں نے ریجنالڈ اور اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ اکثر عیسائی مارے گئے مگر خود ریجنالڈ بچ نکلا اور اپنے اس ٹھکانہ پر واپس آگیا جہاں سے وہ حجاج کرام وغیرہ کے قافلوں پر لوٹ مارڈالتا تھا ۔ایک دفعہ ایک تقریب میں عیسائی شریک تھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور مہینہ بھر علاقے کا محاصرہ جاری رہا۔ کچھ غیر جانب دار عیسائیوں نے مسلمانوں کی صلح کرادی۔ مگر ریجنالڈ نے عہد و پیمان کا خیال نہ رکھا اور کچھ عرصہ بعد ایک قافلہ کو لوٹ لیا ۔ سلطان کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے انتقام کی قسم کھائی اور خندقیں کھدوائی گئیں ۔کچھ مسافروں نے فریاد کی تو ریجنالڈ نے کہا، کہاں سے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب ان کو بلا ؤ نا ، یہ کہکر اس نے قافلے والوں کو قتل کر کے مال لوٹ لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب سلطان صلاح الدین کو ملی تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان شاء اللہ میں اپنے ہاتھوں سے ریجنالڈ کو قتل کروں گا۔

سلطان کا شوق جہاد ان کی فوج میں داخل ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب صلاح الدین نے جہاد کا علم بلند کیا تو ان کا عزم یہی تھا کہ مقبوضہ علاقے عیسائیوں سے واپس کرادیں اور صلیبیوں کی فوجی قیادت کو پاش پاش کر کے رکھ دیں۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں جنگ حطین کا زبردست معرکہ رونما ہو گیا سلطان صلاح الدین اپنے ساتھ پچیس ہزار کا لشکر جرار لے کر دریائے اردن کے قریب پہنچ گئے اور کچھ دیر بعد دریا کو عبور کر کے طبریہ سے کوئی پندرہ میں دورا ھم بلند چوٹیوں پر خیمہ زن ہو گئے ۔ سلطان نے اپنے بیٹے ملک فاضل کی کمان میں ایک مختصر سا لشکر طبر یہ پر حملہ کرنے کے لیے کلبلی کی طرف سے روانہ کر دیا۔ اس فوج نے ایک ہی دن میں طبریہ کی بیرونی فصیل پر قبضہ کرایہ اور شہر کا مکمل محاصرہ ہو گیا۔اس خبر سے عیسائیوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور انہوں نے آپس کے مشورے شروع کر دیے صلیبیوں کو بھی چاروں طرف سے مدد مل رہی تھی اور وہ جوق در جوق میدان کارزار میں پہنچ رہے تھے بہت تیزی سے ان کی فوجیں صفور یہ کے چشموں تک پہنچ گئیں جن کے آگے میلوں بنجر زمین اور تباہ کن پھیلا ہو ا صحرا پڑا تھا۔ نہ کسی سبز ہ کا نام تھا اور نہ کہیں پانی کا نشان تھے۔صلیبی لشکر کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور اس میں شاہی فرنگی افواج اور فرنگیوں کے تمام جرنیل اور سردار موجود تھے۔ بیت المقدس کا بادشاہ گائی آف لوسکنان ، ترک کا بد باطن قلعہ دار ریجنالڈر، طبریہ کا والی ریمنڈ ہیسپلروں کا سردار ڈی رڈ فورڈ میدان میں آئے تھے۔ سب کے سب شکر اسلام اور سلطان سے سبق آموز جنگ لڑنا چاہتے تھے لیکن سلطان کی افواج نے سروں پر اچانک پہنچنے سے ان بادشاہوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ مجلس مشاورت میں شاہ گائی نے سلطان سے لڑنے کی مخالفت کی کیونکہ گائی ایک بزدل فرمانروا تھا۔ ریمنڈ بڑا دوراندیش تھا، اس نے کہا کہ سلطان سے پنجہ آزمائی تباہی ہے

اس لیے اگروہ شہر میں داخل ہو کر میرے اہل و عیال کو گرفتار بھی کرے تب بھی ہمیں پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔ دیگر سرداروں کی بھی یہی رائے تھی ۔ لیکن شام کے ریجنالڈ اور ڈی رڈفورڈ نے پیش قدمی پر زور دیا۔ لہٰذا دوسرے ہی دن صلیبیوں نے طبل بجا کر پیش قدمی شروع کر دی۔ عام تاریخی روایات کے مطابق اس جنگ میں پچاس ہزار عیسائی افواج نے حصہ لیا تھا اور صفوریہ کے مقام پر آکر پڑاؤ ڈالا تھا۔ ان کی کثرت تعداد کی خبر جب سلطان کی افواج کو پہنچی تو بعض اہم فوجیوں نے سلطان کو مشورہ دیا کہ میدان میں جنگ مناسب نہیں بلکہ چھاپہ مارا انداز سے جنگ ہونی چاہیے ۔ سلطان نے جواب میں کہا کہ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو اور پیش قدمی کرو۔ عام روایات کے مطابق سلطان صلاح الدین کے ساتھ صرف بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ آپ کی عادت تھی کہ جمعہ کے دن لڑائی نماز کے بعد شروع کرتے تھے تا کہ عالم اسلام کے مسلمان جمعہ کی نماز کے بعد افواج اسلامیہ کے لیے دعائیں مانگیں ۔ یوں سلطان اور صلیبیوں کے درمیان بڑے معرکے ہوئے ہیں لیکن جنگ حطین کے لیے سلطان مدتوں سے تیاریاں کر رہے تھے کیونکہ حطین کی جنگ در حقیقت بیت المقدس کے لیے پیش خیمہ تھی ۔ سلطان صلاح الدین نے صفور یہ میں جو پڑاؤ کیا تھااس کا نقشہ مورخ لین پول اس طرح پیش کرتا ہے:صلاح الدین کا کیمپ صفور یہ سے دس میل مشرق کی طرف حطین کے قریب سطح مرتفع پر واقع تھا۔ اس گاؤں کے چاروں طرف زیتون اور پھلوں کے باغات تھے ۔ اس علاقہ سے میٹھے اور صاف پانی کا ایک چشمہ شمال مغرب کی جانب وادی حمال کی گھاٹی میں جاتا تھا۔ غرض کہ نیچے وادیوں میں اور طبر یہ کے قرب و جوار میں پانی کی کچھ کمی نہ تھی۔ حطین کے جنوب میں وہ پہاڑی واقع ہے جو تاریخ میں قرن حطین کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہاڑی میدانی آبادی سے چھ سوفٹ کی بلندی پر واقع ہے

اور اس سے سوفٹ نیچے کا مغربی میدان صاف نظر آتا ہے۔ دونوں کیمپوں کے درمیان کوئی چشمہ نہ تھا۔ یہ سال کا گرم ترین موسم تھے۔ مسلمان اور نصاریٰ کے لشکروں میں کافی فاصلہ تھا۔ عیسائی لشکر کے قریب آنے سے پہلے سلطان نے حکم دیا کہ طبریہ کے شہر میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ لشکر اسلام نے شہر طبریہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اسی وقت سلطان کو اطلاع ملی کہ عیسائیوں کا لشکر جرار آرہا ہے۔ سلطان تیزی کے ساتھ اپنے کیمپ میں پہنچ گئے اور وہاں نظم و نسق سنبھالنے میں مشغول ہو گئے۔ سلطان نے اپنی افواج کو اہم مقامات پر بٹھا دیا اور ندی نالوں اور چشموں پر قبضہ جمالیا۔ دن رات لشکر اسلام کے جانباز نعرہ تکبیر بلند کرتے رہے اور خوشی خوشی دشمن کے آنے کا انتظار کرتے رہے۔لین پول کے کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو :جمعہ 3 جولائی کو نصرانی افواج نے صفور یہ کے پاس اپنا کیمپ اٹھا لیا اور وہ طبر یہ کی طرف روانہ ہوئی ۔ فوج کے روانہ ہوتے ہی اسلام کے شاہینوں نے جھپٹ جھپٹ کر ان پر حملے شروع کر دیے اب نصاریٰ دو طرف سے گھیرے میں آگئے۔ طبریہ کے پاس اسلامی فوج پہلے سے موجود تھی جس نے طبریہ کا محاصرہ جاری رکھا ہوا تھا اور ادھر سے صفور یہ میں مقیم افواج نے ان پر حملے کر دیے۔ بہت سے جرنیل اور ماہرین جنگ تو راستے ہی میں کام آئے اور نصرانی بے سایہ اور چٹیل صحرا میں افتان و خیزاں جا رہے تھے۔ تمام دن صلاح الدین کا لشکر انہیں تنگ کرتا رہا۔ ان کے اسلحے تیز دھوپ سے تپ رہے تھے۔ علاقہ میں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ نصاریٰ اپنے بادشاہ کی مدد سے عاجز آگئے تھے جو قلب لشکر میں موجود تھی ۔ حاکم طبر یہ اپنے لشکر سے کافی آگے نکل چکا تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ کہیں پانی تک پہنچ جائیں مگر فیصلہ اور مشورہ یہ ہوا کہ اب آگے جانا مشکل ہے۔ رات یہیں پر گزاردیں مگر ہتیار نہ کھولیں کیونکہ حالت جنگ میں ہیں ۔ اس حالت سے ریجنالڈ نا امید ہو گیا اور اس نے کہا کہ افسوس ہم جنگ ہار گئے ہیں اب ہمارا شمار مردوں میں ہے اور ہماری حکومت ختم ہو گئی ہے ۔

عیسائیوں کی مصیبت کی یہ نا قابل فراموش رات تھی ۔ رات بھر پیاس سے وہ تڑپتے رہے۔ مسلمانوں نے قریب کی جھاڑیوں میں آگ لگا دی تو دھوئیں اور آگ نے نصرانیوں کی مصیبت میں اور اضافہ کر دیا۔ اللہ نے انہیں آنسوؤں کی روٹی کھلائی اور پشیمانی کے پیالہ میں پانی پلایا۔ ایک اور مؤرخ لشکر کفار کی حالت کا اس طرح دلچسپ منظر لکھتا ہے۔ خلاصہ ملاحظہ ہو۔سلطان صلاح الدین نے آس پاس کے ہر چشمہ اور ہر ندی پر اپنی فوج بٹھادی اور جب جو شیلے عیسائی اپنے جوش اور ولولے کے ساتھ ہتھیار بجاتے ، ناچتے اور گاتے ہوئے حطین کی طرف بڑھنے لگے تو سلطان نے اپنے طوفانی دستے اور شیر دل نو جوانوں کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ مؤرخ ارنول کہتا ہے کہ صفوریہ سے طبریہ جانے والی راہ خشک اور بنجر چٹانوں سے گھری ہوئی تھی ۔ دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا، گرمی کا موسم تھا اور دھوپ سخت پڑ رہی تھی ۔ بے چاری فوج یروشلم کے بادشاہ کے پیچھے پیچھے بندھی چلی جارہی تھی سپاہی سر پاؤں تک لوہے میں غرق تھے ۔ چلچلاتی دھوپ کے سبب انہیں دوزخ کی آگ میں جلنے کی لذت نصیب ہو رہی تھی۔ لوہے کا لباس جب خوب گرم ہوا تو بے چاروں کے جسم جھلس گئے ۔ اگر پانی ہوتا تو جسم کی تپش ہلکی بھی کی جاسکتی مگر اس دشت و بیابان اور بنجر زمین میں پانی کہاں سے دستیاب ہو سکتا تھا ؟کوئی سایہ دار درخت بھی نہ تھا کہ جس کے نیچے کچھ دم لیتے ۔ اس پر ظلم یہ ہوا کہ سلطان کے طوفانی دستوں نے ان پر اچانک ایسے زور دار حملے کیے کہ غریب آنسو بھر بھر کر روتے تھے۔ عیسائی افواج نے بدحواسی میں ایسی جگہ پڑاؤ کیا جو بالکل نا مناسب تھی طبریہ کا گورنر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ خدا کے لیے یہاں قیام نہ کرو یہاں پانی نہیں ہے مگر اس کی کسی نے نہ سنی یہ رات اس فوج پر بڑی المناک تھی۔ رات بھر فوج کے سپاہی پانی کے لیے تڑپتے اور چیختے رہے۔پیاس نے ان کی روحیں تڑپادی تھیں مسلمانوں نے چاروں طرف سے دشمن کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

مسلمانوں نے ادھر ادھر پھیل کر جھاڑیوں اور خشک میں آگ لگا دی۔ اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بے چارے اس طرح چیخ اٹھے جیسے انہیں لا تعداد سانپوں نے ڈس لیا ہو۔ مؤرخ لین پول لکھتا ہے کہ بڑی مشکل سے دوسرا دن آیا یعنی شعبہ 4 جولائی ۔ عیسائی سپہ سالار تو گھوڑوں پر جلدی سوار ہو گئے لیکن پیادہ فوج کی سکت ختم ہوگئی تھی اور وہ پیاس سے منہ پھیلائے پڑی تھی ۔کنویں مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ وہ تازدم بھی تھے اور صلاح الدین نے رات میں ان کو ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ بھی کر دیا تھا ۔ ہر سہولت ان کو مہیا تھی ، ان کے ترکش تیروں سے بھرے پڑے تھے اور قریب میں تیروں سے لدے ہوئے ستر اونٹ کھڑے تھے۔ اس کے علاوہ چار سو سے زائد گٹھے تیروں کے تیار تھے ۔ ہر سپاہی اپنی جگہ چاق و چوبند کھڑا تھا۔ حطین سے دو میں جنوب مغرب کی طرف مقام لوبیہ میں طرفین کی افواج کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کے تیر اندازوں نے جنگ کی ابتداء کی تو ان کے تیروں کی بارش ٹڈی دل کی طرح دشمن پر پڑ رہی تھی اور دشمنوں کے سوار گھوڑوں سے کٹ کٹ کر نیچے گر رہے تھے کہ اتنے میں مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے دوسرا حملہ کر دیا اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی ۔ سلطان صلاح الدین میدان جنگ میں ضرورت کے مطابق ہر جگہ نظر آتے تھے اور اپنی افواج کو ہمت و شجاعت اور جرات و غیرت کا درس دیتے رہے۔بہاؤالدین ابن شداد جنگ کا منظر اس طرح پیش کرتے ہیں۔خوف کا پنجہ عیسائی سپاہیوں کے گلوں پر تھا۔ وہ بھیڑ بکریوں کی طرح مذبح خانہ کی طرف ہنکائے جارہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ کل قبرستان آباد کریں گے تاہم عیسائی افواج اپنی آخری تباہی اور مسلمانوں کی مکمل فتح تک لڑتی رہی۔فرینکس کی فوج پیاس سے دیوانہ ہو کر سورج کی تمازت سے مجلس کر اور جلتی ہوئی جھاڑیوں کے دھوئیں سے اندھی ہو کر ترتیب جنگ کھو بیٹھی تھی اور اپنے امیر لشکر سے ان کا رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ وہ پانی کی تلاش میں پاگلوں کی طرح جھیل کی طرف دوڑی لیکن صلاح الدین نے راستہ روک رکھا تھا۔ ایک پہاڑی پر وہ سب جمع ہو گئے ۔

بادشاہ نے بار بار التجا کی کہ نیچے آ کر صلیب اور تاج کی حفاظت میں اپنا فرض ادا کریں مگر انہوں نے کہلا بھیجا کہ پیاس سے بغیر لڑے مرے جا رہے ہیں ۔ آخر میں مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور کچھ کو پہاڑی سے نیچے گرا دیا اور جو بچ گئے انہیں یا تو قتل کر دیا یا گرفتار کر لیا اور بعض نے اطاعت قبول کرلی ۔ وہ جب مسلمانوں کے پاس آئے تو ان کے منہ پیاسے کتوں کی طرح کھلے ہوئے تھے۔ پانچ کرنل تو ایسے تھے جو کہہ رہے تھے کہ اے مسلمانو ! تم دیر کیوں کرتے ہو ہمیں مار دو کیونکہ ہم ویسے ہی مر رہے ہیں۔ گائی نے سوچا کہ اب پیدل ہو کر کچھ مقابلہ ہو سکے گا اس نے اپنی افواج کو ایک اور سمت میں صلیب کے گرد حصار کی شکل میں متعین کر لیا اور سب نے مل کر ایک آخری کوشش کی کہ مسلمانوں کے حصار کو توڑ دیں مگر صلاح الدین کے عم زاد تقی الدین نے ان کے لیے اپنی صفیں کھول دیں اور جب ریجنالڈ کی فوج اس میں گھس گئی تو مسلمانوں نے ریجنالڈ کو اس کی فوج سے الگ کر کے سب کو ایسے گھیرے میں لے لیا جس طرح پرندے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ذرا سی دیر میں مسلمان ان پر ٹوٹ پڑے اور بادشاہ اور اس کا بھائی ، ریجنالڈ ، جو ملین ، ھمفری اور دیگر بہت سے امراء گرفتار ہوئے ۔ ریجنالڈ نے جب دیکھا کہ بادشاہ گرفتار ہو گیا تو میدان جنگ سے کسی طرح بھاگ نکلا اور شرم وعار کا ہار گلے میں ڈال کر صور تک بھاگتا چلا گیا۔ فلسطین کے باقی سور ما قید کر لیے گئے۔ تن تنہا ایک مسلمان تیس نصرانیوں کو ایک رسی میں باندھ کر کھینچ لیا کرتا تھا۔ مقتولین کا حال یہ تھا کہ کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے اور ٹوٹی ہوئی صلیبوں اور کٹے ہوئے ہاتھ پیر اور کٹے ہوئے سرخر بوزوں اور تربوز کی طرح زمین پر پڑے تھے۔ لین پول نے لکھا ہے کہ مسلمان فوج کی تیراندازی سے سب سے زیادہ نقصان عیسائیوں کی سوار فوج کو پہنچا اور بڑے بڑے جرنیل اور شہسوار گھوڑوں پر سے اس طرح گرے کہ جیسے وہ گرنے ہی کے لیے آئے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ(آل عمران)

ترجمہ: اور تو نہ سمجھ اُن لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اُن کو الہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں اُن کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے اُن کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ اُن کو غم خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری امان والوں کی ۔ (سورۃ آل عمران)

بعض روایات میں ہے کہ شہدائے احد یا شہدائے بیر معونہ نے خدا کے ہاں پہنچ کر تمنا کی تھی کہ کاش ہمارے اس عیش و تنعم کی خبر کوئی ہمارے بھائیوں کو پہنچا دے تا کہ وہ بھی اس زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہنچاتا ہوں۔ اس پر یہ آیات نازل کیں اور ان کو مطلع کر دیا گیا کہ ہم نے تمہاری تمنا کے موافق خبر پہنچا دی اس پر وہ اور زیادہ خوش ہوئے ۔ (تفسیر عثمانی)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے پھل کھاتی پھرتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالی سب کو کھڑا کرے تو اسے بھی اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا۔ اس حدیث کے راویوں میں تین جلیل القدر امام ہیں جو ان چار اماموں میں سے ہیں جن کے مذاہب مانے جا رہے ہیں۔ (ابن کثیر)

ابو بکر ابن مردویہ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد شہید ہو گئے جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے بہن بھائی بہت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن ! میں تجھے بتاؤں ، جس کسی سے خدا نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی، فرمایا مجھ سے مانگ ، جو مانگے گا دوں گا۔ تیرے باپ نے کہا خدایا میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید ہو جاؤں۔ رب عز و جل نے فرمایا ، یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔ کہنے لگے پھر خدایا میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں تو خدایا تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکا۔ (تفسیر ابن کثیر)بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ابو العالیہ نے اس فقرہ کی تشریح میں کہا کہ وہ سبز پرندوں کی شکلوں پر ہیں۔ جنت کے اندر جہاں چاہتے ہیں اڑتے ہیں۔ رواہ ابو حاتم ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ روز قیامت تک ہر رات عرش کے نیچے انکی روحیں رکوع اور سجدے کرتی رہیں گی۔

بیہقی نے اپنی سندوں سے اور ابن سعد اور بیہقی نے دوسرے طریقوں سے اور محمد بن عمر نے اپنے مشائخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا جب معاویہ نے چشمہ (نہر جاری کر ایا تو ہم اپنے شہداء احد کے مزاروں پر چیختے ہوئے پہنچے اوران کو باہر نکالا تو دیکھاوہ تروتازہ ہے اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں زندوں کی طرح لچک ہے محمد بن عمرو کے مشائخ کا بیان ہے کہ لوگوں نے حضرت جابر کے والد کو ایسی حالت میں پایا کہ ان کا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ جب ہاتھ زخم سے الگ کیا گیا تو خون ابلنے لگا مجبور ہاتھ کو پھر اس جگہ لوٹا دیا گیا تو خون تھم گیا۔ حضرت جابر کا بیان ہے میں نے اپنے باپ کو قبر کے اندر دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ سورہے ہیں اور جس دھاریدار کملی کا ان کو کفن دیا گیا تھاہ بھی ویسی ہی تھی۔ حالانکہ اس کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔ ان شہداء میں ایک شخص کی ٹانگ میں (زمین کھودتے وقت پھاوڑہ لگ گیا تو اس سے خون ابل پڑا مشائخ نے کہا یہ حضرت حمزہ تھے الخ (تفسیر مظہری اردو جلد دوم)

عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی طرح ہوتی ہیں (بہر حال ان پرندوں کے لئے سونے کی قندیلین (پنجرے) عرش سے آویزاں ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ پھر لوٹ کر قندیلوں میں آجاتی ہیں۔ اللہ ان کو ایک بار جھانکتا ہے اور فرماتا ہے کیا تم کچھ چاہتے ہو ایسا روزانہ) تین بار کرتا ہے دوسری روایت میں آیا ہے کہ اللہ فرماتا ہے مجھ سے مانگو جو کچھ چاہو وہ جواب دیتے ہیں ، اے رب ! ہم کیا مانگیں جس جنت میں ہم سیر کرتے ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ بغیر مانگے ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو عرض کرتے ہمارے روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹادیں کہ تیرے راستے میں جہاد کریں اللہ فرماتا ہے میں لکھ چکا ہوں کہ دوبارہ دنیا میں لوٹنا نہیں ہوگا) آخر جب اللہ دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی ضرورت (باقی نہیں تو ان کو (ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

بیہقی نے اپنی سندوں سے اور ابن سعد اور بیہقی نے دوسرے طریقوں سے اور محمد بن عمر نے اپنے مشائخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا جب معاویہ نے چشمہ (نہر جاری کر ایا تو ہم اپنے شہداء احد کے مزاروں پر چیختے ہوئے پہنچے اوران کو باہر نکالا تو دیکھا وہ تروتازہ ہے اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں زندوں کی طرح لچک ہے محمد بن عمرو کے مشائخ کا بیان ہے کہ لوگوں نے حضرت جابر کے والد کو ایسی حالت میں پایا کہ ان کا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ جب ہاتھ زخم سے الگ کیا گیا تو خون ابلنے لگا مجبور ہاتھ کو پھر اس جگہ لوٹا دیا گیا تو خون تھم گیا۔ حضرت جابر کا بیان ہے میں نے اپنے باپ کو قبر کے اندر دیکھا معلوم ہوتا تھا کہ سو رہے ہیں اور جس دھاریدار کملی کا ان کو کفن دیا گیا تھاہ بھی ویسی ہی تھی۔ حالانکہ اس کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔ ان شہداء میں ایک شخص کی ٹانگ میں (زمین کھودتے وقت پھاوڑہ لگ گیا تو اس سے خون ابل پڑا مشائخ نے کہا یہ حضرت حمزہ تھے الخ (تفسیر مظہری اردو جلد دوم)

اسلام کی پہلی شہیدہ

حضرت سمیہ خباط کی بیٹی حضرت عمار بن یاسر کی والدہ اور ابو حذیفہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ ابو حذیفہ کے حلیف یاسر عبسی سے ان کا نکاح ہوا اور جب حضرت عمار پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ (اصابہ) جب مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ان کے خاوند حضرت یاسر اور بیٹے حضرت عمار تینوں نے اس دعوت کو لبیک کہا۔ حضرت سمیہ کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا۔ کچھ دن اطمینان سے گزرے تھے کہ قریش کا ظلم وستم شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ برابر بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا اسے طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتا تھا۔ حضرت سمیہ کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر لانے کے لئے اپنا پورا زور لگایا مگر وہ اپنے عقیدہ پر مقیم رہیں اور ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ کفار مکہ انہیں مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے وہ یہ سب تکلیفیں اسلام کی خاطر خوشی سے برداشت کرتی چلی گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھر سے گزرتے تو ان کی حالت دیکھ کر فرماتے آل یاسر صبر کرو اس کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت ہے۔دن بھر طرح طرح کی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کر کے جب شام کو نجات ملتی تو گھر آتیں ایک مرتبہ جب واپس گھر آئیں تو ابو جہل نے انہیں بہت برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور پھر اس کا غصہ اتنا تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا شہید ہوگئیں۔ حضرت عمار کو اپنی والدہ کی اس بے بسی اور بے کسی پر بڑا ترس آیا اور سخت صدمہ پہنچا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر سارا قصہ سنادیا اور کہا کہ حضرت ! اب تو حد ہو گئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تاکید فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی اے اللہ ! آل یاسر کو دوزخ سے بچا لیجئے۔ یہ ہجرت نبوی سے پہلے کی بات ہے اس بناء پر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام میں سب سے پہلی شہید ہونے والی خاتون ہیں۔ غزوہ بدر میں جب ابو جہل مارا گیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا اللہ تعالی نے فیصلہ کر دیا ۔ (اصابہ)

حضرت ثمامہ بن اثال

مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب ثمامہ کا ہم وطن تھا۔ اس نے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن آفتاب حقیقت پر اس کی تاریکی غالب نہ آسکی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ بڑے زور و شور کے ساتھ اٹھا اہل یمن اس کے دام تزویر میں پھنس کر مرتد ہو گئے اور مسیلمہ نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس زمانہ میں ثمامہ وطن ہی میں موجود تھے انہوں نے اہل یمامہ کو ارتداد سے بچانے کی بہت کوشش کی ۔ ہر شخص کے کانوں تک یہ آواز پہنچاتے تھے کہ لوگو! اس تاریکی سے بچو جس میں نور کی کوئی کرن نہیں ہے لیکن مسیلمہ کی آواز کے سامنے ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے پند و نصائح کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا اور لوگ مسیلمہ کے دام میں پھنس چکے ہیں تو خود یمامہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔اسی دوران میں علاء بن حضرمی جو مرتدین کے استیصال پر مامور ہوئے تھے۔ یمامہ کی طرف سے گزرے ثمامہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بنی حنیفہ کے ارتداد کے بعد میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا عنقریب خدا ان پر ایسی مصیبت نازل کرے گا کہ ان سے اٹھتے بیٹھتے نہ بنے گا۔ مسلمان اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آئے ان سے نہ بچھڑنا چاہئے تم میں سے جس کو چلنا ہو وہ فورا تیار ہو جائے ۔ غرض اپنے ہم خیال اشخاص کو ساتھ لے کر علاء کی مدد کو پہنچے جب مرتدین کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ بنی حنیفہ بھی علاء کی امداد پر آمادہ ہیں تو وہ کمزور پڑ گئے یمامہ کی مہم خالد کے سپرد تھی اور علاء بحرین کے مرتدین پر مامور تھے۔ چنانچہ ثمامہ بھی علاء کے ساتھ بحرین چلے گئے اور مرتدین کے استیصال میں برابر کے شریک رہے۔شہادت: مرتدین کے استیصال کے بعد بنی قیس کے مرتد سردار حطیم کا حلہ اس کے قاتل سے خریدا اور اسے پہن کر چلے بنو قیس نے ان کے بدن پر حطیم دیکھ کر سمجھا کہ ان ہی نے حطیم کو قتل کیا ہے اور یہ حلہ انہیں سلب میں ملا ہے اس شبہ میں ثمامہ کوشہید کر دیا۔ (سیر صحابہ)

ستر حفاظ

محمد بن اسحاق اور عبداللہ بن ابی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت کی بناء پر اس طرح بیان کی ہے کہ عامر بن مالک بن جعفر عامری جس کا لقب ملاعب الاسنہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دو گھوڑے اور دو اونٹنیاں ہدیہ میں پیش کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرما دیا میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارا ہدیہ قبول کرلوں تو مسلمان ہو جاؤ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا لیکن اسلام سے دور بھی نہیں گیا۔ (یعنی نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا اور بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کی تم دعوت دیتے ہو وہ ہے تو اچھی خوبصورت پس اگر تم اپنے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو اہل نجد کے پاس (دعوت دینے کے لئے) بھیج دو تو مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری دعوت قبول کر لیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اہل نجد کی طرف سے اپنے آدمیوں کا خطرہ ہے۔ ابو براء بولا میں ان کی پناہ کا ذمہ لیتا ہوں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر بن عمر ساعدی کو ستر منتخب انصاری صحابہ کا سردار بنا کر سب کو بھیج دیا۔ ان ستر آدمیوں کو قاری کہا جاتا تھا (یعنی یہ سب قاری اور عالم قرآن تھے) انہی میں حضرت ابو بکر کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیر بھی تھے۔ یہ روانگی ماہ صفر ۴ھ میں ہوئی، غرض یہ لوگ چل دیئے اور بیر معونہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ بیر معونہ کی زمین بنی عامر کی زمین اور بنی سلیم کے پتھر یلے علاقہ کے درمیان واقع تھی۔ یہاں ہو کر ان لوگوں نے حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک دے کر بنی عامر کے کچھ آدمیوں کے ساتھ عامر بن طفیل کے پاس بھیجا حضرت حرام نے پہنچ کر کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں تمہارے پاس آیا ہوں

شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہذا تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ حضرت حرام کی تبلیغ کے بعد ایک شخص نیزہ لے کر گھر کی جھونپڑی سے برآمد ہوا اور آتے ہی حضرت حرام کے پہلو پر برچھا مارا جو دوسرے پہلو سے نکل گیا۔ حضرت حرام فوراً بول اٹھے اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اس کے بعد عامر بن طفیل نے بنی عامر کو ان صحابیوں کے خلاف چیخ کر آواز دی بنی عامر نے اس کی بات قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بولے ابو براء کی ذمہ داری کو نہ توڑو عامر بن طفیل نے بنی سلیم کے قبائل عصیہ رعل اور ذکوان کو پکارا انہوں نے آواز پر لبیک کہی اور نکل کر صحابہ پر چھا گئے اور فرودگاہ پر آکر سب کو گھیر لیا۔ صحابہ نے مقابلہ کیا یہاں تک کہ سب شہید ہو گئے صرف کعب بن زید بچ گئے اور وہ بھی اسی طرح کہ کافران کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے مگر ان میں کچھ سانس باقی تھے اس لئے زندہ رہے اور آخر خندق کی لڑائی میں شہید ہو گئے ۔ (تفسیر مظہری اردو جلد ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جس میں کچھ قبائل عرب یعنی رعل ذکوان عصیہ اور بنی لحیان کے لئے بددعا کی۔

حضرت حارث بن ہشام

حضرت ابو بکر نے جب شام پر فوج کشی کا عزم کیا اور تمام بڑے بڑے روءسا کو اس میں شرکت کی دعوت دی تو حارث کو بھی ایک خط لکھا حارث حصول سعادت کے بہت سے مواقع کھو چکے تھے اس لئے تلافی مافات کے لئے فوراً آمادہ ہو گئے لیکن ان کی ذات تنہا نہ تھی۔ وہ صد ہا غریبوں کا سہارا تھے اس لئے مکہ ماتم کدہ بن گیا پروردگار کی نعمت زار زار روتے تھے سب بادیدہ پرنم رخصت کرنے کو نکلئے جب بطحا کے بلند حصے پر پہنچے تو رونے والوں کی گریہ وزاری پر ان کا دل بھر آیا اور ان الفاظ میں ان کی تشفی کی کوشش کی لوگ خدا کی قسم میں اس لئے تم لوگوں سے نہیں جدا ہو رہا ہوں کہ مجھ کو تمہارے مقابلہ میں کوئی ذاتی منفعت مقصود ہے یا تمہارے شہر کے مقابلہ میں دوسرا شہر پسند ہے بلکہ ایک اہم معاملہ پیش آ گیا ہے اس میں قریش کے بہت سے اشخاص شریک ہو چکے ہیں جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے اگر ہم نے اس زریں موقع کو چھوڑ دیا تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہو جائیں اور ان سب کو ہم خدا کی راہ میں لٹا دیں تب بھی اس کے ایک دن کے برابر اجر نہیں پا سکتے ان لوگوں کے مقابلہ میں اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم از کم آخرت کے اجر میں تو شریک ہو جائیں ہمارا یہ نقل مکان خدا کے لئے اور شام کی طرف ہے۔ غرض اس ولولہ اور جوش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور فحل اور اجنادین کے معرکوں میں داد شجاعت دی اگر اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک میں جب ابتدا میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ حارث بھی سخت زخمی ہو گئے دم واپسیں پیاس کا غلبہ ہوا۔ پانی مانگا فوراً پانی لایا گیا پاس ہی ایک دوسرے زخمی مجاہد تشنہ لب پڑے تھے۔ فطری فیاضی نے گوارا نہ کیا کہ ان کو پیاسا چھوڑ کر خود سیراب ہوں چنانچہ پانی ان کی طرف بڑھا دیا۔ (سیر صحابہ) ان کے پاس ایک تیسرے زخمی اسی حالت میں تھے اس لئے انہوں نے ان کی طرف بڑھا دیا۔ ان کے پاس پانی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ دم توڑ دیا غرض تینوں تشنہ کام حق تشنہ حوض کوثر پر پہنچ گئے۔ (سیر الصحابہ)

حضرت عقبہ بن نافع

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِحکومت میں ان کو افریقہ کا گورنر مقرر فرمادیا تھا اورانہوں نے افریقہ کے کچھ حصوں کو فتح کر لیا اوربربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندہ تھے ان کے بہت سے باشندے دامن اسلام میں آگئے ۔ 670ء میں عقبہ رضی اللہ عنہ نے مصر کے صحراؤں کو عبور کرکے شمالی افریقہ فتح کیا اور اپنے راستے میں مختلف مقامات پر عسکری چوکیاں قائم کیں۔ موجودہ تیونس میں انھوں نے قیروان کا شہر بسایا جو موجودہ شہر تیونس سے 160 کلومیٹر جنوب میں آج بھی موجود ہے۔ یہ شہر اگلی فتوحات کے لیے پڑاؤ کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ انھوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لیے ایک چھاؤنی بنانے اور ایک اسلامی شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن اس مقصد کے لیے ماہرین حربیات وعمرانیات نے جس جگہ کا انتخاب کیا وہاں ایک نہایت ہی خوفناک اورگنجان جنگل تھا جو جنگلی درندوں اورہر قسم کے موذی اورزہریلے حشرات الارض اورجانوروں کا مسکن اور گڑھ تھا ۔ اس موقع پر حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے ۔ آپ نے ان سب مقدس صحابیوں کو جمع فرمایا اوران بزرگوں کو اپنے ساتھ لے کر اس خوفناک اور گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اوربلند آواز سے یہ اعلان فرمایا:"اے درندو!اور موذی جانورو!ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ ہیں اورہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد ہونا چاہتے ہیں لہٰذا تم سب یہاں سے نکل جاؤ ورنہ اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کر دیں گے

اس اعلان کے بعد اس آواز میں خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تاثیر تھی کہ سب درندوں اور حشرات الارض میں ہل چل مچ گئی اور غول در غول اس جنگل کے جانور نکلنے لگے ۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے ، بھیڑیے اپنے پلوں کو لیے ہوئے، سانپ اپنے سنپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے جنگل سے باہر نکلے چلے جارہے تھے اور یہ ایک ایسا عجیب ہیبت ناک اور وحشت انگیز منظر تھا جو نہ اس سے قبل دیکھا گیا نہ یہ کسی کے وہم وگمان میں تھا۔ غرض پورا جنگل جانوروں سے خالی ہو گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور پورے لشکر نے اس جنگل کو کاٹ کر 50ھ میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام "قیروان ہے۔ یہ شہر اسی لیے مسلمانوں میں بہت زیادہ قابل احترام شمار کیا جاتا ہے کہ اس شہر کی آبادکاری میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس ہاتھوں کا بہت زیادہ حصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جلیل القدر علماء ومشائخ اس سرزمین کی آغوش خاک سے اٹھے اور پھر اسی مقدس زمین کی آغوش لحد میں دفن ہوکر اس زمین کا خزانہ بن گئے ۔(معجم البلدان تذکرہ قیروان)

شمالی افریقہ فتح کرنے کے بعد جب وہ بحرِ اوقیانوس (جسے بحر ظلمات بھی کہتے ہیں) تک پہنچے تو فرطِ جذبات میں اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا (جنابِ عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے آپ کے لشکر نے بھی گھوڑے بحر ظلمات میں ڈال دیے کسی ایک فرد نے بھی اس بات پر اعتراض نہیں کیا سبحان اللہ) اور اللہ تبارک تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اگر یہ سمندر میری راہ میں حائل نہ ہوتا تو زمین کے آخری کونے تک تیرا نام بلند کرتا چلا جاتا۔ علامہ اقبال نے اس تاریخی واقعے کو اپنی شہرہ آفاق نظم شکوہ میں اس طرح سے بیان کیا ہے

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

عقبہ قیروان آتے ہوئے جب افریقی سرحد طبنہ پر پہنچے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو گروہ در گروہ اپنے اپنے طور پر قیروان پہنچنے کو کہا اور خود اپنے ہمراہ تین سو سواروں کے ساتھ تہوذہ کا قصد کیا جب رومیوں نے انہیں اتنی تھوڑی تعداد میں دیکھا تو انہوں نے قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور انہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ یہ برابر انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ رومیوں نے کسیلہ جو عقبہ کے لشکر میں تھا اور مسلم تھا) سے ساز باز کی۔ یہ ان کے ساتھ مل گیا اور سپاہ میں اس کے جو رشتہ دار تھے انہیں بھی ساتھ ملالیا۔ عقبہ نے کسیلہ کو سبق سکھانا چاہا مگر وہ کسی اور راستے سے جان بچا کر نکل گیا۔ ابوالمہاجر بھی عقبہ کے ساتھ تھے۔ انہیں حکم دیا کہ مسلمانوں کا خیال رکھنا اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں شہادت کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ ابو المہاجر نے کہا کہ میں بھی شہادت کا متمنی ہوں۔ عقبہ اور ان کے ساتھیوں نے میان سے تلواریں نکال کر (دشمن) کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور زاب کے علاقہ میں تہوذہ کے مقام پر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور ان کے تمام ساتھیوں نے بھی شہادت پائی۔عقبہ نے ۶۳ ھ میں تہوذہ کے معرکہ میں شہادت پائی۔ ان کی قبر زاب میں ہے۔ وہاں عقبہ کے نام سے ایک مسجد بھی ہے۔ اور ان کے ساتھیوں کے مزار ہیں۔عقبہ ولادت کے لحاظ سے صحابی اور بڑے سمجھ دار منتظم تھے وہ تقویٰ کے انتہائی بلند مقام پر تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کی زندگی جہاد کے لئے مخصوص تھی ۔

حضرت عبداللہ بن جحش

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک میں غزوہ بدر پیش آیا۔ اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ شریک ہوئے اور اپنی شجاعت ظاہر کی۔ بہادری اور دلیری سے لڑائی کی ولید بن ولید بن مغیرہ کو قید کیا جو بعد میں اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اللہ نے مسلمانوں کی اپنی مدد سے تائید کی اور مشرکین کو ذلیل کیا۔ غزوہ بدر کے بعد قریش کو اطمینان اور سکون حاصل نہ ہوا اور قریش نے قیادت ابو سفیان کو دی اور تین ہزار سے زیادہ کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور جبل احد کے قریب پڑاؤ ڈالا اور ادھر مسلمانوں نے بھی جمع ہو کر غور و فکر کیا کہ کون سی جگہ رہ کر لڑائی کی جائے ایک فریق نے یوں کہا کہ مدینہ ہی میں رہ کر اور دوسرے فریق نے کہا کہ مدینہ سے باہر دشمنوں کے سامنے مقابلہ کرے تاکہ وہ ہمیں بز دل خیال نہ کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار پہن کر مسلمانوں کے ساتھ نکلے۔ دشمنوں کی طرف راستہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول لشکر کے تیسرے حصہ کے ساتھ یہ کہتے ہوئے کہ آپ نے میری رائے کی مخالفت کی ہے اور میری بات کو تسلیم نہیں کیا اور نو جو ان کی رائے پر عمل کیا ہے جو رائے دینے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے، واپس ہو گیا۔ دونوں فریقوں نے لڑائی کے لئے مکمل تیاری کر لی۔ آپ نے ایک جماعت کو ان پر امیر مقرر کر کے پہاڑ کی چوٹی پر جہاں سے دشمن کے آنے کا خوف تھا مقرر فرما دیا۔ آپ نے ان کو وصیت کی کہ اس جگہ سے نہ ہلنا اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور سعد بن وقاص کو بلایا اور کہا آؤ ایک طرف ہو کر اللہ سے دعا مانگیں ۔طبرانی کی روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص سے کہ جنگ احد میں ان کو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو اللہ سے دعا نہیں کرتا؟ پھر دونوں لوگوں سے ایک طرف ہٹ کر دعا کرنے لگے حضرت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ کل صبح میری ایک سخت دشمن سے لڑائی ہو۔ وہ مجھ پر حملہ کرے میں اس پر حملہ کروں۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرماتا

کہ میں اس کو قتل کر دوں اور اس کا سامان لے لوں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا پھر اپنے لئے دعا کی کہ میری سخت بہادر سے ملاقات ہو وہ مجھ پر حملہ کرے میں اس پر حملہ کروں پس وہ مجھ پر غالب آجائے۔ پس میرے ناک کان کاٹ لے۔ جب کل قیامت کے دن میں تجھ سے ملاقات کروں تو تو مجھ سے سوال کرے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں تیری وجہ سے اور تیرے رسول کی وجہ سے۔پس تو کہے کہ تو نے سچ کہا سعد بن ابی وقاص نے کہا اے بیٹے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ بے شک میں نے اس کو دیکھا دن کے آخری حصہ یعنی شام کے وقت ان کے ناک کان کاٹ کر ایک دھاگہ میں پرو کر لٹکائے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن جحش حضرت سعد کے ساتھ بات کر کے آپ علیہ السلام کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ ! وہ لوگ (قریش) آپ دیکھتے ہیں جہاں اترے ہیں میں نے اللہ اور اس کے رسول سے مانگا ہے کہ اپنے پروردگار میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ کل ہماری دشمن سے ملاقات ہو پس وہ مجھے قتل کریں اور میر اشلہ کریں پس میں تجھ سے قتل کیا ہو املوں اور میرے ساتھ اس طرح کیا گیا ہو پس تو سوال کرے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا گیا تو میں کہوں تیری وجہ سے پھر ایک مرتبہ دوبارہ کہا کہ میں اللہ سے ایک اور چیز بھی مانگتا ہوں کہ میرے بعد آپ میرے ترکہ اور مال کے ولی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرتے ہوئے کہا جی ہاں دونوں فوجیں مکمل تیاری کر کے اپنے اپنے مقام پر پہنچ گئیں۔ قریش کی عورتیں صفوں کے درمیان چکر لگا کر مردوں کو بہادری اور غیرت دلارہی تھیں اور اس طرف اللہ کا شیر حمزہ بن عبد المطلب گرج رہا تھا اور مسلمان قریش کے لشکر کے بیچ تک پہنچ گئے۔ دشمنوں کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی لڑائی کی چکی گھومنے لگی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے ماموں عبد المطلب کے پیچھے دوڑے جو دشمنوں کے بیچ میں جا کر حملہ کر رہے تھے اور دشمنوں سے سختی اور بہادری کے ساتھ لڑ رہے تھے اور شہادت کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ قریب تھا کہ قریش کو شکست ہو جائے اگر تیر انداز میدان کی طرف مال غنیمت کو جمع کرنے کے لئے اترتے ہوئے اپنی جگہ نہ چھوڑتے ۔ اس سے لڑائی کی صورت ہی بدل گئی اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اپنے سامنے آنے والے ہر مشرک کو اپنی تلوار کے ساتھ جہنم رسید کر رہے تھے۔یہاں تک کہ ابوالحکم بن الاخنس بن شریق سے سامنا ہوا۔ انہوں نے آپ پر وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ و پر تھی۔ لڑائی ختم ہوئی ۔ حضرت سعد بن وقاص شہداء میں عبداللہ بن جحش کی تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچے بے شک ان کے ناک کان کاٹ دئے گئے تھے۔ اس پر حضرت سعد بن وقاص نے کہا کہ ان کی دعا میری دعا سے بہتر تھی کہ دن کے آخری حصہ میں ان کو دیکھا کہ ان کو شہید کرنے کے بعد مثلہ کر کے ناک کان کاٹ دیۓ گئے ہیں اور ناک کان ایک درخت پر ایک دھاگہ میں سی کر ان کا دئے گئے ہیں۔

(جنت کی بشارت پانے والے صحابہ)

حضرت مرثد

حضرت مرثد رضی اللہ عنہ شہدائے یوم الرجیع میں شامل ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل مختصراً یہ کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد آیا۔ اس وفد میں قبائل عضل قارہ اور لحیان کے افراد شامل تھے۔ وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں اسلام کی تعلیم دینے کے لئے کچھ معلمین بھیجے جائیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہ کو بھیجا ان چھ معلمین کو وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن اچانک مقام رجیع پر پہنچ کر انہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ کر دیا۔ بے خبری کے عالم میں دشمن کے اچانک حملہ کے باوجود ان چھ جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بزدل ہونے کی بجائے دشمن کا مقابلہ کیا۔ ان میں سے تین صحابی حضرت مرثد ابی مرثد عاصم بن ثابت اور خالد بن بکیر رضی اللہ عنہم اجمعین جام شہادت نوش کر گئے اور تین صحابی حضرت حبیب بن عدی زید بن دثنہ اور عبداللہ ابن طارق رضی اللہ عنہم گرفتار کر لیئے گئے جنہیں ان غداروں نے مکہ لے جا کر قریش مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ قریش مکہ نے ان کو شہید کر دیا۔حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بندہ مومن کی زندگی اول سے آخر تک جدو جہد اور سعی و محنت کی زندگی ہے اس کی زندگی کا نصب العین رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور اسی نصب العین کی خاطر وہ دنیا اور اس کی تمام لذتوں اور نفس کی تمام خواہشات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نصب العین اختیار کرنے کے بعدکسی مرحلہ پر اس کے دل میں غیر اللہ کا خوف پیدا نہیں ہوسکتاوہ موت کے مقابلہ پر اپنی ہمت نہیں ہارتا ۔ موت کی آنکھ میں آنکھیں ڈال سکتا ہے۔ باطل سے مصالحت اس کی فطرت کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔ روشنی کے مینار ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں دنیوی لذائذ اور نفسانی خواہشات کے طوفان اس وقت تک موجزن نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اپنے اصل نصب العین اور مسلمان ہونے کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ کر دیں ۔ غیر اللہ کا خوف اور باطل کے مقابلہ میں بزدلی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب دل سے خدا کا خوف نکال دیا جائے۔

حضرت وہب بن قابوس

حضرت وہب بن قابوس ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے۔ بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف لے گئے؟ معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا ساتھی ہے۔ حضرت وہب نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہادت پائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے وہب جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور وہب کے شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجود یکہ اس لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے ۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب کے۔ (حکایات صحابہ)

حضرت یحییٰ بن زید

۱۲۵ ھ ہی میں یحییٰ بن زید کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ اپنے والد زید بن علی کی شہادت کے بعد خراسان چلے آئے تھے اور بلخ میں اپنے ایک متوسل حریش بن عمر کے ہاں مقیم تھے۔ یوسف ابن عمر والی عراق نے حاکم خراسان نصر بن سیار کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کر لو۔ نصر نے حریش کو طلب کر کے یحییٰ کی سپردگی کا مطالبہ کیا۔ حریش نے لاعلمی ظاہر کی ۔ مگر جب نصر نے سختی کی تو حریش کے بیٹے نے یحییٰ کا پتہ بتا دیا اور نصر نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ولید کو یحییٰ کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو اس نے نصر کو لکھا کہ یحییٰ کو گرفتار کرنے کی نظر ضرورت نہیں ہے البتہ انہیں خراسان سے شام بھیج دو۔ نصر نے یحییٰ کو دو ہزار درہم دے کر انہیں شام روانہ ہونے کی ہدایت کی۔ یحییٰ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ابھی وہ بیہق ہی پہنچے تھے کہ انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ان کے ساتھ دھوکہ نہ کیا جائے چنانچہ وہ نیشا پور لوٹ گئے اور وہاں خروج کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حاکم نیشا پور عمرو بن زرارہ نے نصر کو کل حالات سے مطلع کیا۔ نصر نے اسے مقابلہ کا حکم دیا۔ عمرو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ یحییٰ کے مقابلے کے لئے نکلا ۔ یحییٰ نے اپنے ساتھیوں سے اسے شکست دے دی ۔ عمرو بن زرارہ لڑائی میں کام آیا۔ نصر کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے سالم بن احوفہ کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ جوز جان میں دونوں کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ سخت خوں ریز جنگ ہوئی۔ اتفاقاً ایک تیر یحییٰ کی پیشانی پر آکر لگا۔ یحییٰ شہید ہوئے اور انکی لاش جوز جان میں منظر عام پر لٹکا دی گئی۔

اعتراضات وجوابات

چونکہ جہاد میں جان و مال کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے لوگ جہاد سے بچنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں ہیں۔

سوال ۱

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جہاد جہد سے مشتق ہے جو سخت محنت کے معنی میں ہے تو ہر محنت جہاد ہے ہم بھی جہاد میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ دین کی محنت کر رہے ہیں۔

جواب

یہ جہاد کا لغوی معنی ہے جہاد کی شرعی تعریف کتاب کی ابتدا میں لکھی گئی ہے شریعت میں اصطلاحی مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے لغوی مفہوم پر مدار نہیں ورنہ صوم کا لغوی مفہوم امساک ساعۃ ہے نماز تحریک صلوین یا دعا کے معنی میں ہے حج قصد کے معنی میں ہے زکوۃ کا لغوی معنی بڑھوتری ہے اگر اصطلاحی شرعی معنی چھوڑ کر لغوی معنی کو اپنا یا جائے تو یہ گمراہ ہونے کے لئے کافی ہے تعجب ہے کہ آج کل عام لوگ کہتے ہیں مچھروں کے خلاف جہاد مکھیوں کے خلاف جہاد ملیریا کے خلاف جہاد کیا یہ وہی جہاد ہے جس سے قیصر و کسری کی سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں؟۔

سوال ۲

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد حسن لغیرہ ہے ہم حسن لعینہ اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

جواب

اصول فقہ میں لکھا ہے کہ مامور بہ میں حسن ہونا چاہیے کیونکہ امر اللہ تعالیٰ ہے اس کے حکم میں حسن ضروری ہے

اب فقہاء نے ہر ہر مامور بہ میں حسن تلاش کیا بعض میں حسن اس کی ذات میں ملا اور بعض میں کسی واسطہ سے ملا جہاد میں واسطہ سے حسن ملا تو اس کو حسن لغیرہ کہدیا اس سے جہاد کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے جہاد تو یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے آنکھ میں سرمہ لگانا حسن لعینہ ہے مگر مباح یا مستحب ہے حالانکہ حسن لعینہ ہے تو کیا سرمہ لگانا تیل اور عطر استعمال کرنا تھالی چاٹ لینا انگلیاں چاٹنا یہ جہاد سے افضل ہیں؟ خدا کا خوف کرو۔

سوال ۳

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے لہذا اس میں جانا ضروری نہیں ہے۔

جواب

جہاد کا فرض کفایہ ہونا یا فرض عین ہونا جہاد کے اپنے معروضی احوال ہیں تم اس میں کیوں پڑتے ہو کیا تم کو لفظ فرض نظر نہیں آتا ہے؟ اور کیا فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جانا ہی نہیں ہے فرض کفا یہ تو فرض عین سے زیادہ عام ہے کیونکہ یہ ایک قومی فریضہ بن جاتا ہے اگر سب نے چھوڑ دیا تو اجتماعی طور پر ساری امت گنہگار ہو جائے گی پھر یہ حکم کس نے لگایا کہ آج کل مسلماں جس حالت میں ہیں ان پر جہاد فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے؟ تم ذرا فقہ کی کتابوں کو دیکھ لو وہ جس حالت میں جہاد کو فرض عین کہتے ہیں کیا وہ وقت سر پر نہیں آیا ہے، کفار نے مل کر فلسطین پر قبضہ کیا مسجد اقصیٰ کو چھین لیا عراق پر قبضہ کیا افغانستان پر قبضہ کیا کشمیر کو قبضہ میں رکھا ہوا ہے ہر طرف سے مسلمانوں پر چڑھائی کی ہے پھر بھی فرض عین نہیں ؟۔

سوال ۴

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جہاد بالنفس بڑا جہاد ہے رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر " کی روایت سے یہ لوگ استدلال کرتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ چھوٹے بڑے سب کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد کرو یہ بڑا جہاد ہے کافروں کو چھوڑو ان سے لڑنا یا جہاد نہیں ہے یا چھوٹا جہاد ہے سب کو یہ روایت یاد کرائی ہے۔

جواب

جہاد بالسیف میں بڑا مجاہدہ اور نفس کا اصل علاج ہوتا ہے بھوک، پیاس ، خوف و ہراس، مشقت و محنت ، قید و بند، موت و زخم اور بے آرامی یہ جہاد کے میدان کا پہلا تحفہ ہے اب بتاؤ اس میں مجاہدہ زیادہ ہے یا قورمے کھانے ، پھل چبانے، پنکھے چلانےاور دنیا سے بے غم ہو کر گپیں لگانے میں زیادہ مجاہدہ ہے؟ باقی جس مقولہ کو یہ لوگ حدیث قرار دیتے ہیں یہ غلط ہے یہ ابراہیم بن عبلہ کا مقولہ ہے حدیث نہیں ہے (دیکھو موضوعات کبیر ملاعلی قاری) اور اگر یہ حدیث ہے تو کیا صحابہ کرام اپنی تمام عمریں جہاد میں گزار کر فضول عمل میں لگے رہے اور افضل عمل سے محروم رہے؟ خدا کا خوف کرو اور " و فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما کو دیکھو۔

سوال ۵

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکی دور ہے جب مدنی دور آئے گا ہم جہاد کریں گے مکی دور میں جہاد نہیں تھا۔

جواب

یہ کہیں قرآن وحدیث میں لکھا ہے کہ یہ مکی دور ہے ؟ لوگ آگے کی طرف چلتے ہیں تم پیچھے کی طرف چل رہے ہو؟

پھر یہ بتاؤ اگر یہ مکی دور ہے اور جہاد نہیں ہے تو مکی دور میں نمازیں کہاں تھیں عیدین اور جمعے کہاں تھے روزہ کہاں تھا اور زکوۃ کہاں تھی حج کہاں تھا؟ شراب کی حرمت کہاں تھی پردہ کا حکم کہاں تھا حرمت سود کہاں تھی اگر جہاد نہیں تھا تو یہ چیزیں کہاں تھیں سب کو چھوڑ دوں غور سے سنو جہاد کا جب حکم آگیا تو اس پر عمل بھی آگیا خدا کا خوف کر پیچھے کی طرف نہ جاؤ گڑھے میں گر جاؤ گے آگے کی طرف بڑھو۔

سوال ۶

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے ایمان بناؤ پھر جہاد کرو ہم ابھی ایمان بنانے میں لگے ہیں۔

جواب

کیا جو لوگ جہاد کرتے ہیں یہ بے ایمان ہیں؟ خدا کا خوف کرو ذرا یہ بتاؤ کہ کیا تم نے ایمان قبول نہیں کیا ہے اگر قبول کیا ہے تو وہ کیا چیز ہے ایمان ہے یا بے ایمانی ہے؟ اور یہ بتاؤ کہ ایمان بنانے کا معیار کیا ہے کسی تھرما میٹر سے آپ ایمان کے بنے نہ بنے کا فیصلہ کرو گے؟ کیا ایمان کوئی کدو کا حلوہ ہے کہ آپ اس کو ہانڈی میں پکاؤ گے اگر ایمان اعمال سے بنتا ہے تو کیا جہاد جیسا عظیم عمل کے چھوڑنے سے ایمان بنے گا یا خراب ہوگا ؟ کیا جہاد عمل نہیں تو عمل کرنے سے ایمان بنتا ہے یا چھوڑنے سے بنتا ہے پھر یہ بتاؤ کہ جس ایمان کے ذریعہ سے تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو حج کرتے ہو دنیا میں گھومتے ہو چلے لگاتے ہو مال خرچ کرتے ہو وقت دیتے ہو کیا اس ایمان سے تم جہاد نہیں کر سکتے ہو؟ صحابہ تو میدان میں مسلمان ہو جاتے اور اسی میدان میں آگے بڑھ کر جہاد میں لگ جاتے کم از کم آپ اپنے ایمان بننے کی مدت اور اس کا دورانیہ تو بتائیں۔

کہ کتنے عرصے میں ایمان بنتا ہے آپ نے کبھی اس مدت کا ذکر نہیں کیا معلوم ہوا تم جہاد سے بھاگنے کے بہانے تلاش کرتے ہو لہذا نہ ایمان بنے گا نہ جہاد ہوگا۔

سوال ۷

بعض لوگ جہاد پر اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ افغانستان میں جہاد نہیں تھا یہ روس اور امریکہ کی جنگ تھی جس میں پختون کا خون گرایا گیا ہے۔

جواب

اگر یہ جہاد نہیں تھا اور کفر اور اسلام کی جنگ نہیں تھی بلکہ امریکہ کی جنگ تھی تو آج انہیں مجاہدین سے امریکہ کیوں لڑ رہا ہے اور اگر امریکہ قابل نفرت تھا تو آج تم کیوں امریکہ کی گود میں بیٹھے ہو؟ اور اگر پختون کا خون گرایا گیا ہے تو کیا علماء کرام مجاہدین اور طالبان کا خون پختون کا خون نہیں تھا اور کیا یہ انسان نہیں تھے انکے مارنے کے لئے تو تم کل جس طرح روس کا ساتھ دے رہے تھے آج امریکہ کا ساتھ دے رہے ہو معلوم ہوا کہ نہ یہاں پختون کی بات ہے نہ قومیت کی بات ہے بلکہ صرف دین سے دشمنی اور عداوت کی بات ہے جب کمیونسٹ مارا جاتا ہے تو شور کرتے ہیں کہ پختونوں کو مارا جارہا ہے اور ان کو لڑایا جارہا ہے اور جب عالم یا طالب علم پختون مارا جاتا ہے تو خاموش تماشائی بن کر خوش ہوتے ہیں۔

سوال ۸

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافروں کو قتل نہ کرو اس طرح وہ دوزخ میں چلے جائیں گے تم گنہگار ہو جاؤ گے؟

جواب ۔قرآن عظیم میں اللہ تعالی نے اسی (۸۰) کے قریب آیات میں قتل کا لفظ استعمال کیا اور سینکڑوں آیات اور احادیث میں کافروں سے لڑنے اور انہیں مارنے کا حکم دیا ہے

خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان احد میں ابی بن خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا ہے اللہ تعالی اور اس کے رسول کے حکم سے صحابہ کرام نے ہزاروں لاکھوں کافروں کو جہاد می مار کر قتل کر دیا ہے ہزاروں صحابہ خود بھی شہید ہوئے ہیں یرموک کی لڑائی میں صحابہ نے ایک لاکھ سے زیادہ کفار کو قتل کیا ہے جلولاء کی جنگ میں صحابہ نے ایک لاکھ کافروں کو قتل کیا عراق تکریت کی ایک جنگ میں صحابہ کرام نے اسی ہزار کافروں کو قتل کر دیا ہے اسلامی تاریخ اس طرح واقعات سے بھری پڑی ہے تو پوچھنے والا ان حضرات سے پوچھتا ہے کہ ان مقتولین کا ذمہ دار اور گنہگار کون ہوگا ؟ جو لوگ اس طرح باتیں کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین اور پوری امت کے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور شریعت کے خوبصورت چہرے کو مسخ کرتے ہیں ان سے اتنا عرض ہے کہ مخلوق خدا پر خدا سے زیادہ مہربان نہ بنو، جہاد میں اگر اللہ تعالیٰ کا ایک باغی مارا جاتا ہے تو اس کے بدلے ہزاروں انسان مسلمان ہو کر جنت جاتے ہیں اگر مکہ میں چوبیس آدمی قتل کر کے حضور اکرم مکہ فتح نہ کرتے اور کفار کو باقی چھوڑتے تو اربوں عرب کفر پر پیدا ہوتے اور کفر پر مرکر دوزخ چلے جاتے خلاصہ یہ کہ یا تم کافروں کو مارو یا وہ تم کو ماریں گے کونسی بات پسند ہے ؟ یعنی ہمارے دین کی مصلحت تو یہ ہے کہ جہاد کا جھنڈا شان و شوکت سے بلند ہو اور عیسائی مذہب کی مصلحت کو ٹھریوں اور غاروں میں بیٹھنا ہے۔

سوال ۹

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا ۳۱۳ آدمی بناؤ پھر جہاد کرو اب ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ۳۱۳ آدمی بن جائے پھر جہاد ہوگا۔

جواب

قرآن وحدیث اور شریعت کے احکامات کی موجودگی میں کسی آدمی کے پراگندہ خوابوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر ہماری زندگی کا ضابطہ ہمارے خواب بن جائیں تو پھر قرآن وحدیث کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے پھر ہر آدمی اپنے خوابوں کا پجاری بن جائے گا نیز اگر اس امت میں اب تک ۳۱۳ آدمی نہیں بنے ہیں تو پھر یہ نا کام بانجھ امت ہے خدا کا خوف کرو ۳۱۳ سے تو تمہارے واعظین زیادہ ہیں ۹۰ سال ہو گئے اب تک ان کا ایمان نہیں بنا ہے ۳۱۳ کی حد بندی کس نے کی ہے؟ بعض معرکوں میں ساٹھ مسلمانوں یا تیس مسلمانوں نے بھی مقابلہ کیا ہے۔

سوال ۱۰

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر آج کل صحیح جہاد ہے تو جہاد والوں کو فتح میں اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے صحیح جہاد میں فتح جلدی حاصل ہوتی ہے۔

جواب

جہاد ایک عظیم عبادت ہے مسلمان کو جہاد کرنا چاہیے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کبھی فتح جلدی دیگا کبھی دیر سے دے گا خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سال بعد ایک شہر مکہ کو فتح کیا یہ تاخیر کیوں ہوئی ؟ دس سال مسلسل جہاد کے بعد صرف جزیرہ عرب فتح ہوا پھر صدیق اکبر کے دو سالوں میں صرف دمشق تک شام فتح ہوا پھر حضرت عمرؓ کے دس سالہ دور حکومت میں مسلسل جہاد کے باوجو د فتوحات کا سلسلہ صرف آذربیجان تک پہنچا قلعہ حلب کے پاس تیس ہزار سے زیادہ صحابہ نے ایک سال کے بعد حلب کا قلعہ فتح کیا بارہ ہزار صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۲۵ دن تک طائف کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

مگر پھر بھی قلعہ فتح نہیں ہوا اور بغیر فتح واپس چلے گئے ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کو کہاں سے پتہ چلا کہ ایک عرب جوان کروڑوں کی جائیداد چھوڑ کر افغانستان میں مال کی غرض سے آیا ہے کیا آپ کو محاذ جنگ سے کسی نے فون پر اطلاع دی ہے؟ خدا کا خوف کرو جو آدمی جان کو تھیلی پر رکھ کر میدان میں کودتا ہے وہ کس کے لئے مال کماتا ہے؟ اور اگر اس طرح مال کی منڈی لگی ہوئی ہے تو آپ بھی آجائے اور کچھ مال کما لیجیے، یا در کھو مجاہدین اللہ کے لئے جہاد کرتے ہیں ان مخلصین کا مذاق نہ اڑاؤ ورنہ نفاق پر مر جاؤ گے ۔ باقی یہ شرعی حکم ہے کہ اگر مال غنیمت مل جاتا ہے تو وہ مسلمانوں پر تقسیم ہوتا ہے اصحابہ نے مال غنیمت کا حصہ لیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میری روزی میرے نیزہ کے نیچے رکھا ہے خدا کا خوف کرو سودی کاروبار سے مال کمانے اور مال غنیمت کا حصہ پانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے باقی زمین کے لئے جہاد کرنا اس لئے ضروری ہے تا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہو جائے اگر زمین نہیں تو تم مسجد کہاں بناؤ گے نماز کہاں پڑھو گے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے ﴿واخرجوھم من حیث اخرجوکم ﴾ جس زمین سے کفار نے تم کو بے دخل کر کے نکالا ہے وہاں سے تم ان کو نکالدو۔ اسلامی مملکت کی سرحدات کا تحفظ اور اس کی زمین کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے۔

سوال ۱۲

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس جگہ مسلمان مارے جارہے ہیں یہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہے ان کی مدد ضروری نہیں ہے۔

جواب

یہ ایک کمزور فلسفہ ہے اور مرگ مفاجات کا انتظار ہے انبیاء کے علاوہ کوئی انسان گناہوں سے معصوم نہیں صحابہ کرام محفوظ تھے معصوم نہیں تھے پھر ان کی پاکیزہ جماعت کو کفار نے حملوں کا نشانہ کیوں بنایا ؟

جہاد میں گناہ گار لوگ بھی جاسکتے ہیں اور سب سے زیادہ گناہ وہاں معاف ہوتے ہیں تم مسلمانوں کی پٹائی ان کے اعمال کا نتیجہ قرار دیکر خاموش بیٹھ جاتے ہو تم ایسا کیوں نہیں کہتے ہو کہ آؤ بھائی یہ کفار بہت زیادہ گناہ گار ہیں آؤ ان کو مارتے ہیں تا کہ ان پر اللہ کا عذاب آجائے اور ہمارے ہاتھوں ان کو سزا مل جائے قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم الخ) ۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاد چھوڑنا ہی تو بڑا گناہ ہے یہ کیوں نہیں کہتے ہو کہ آؤ بھائی جہاد کرتے ہیں تا کہ ہمارے گناہ معاف ہو جا ئیں اور ہم عذاب الٰہی سے بچ جائیں عجیب ہوشیار لوگ ہیں ہر اس جگہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جہاں انگلی کٹانے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں اس بچنے کے پیچھے پھنسنا ہے

سوال ۱۳۱

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر ہمارے راستے میں جب رکاوٹ بنیں گے تو جہاد ہو گا اب تک وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں ہیں اس لئے جہاد نہیں ہے۔

جواب

تم نے وہ راستہ کب اختیار کیا ہے کہ کافر رکاوٹ بنیں ؟ اللہ تعالی تو فرماتے ہیں ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا یعنی کافر جب تک تمکو کافر نہ بنائیں اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں گے، کیا یہ رکاوٹ نہیں ہے؟ اب یا کافر بننے کے لئے تیار ہو جاؤ یا مقابلہ کے لئے میدان میں آجاؤ۔

سوال ۱۴

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اعمال جب بنیں گے تو کافروں سے اللہ تعالٰی خودنمٹ لے گا جہاد و اسلحہ کی ضرورت نہیں نہ ہم کو اسلحہ اٹھا کر میدان میں آنے کی ضرورت ہے بس ہم اعمال بنائیں گے کام اللہ تعالٰی کریگا۔

جواب

اللہ تعالٰی نے تم کو کیوں پیدا کیا اور تم کولڑنے کا حکم کیوں دیا جب سب کچھ خود کرتا تھا تو کیا تم کو صرف قورمے کھانے کے لئے پیدا کیا؟ قرآن کا اعلان ہے ولو شاء اللہ لانتصر منھم ولکن لیبلو بعضکم ببعض)۔

میں پوچھتا ہوں کیا صحابہ کے اعمال سوفی صد ٹھیک نہیں تھے؟ پھر اعمال کے آنے کے بعد انہوں نے میدان جنگ میں قدم کیوں رکھا؟ اور ہزاروں کے تعداد میں شہید کیوں ہو گئے؟ خدا کا خوف کرو ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رکھنے سے کام نہیں چلے گا۔

سوال ۱۵

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں بہت ساری آیات ہیں جو کفار سے درگذر کا حکم دیتی ہیں پھر جہاد کیسا؟

جواب

جب تک جہاد کا حکم نہیں آیا تھا تو کفار سے در گزر کا حکم تھا جب جہاد کا حکم آگیا تو درگذر کا حکم ختم ہو گیا اب جہاد کر۔ علماء اسی لئے تو کہتے ہیں کہ جس شخص کو ناسخ و منسوخ کا علم نہیں ان کے لئے بیان کرنا یا وعظ کہنا حرام ہے۔

سوال ۱۶

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے تلوار سے پھیلا ہے لہذا جہاد کی جگہ اخلاق سے کام لو۔

جواب

یہ کفار کی طرف سے بہت پرانا اعتراض ہے جس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو بھی پریشان کیا تو اس نے جواب میں فرمایا میں نہیں جانتا کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا جہاد سے، البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اسلام کی حفاظت واشاعت کے لیئے تلوار اٹھانا فرض اور ضروری ہے۔اصل قصہ یہاں یہ ہوا کہ پہلے کفار نے اعتراض کیا کہ دین اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اس میں کوئی ذاتی کشش نہیں ہے۔ تو وقت کے بڑے علماء نے لکھا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے اس سے وقت کے علماء اس زمانہ کے غلط پروپیگنڈہ کو توڑنا چاہتے تھے جیسا کہ آج کل جہاد کو دہشت گردی کہتے ہیں اور علماء و طلبا جواب دیتے ہیں کہ اسلام میں دہشت گردی نہیں ہے یہ در حقیقت دھوکہ کے ساتھ ان کی زبانوں سے جہاد کا انکار کرانا چاہتے ہیں علماء کو کہنا چاہیئے کہ جہاد اور دہشت گردی میں فرق ہے۔بہر حال جب بڑے علماء نے لکھا کہ جہاد تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے تو انگریز نے پلٹ کر دوسرا وار کیا اور کہا کہ دیکھو مسلمانوں کے بڑوں نے لکھا ہے کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یہ تلوار و اسلحہ اور جہاد اسلام میں کہاں سے آگیا؟ میں کہتا ہوں یہ جملہ ہی غلط ہے کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے یا تلوار سے پھیلا ہے کیا تلوار اٹھا کر جہاد کرنا بد اخلاقی ہے؟ اور کیا حضور اکرم اور صحابہ کرام اور سلف صالحین نے مدۃالعمر بداخلاقی کی؟ جہاد و اخلاق اور تلوار واخلاق متقابل بنا کر پیش کرنے والا در حقیقت جہاد کو بداخلاقی کہتا ہے اس لئے مسلمان کو زبان سے یہ جملہ نہیں نکالنا چاہئے کیونکہ جہاد کو بد اخلاقی کہنا کفر ہے۔

سوال ۱۷

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں اقدامی جہاد نہیں ہے بلکہ دفاعی جہاد کا حکم ہے۔

جواب

دفاع کا حق خود بخود حاصل ہوتا ہے وہ کوئی قانون نہیں ہے جو کسی کو دیا جائے جو آدمی کسی کے گلے پر چھری پھیرتا ہے تو کیا اس وقت مذبوح کو حق دیا جائے گا کہ اب تم دفاع کرو ایسے وقت میں جانور دفاع کرتا ہے ایک چڑیا اپنے ذبح کرنے والے کو پنجوں اور چونچ سے مارتی ہے اسلام نے دفاع کو جائز کہا ہے اور اقدام کا حکم دیا ہے قرآن کا اعلان ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ) کیا یہ اقدام نہیں اور جزیرہ عرب سے جب صحابہ شام پر چڑھائی کر کے چلے گئے پھر مصر پر چڑھائی کی پھر صعید مصر اور دیار بکر پر حملہ کیا پر عراق پر حملہ آور ہوئے پھر دجلہ پار کر کے مدائن پہنچے اور ان کے وائٹ ہاوس قصر ابیض کو فتح کرلیا کیا یہ اقدام تھا یا دفاع تھا؟ آنحضرت کے زمانہ میں احد اور خندق کی جنگوں میں دفاع کی صورت پیدا ہوگئی تھی اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ اقدام کیا ہے

جنگ خندق میں جب کفار بھاگ کھڑے ہوئے تو آنحضرت فرمایا الآن نغزوھم ولا یغزوننا" (بخاری)۔ یعنی اب ہم اقدام کریں گے کفار ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے اور آئندہ ایسا ہی ہوا۔ بہر حال جہاد چھوڑنے سے مسلمان منافق بن کر نفاق کی موت مرتا ہے اور اجتماعی طور پر امت مسلمہ ذلت کا شکار ہو جاتی ہے لہذا یہ شعبہ جتنا فعال ہوگا اتنا ہی مسلمان طاقتور ہونگے ورنہ کچھ نہیں۔

سوال ۱۸

آج کل پوری دنیا شور مچا رہی ہے کہ جہاد دہشت گردی ہے منافق قسم کے مسلمان بھی یہی اعتراض کر کے جہاد کو فساد کہتے ہیں کیا واقعی جہاد فساد ہے؟

جواب ۔جہاد فساد نہیں بلکہ اس سے تو عالم کا فساد امن میں بدل جاتا ہے اس پر تاریخ عالم گواہ ہے البتہ فسادی ذہن رکھنے والے فسادی لوگ جہاد کو فساد کہتے ہیں یہ کہتے رہیں گے جہاد ہوتا رہے گا۔باقی جو لوگ جہاد کو دہشت گردی کہتے ہیں تو اگر وہ لوگ کافر ہیں تو ان کا کہنا صحیح ہے کیونکہ ان کی کافرانہ دہشت کو جہاد کی مؤمنانہ دہشت ختم کر دیتی ہے ان کے لئے تو یہ دہشت مزید بڑھنا چاہئے ۔ اور اگر کوئی مسلمان جہاد کو بطور اعتراض دہشت گردی کہتا ہے اور دہشت گردی سے فساد مراد لیتا ہے تو ایسا منافق مسلمان اس اعتراض کے بعد اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کی توہین کرنا کفر ہے غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں بار بار جہاد کو فساد کہا ہے اور جہاد کو منسوخ کرنے کا اس طرح اعلان کیا ہے۔

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال دین کے لئے حرام ہے اب قتل و قتال

اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

خلاصہ یہ کہ جو مسلمان جہاد پر اعتراض اور طعن کرتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکیگا بلکہ کافر قادیانی بن جائیگا اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

سوال ۱۹

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجاہدین ہر جگہ جوتے کھا کر آتے ہیں ہر جگہ پٹیتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہے۔

جواب

یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مجاہدین کو بد نام کرتے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں سویت یونین کی طاقت کہاں گئی آدھی دنیا پر حکومت کرنے والی اس طاقت کا نام دنیا کے نقشے سے کیوں غائب ہو گیا ؟ اس میدان میں پٹائی کس کی گئی ؟ مجاہدین کی یا روس کی؟ اب اس وقت دنیا کے ۴۷ کافر ممالک اور ۵۵ مسلمان ممالک افغانستان کے طالبان اور مجاہدین پر حملہ آور ہیں لیکن مجاہدین بے سرو سامانی میں ان کو منہ توڑ جواب دے رہے ہیں اور دنیا اقرار کر رہی ہے کہ مجاہدین کے سامنے یہ کفار نا کام ہو رہے ہیں کیا یہ اللہ تعالیٰ کی مدد نہیں ہے؟ پھر مجاہدین کی لاشوں سے جو خوشبو اٹھ رہی ہے کیا یہ اللہ تعالیٰ کے مدد کا اعلان نہیں ہے؟ باقی تکالیف و شکست کا آنا جانا یہ جہاد کا حصہ ہے صحابہ پر اس سے زیادہ تکلیفیں آئیں ہیں مجاہدین کا مذاق نہ اڑاؤ کہ جوتے پڑتے ہیں میں تم سے پوچھتا ہوں تم کو اللہ تعالیٰ کی مدد کی کہاں ضرورت پڑتی ہے تم نے دشمن کے مقابلے میں کونسا محاذ کھولا ہے؟ کیا پنکھے کے نیچے قورمے کھانے اور پلیٹ چاٹنے کے وقت آسمان سے مدد کے لئے فرشتے اتریں گے؟ نیز دین کا اہم حصہ جہاد اور اقامت دین معذرت کر کے چھوڑنے کے بعد تم پر جوتے کیوں پڑیں گے تم تو پھولوں کے ہار پہنانے اور گلدستوں کے مستحق ہوں۔

سوال ۲۰

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد کے لئے سرکاری حکم کی ضرورت ہوتی ہے جب خلیفہ نہ ہو اور سرکاری حکم اور اعلان جہاد نہ ہو تو یہ پرائیویٹ جہاد صحیح نہیں ہے؟

جواب

سرکار کو چاہئے کہ وہ اعلان جہاد کرے تاکہ پرائیویٹ جہاد ختم ہو جائے ہر مسلمان حکومت پر حکم شریعت یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ کم از کم ایک سال میں دو دفعہ کفار سے جنگ لڑے، اگر سرکار کفار سے جہاد نہ کرنے پر سمجھوتہ کرے تو کیا مسلمان جہاد کو چھوڑ دیں گے؟ اگر ایسا ضروری ہے تو پھر سرکار نے جمعہ وعیدین اور عام نمازوں کا انتظام و اہتمام بھی چھوڑ رکھا ہے تو کیا مسلمان اس کو بھی چھوڑ دیں گے؟ سرکار نے نفاذ شریعت کو چھوڑ رکھا ہے تو کیا مسلمان بھی اس سے دستبردار ہو جائیں گے ایسا نہیں ہو گا جہاد قیامت تک جاری رہیگا۔

(توضیحات شرح مشکوۃ جلد6 صفحہ 271تا281)

مجاہد پر خرچ کرنا

حضرت ثوبان بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا خرچ ہونے والے دیناروں میں افضل دینار وہ ہیں جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ تعالی کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)
حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نجاشی کے ساتھیوں میں سے چالیس افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں شریک رہے، انہیں کچھ زخم بھی لگے، مگر ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا ۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے زخم اور ضروریات دیکھیں تو کہنے لگے: یا رسول اللہ ! ہم مالدار لوگ ہیں ، آپ ہمیں اجازت دیجئے تا کہ ہم اپنا مال لے آئیں اور (زخمی اور ضرورت مند) مسلمانوں کی مدد کریں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ اپنا مال لے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں:

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ . (جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں)۔ (آگے فرمایا:) أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہیں انکے صبر کی وجہ سے دو گنا بدلہ ملے گا ۔

ارشاد فرمایا: اللہ (تعالیٰ) نے ان کے لیے دُہرا اجر مقرر فرمایا۔ وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ -اور بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) ارشاد فرمایا: یہ وہ مال ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی مدد کے لیے خرچ کیا۔مال خرچ کرنے سے وہی مال مراد ہے جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابن عساکر)ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان صلی اللہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر تنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعے لشکر اسلام کی مدد کی، انہوں نے یہ دینار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دیئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ہاتھوں سے اُلٹتے پلٹتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے۔ (مسند احمد ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ سلم نے ارشاد فرمایا : اے میرے پروردگار! آپ عثمان سے راضی ہو جایئے، بے شک میں اُن سے راضی ہوں ۔ (سیرۃ ابن ہشام)غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی ولی اللہ نے اسلامی لشکر کے لئے جو تعاون فرمایا ، اس کے

بارے میں مختلف روایات ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے عطاء فرمائے، پھر ایک ہزار دینار دیئے، پھر آپ نے اونٹ ایک ہزار کر دیئے اور دینار دس ہزار اور ہیں یا پچاس گھوڑے بھی عطاء فرمائے ۔ (الریاض النضرہ)

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف علی اللہ نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی،

چنانچہ ایک شخص کو ایک ہزار دینار دیئے جاتے تھے۔ (ابن عساکر) زہری اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف علی اللہ نے ہر ایک بدری صحابی کے لئے سات سو دینار کی وصیت فرمائی، اس وقت اُن حضرات سے سو افراد زندہ تھے مال لینے والوں میں حضرت عثمان بھی تھے جو اس وقت خلیفہ تھے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے جہاد میں ایک ہزار گھوڑے دینے کی وصیت بھی فرمائی۔ (ابن عساکر) علامہ قرطبی بی نے تاریخ قرطبی میں لکھا ہے کہ ذوالریاستین بن سہل اللہ نے جہاد میں دس لاکھ دینار خرچ فرمائے اور فرمایا: اگر میرے پاس اس سے دو چند ہوتے تو وہ بھی خرچ کر دیتا۔ چوتھے باب میں آپ ام ابراہیم الھاشمیہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح سے اپنا بیٹا بھی جہاد میں بھیجا اور دس ہزار دینار بھی عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کے واقعات بے شمار ہیں۔ نافع الفھری کے بارے میں آتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان کے پاس چند دھاگے کات کرلاتی اور کہتی کہ یہ جہاد میں قبول کر لو ، تو قبول کر لیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اس سے غنی کیا ہے پھر آپ کیوں یہ قبول کر لیتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کیا ہے، لیکن میں اس لئے لے لیتا ہوں تا کہ دینے والے کو بھی اجر مل جائے اور جب ہم آگے دیں گے تو ہمیں بھی آجر مل جائے گا۔ بے شک انہوں نے سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہوتو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطاء فرماتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نیکیوں میں سے کسی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ (مسند احمد) چنانچہ انسان کو چاہئے کہ کم چیز کو خرچ کرنے سے نہ شرمائے ،

بے شک اگر اس کی نیت اچھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا۔
حضرت کعب صلی اللہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا ، اس سوئی کی وجہ سے جو اس نے اللہ تعالی کے راستے میں کسی کو عاریہ دی تھی اور ایک عورت جنت میں داخل ہوئی ایک سوئے کی وجہ سے جو اس نے اللہ تعالیٰ) کے راستے میں دیا تھا۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو، اگر چہ ایک تیر کا پیکان ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

جہاد میں اپنے اوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا ، یا اس مال سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا، یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے کھانے پینے کا بندو بست کرنا، بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات میں سے ہے اور یہیں اللہ تعالی کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے۔ اس لئے شیطان جتنی کوشش اور محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے لئے نہیں لگاتا۔
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جہاد میں خرچ کرنے کی بدولت ایک مؤمن کو کتنا بڑا آجر ، کتنا عظیم ثواب اور کیسے درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان جہاد میں مال خرچ نہ کرے، دوسری طرف انسان کا طبعی بخل ، اور خرچ نہ کرنے کی عادت اور جہاد میں خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے نا واقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے ۔

خصوصاً اس دور میں جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں، ہمارے شہروں جبکہ دوسرے شہروں میں حقیقی جہاد بہت کم پایا جاتا ہے، چنانچہ آج ملعون دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے اللہ تعالی کی تائید کے بغیر کچھ مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا، کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر وفاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی میں لگاتا ہے، جبکہ اللہ تعالی کا سچا فرمان ہے وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ. تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین روزی دینے والا ہے۔ (سبا: سبا: ۳۹) بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پالیتا ہے اور اس کی باتوں میں نہیں آتا لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی باتوں میں آجاتا ہے، کیونکہ شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو خود بھی جہاد میں چلا گیا اور سارا مال بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آگیا تو تو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے گا۔ جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے، اس لیے خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا لیکن اپنا مال پیچھے چھوڑ جا۔ شیطان کا یہ وسوسہ اس آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقے سے دنیا کی محبت اور شہادت کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ شہادت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا، تو واپسی کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا۔ ہمارے اسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ تعالی سے ملاقات کی محبت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے، کیونکہ ان کے دل میں واپس آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا، اس لیے وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذت سے واقف تھے۔

اسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدان جہاد میں جب لشکر آمنے سامنے آگئے تو شیطان نے انہیں وسوسے ڈالنے شروع کیے۔ پہلے اُن کے دل میں بیوی کی یاد، اس کا حُسن و جمال، اُس سے قُرب کے لمحات اور اس سے جدائی کے غم کو جگایا، پھر عیش و آرام والی زندگی اور مال و اسباب یاد دلائے، قریب تھا کہ ان کے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی اور میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے، اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی، انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نفس! اگر آج میں میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور میرا تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ ہے۔ اے نفس! کیا تو آج میدانِ جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے تیار ہے جس میں نہ بیوی ہو گی نہ مال و اسباب؟ ان کے نفس نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا: تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے، اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ، ان کے لئے اتنا صدمہ کافی ہے کہ تم جا رہے ہو، اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔

یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالی پر مکمّل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا، کہ بندوں کی روزی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے، ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رزاق اللہ تعالیٰ ہے میں تو اپنے اہل و عیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں، اس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتم اصم کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا؟ تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کر دوں ۔ ان کی بیوی نے کہا: اے عاصم میں نے تمہیں کبھی بھی اپنا روزی دینے والا رزاق نہیں سمجھا، میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں تمہیں جہاں جانا ہے خوشی سے چلے جاؤ اور ہماری پرواہ نہ کرو، ہمارا رزاق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے]۔حضرت ابو بکر جو سابقین کے امام اور اُمت میں سب سے افضل ہیں، ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے [غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا سارا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا ، جس پر حضور اکرم سلیم نے پوچھا: اے ابو بکر اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمانے لگے: ان کے لئے اللہ تعالی) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن دارمی)

یہی حال ان کی صاحبزادی اُم المومنین حضرت عائشہ کا تھا۔ ایک بار حضرت معاویہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، انہوں نے وہ سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المستدرک)مال خرچ کرنے اور اُسے بچا کر نہ رکھنے کے سلف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں، اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہو جائے گا۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (ابن حبان ، موارد الظمآن)حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی) نے اپنے دوایسے بندوں سے ان کے مرنے کے بعد گفتگو فرمائی، جنہیں اس نے دنیا میں] خوب مال و اولاد عطاء فرمائی تھی ۔

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال و اولاد عطاء نہیں فرمائی تھی ؟ اس نے کہا: اے میرے رب ! آپ نے عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے اس کا کیا کیا ؟ اس نے کہا: اس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہو جائے، میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تجھے حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا ۔ یاد رکھ! تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز یعنی فقر وفاقہ) سے ڈرتا تھا، وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے یہی گفتگو فرمائی اور پوچھا تم نے اپنے مال واولاد کا کیا کیا ؟ اس نے کہا: میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل وکرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تمہیں حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تم زیادہ ہنسو گے اور تھوڑا روؤ گے، تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز یعنی میرے فضل و کرم کا یقین تو رکھا تھا، وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

ایسا ہی واقعہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا ، تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا، پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک ایک دینار ملا ۔ مسلمہ بن عبد الملک اللہ نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ عمر بن عبد العزیز اللہ نے فرمایا: میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود متولی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی مدد کیوں کروں؟

ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سو مجاہدین کو مکمل سامانِ جہاد دے کر سو گھوڑوں پر سوار کیا، یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہو گئی، جبکہ مسلمہ بن عبد الملک اللہ نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی معمولی نوکری کر رہا تھا، یعنی مسلمہ کی اولاد پر فقر وفاقہ نازل ہو گیا۔ (قرطبی) حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ ابوذ رفرماتے ہیں کہ میں آ کر بیٹھ گیا، ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی ﷺ نے فرمایا: وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں جو بہت گھاٹے میں پڑ گئے ہیں مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں یعنی ہر نیکی کے کام میں خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری مسلم) اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو، وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر و ثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لوٹ لیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر کا واقعہ گزر چکا ہے کہ سارا مال خرچ کرنے کے باوجود فقروفاقے میں مبتلا نہیں ہوئے، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ضرور پالیا، مگر یہ نعمت بڑے خوش

نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاں ! اگر کسی شخص کا یقین اور توکل کمزور [یا اُسے کوئی عذر ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اہل و عیال کے لئے بھی رکھ لے [اور باقی خرچ کر دے]۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک صلی اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ بھی میری تو بہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ تعالی اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ اس پر رسول اللہ صلی الم نے ارشاد فرمایا: اپنا کچھ مال روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا ۔ (بخاری مسلم)اور اسی طرح اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو فرمایاکہ تم اپنے ورثاء غنی چھوڑو وہ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری مسلم)حضرات صحابہ کرام نبی اللہ کے بارے میں تو توکل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جاسکتا، یہ حضرات تو ایمان ویقین اور توکل کے بلند مینار تھے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں، تو یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا، تا کہ امت میں کمزور لوگ ان کی اقتداء کر سکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صدیق اکبر کی پیروی کر سکیں ۔ صحابہ بھی اہم تو ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پالوگے ۔ لیکن جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال، بلکہ بخل کرتا رہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والاہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (احزاب (۴) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

(فضائل جہاد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات مبارکہ (جن میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے ۔ ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی تعداد چھبیس بتائی ہے، جبکہ بعض روایات سے ان دونوں کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرام کو بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے ۔ ابن سعد می اور حافظ دمیاطی کے قول کے مطابق چھپن ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ یہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے، جبکہ بعض نے اڑتالیس اور بعض نے چھتیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔واللہ اعلم ۔اب ہم ابن اسحٰق اللہ کی روایت سے ترتیب وار غزوات اور سرایا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

غزوۃ الابواء

اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں، یہ صفر سنہ1 میں پیش آیا اور اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوۃ بواط

یہ ربیع الاول سنہ 2ھ میں پیش آیا۔

غزوۃ العشیرۃ

یہ جمادی الاولی سنہ2 ھ میں پیش آیا۔

غزوہ بدر الاولی

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق غزوۃ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کرز بن جابر الفہری کے پیچھے نکلے تھے۔

غزوۃ بدر الکبری

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے روساء کو ہلاک فرمایا، سترہ رمضان سنہ 2ھ کی صبح پیش آیا۔ حضرت عمر بن خطاب صلی اللہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور مشرکوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور اس لڑائی میں ہر تین مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب کئی صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی ، جنہوں نے نہر کو عبور کر لیا تھا۔ (بخاری)

غزوۃ بنی سلیم

ابن اسحق کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لے آئے، تو ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنی سلیم سے مقابلے کیلیئے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ ایک "کدر" نامی چشمے تک پہنچ گئے ، وہاں آپ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی ۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

غزوۃ بنی قینقاع

شوال کی پندرہ یا سولہ تاریخ، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع ہو چکا تھا، یہ غزوہ پیش آیا ، مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کیلیئے قلعہ بند ہو گئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعے سے اتر آئے

کہ اُن کے اموال مسلمانوں کے ہونگے اور اُن کی عورتیں اور بچے خود اُن کے رہیں گے۔ قلعے سے اترنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی مشکیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت منذر بن قدامہ کو مقرر فرمایا ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال و اسباب سمیت جلا وطن ہونے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ وہ اذرعات" کی طرف چلے گئے ۔ (طبقات ابن سعد)

غزوہ سویق

ذوالحجہ ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسو سواروں کو لے کر ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کیلیے نکلے، مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کیلیے ستو کی تھیلیاں پھینکتے گئے ، اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سویق پڑ گیا سویق عربی میں ستو کو کہتے ہیں ۔

غزوۃ غطفان

اسی کو غزوہ انمار اور غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں ، یہ ربیع الاول سے میں پیش آیا ، آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے ، مگر اس غزوے میں بھی لڑائی نہیں ہوئی ۔

غزوۃ بنی سلیم

اس کو غزوہ نجران یا بجران بھی کہتے ہیں، یہ جگہ حجاز کا معدن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا [دشمن بھاگ چکے تھے اس لئے] جمادی الاولی میں آپ سلا م نے واپسی فرمائی۔ یہ پہلے والے غزوہ بنی سلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ نجران کے نام سے مشہور ہے ۔]

غزوۂ اُحد

یہ غزوہ کے شوال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا، اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی، جب کہ مشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، ان کے پاس سات سوزر ہیں، دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے، جب کہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ ابتداء میں جتنے مشرک بھی مقابلے کیلیے نکلے، مسلمانوں نے انہیں خاک و خون میں تڑپا دیا، یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اُٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈ اٹھالیا، یہ دیکھ کر مشرک پھر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہو گیا تو مشرک شکست کھا کر بے تحاشا دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت پکار رہی تھیں مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے ۔ اسی اثناء میں پیچھے درے پر مقرر مسلمان تیر اندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل [جو دونوں اس وقت مشرکین کیساتھ تھے۔] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اسی اثناء میں شیطان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ اڑا دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈٹ کر لڑتے رہے،

غزوۂ حمراء الاسد

اتوار کی صبح ١٦ شوال سنہ 3ھ میں یہ غزوہ پیش آیا ، قریش مکہ جب غزوہ احد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا ، چنانچہ ہمیں واپس مدینہ منورہ پر حملہ کر دینا چاہیئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی صحابہ کرام ہم نے بھی بھر پور ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دور حمراء الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا ۔ مشرکین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملے کا رادہ منسوخ کر دیا۔

غزوۃ بنی نضیر

یہ غزوہ ربیع الاول سے میں پیش آیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا، یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا ، کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی، چنانچہ انہیں اسلحہ کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اُونٹ اٹھا سکیں، لے کر جلا وطن ہونے کی اجازت دے دی گئی، ان میں سے اکثر نے خیبر کا رخ کیا ، جبکہ بعض شام جا کر آباد ہو گئے ، اس غزوے کے بیان میں قرآن مجید کی سورہ حشر نازل ہوئی ۔

غزوۃ ذات الرقاع

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ہی میں پیش آیا ، رقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے، اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذات الرقاع پڑ گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رقاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا ،

انکی طرف یہ غزوہ منسوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار سو صحابہ کرام رضی اللہ کے ہمراہ بنی محارب ، بنی ثعلبہ اور انہی غطفان کے مقابلے کیلیئے نکلے تھے ، اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صلاۃ الخوف بھی پڑھائی۔

غزوہ بدرصغری

اس غزوے کو غزوہ بدر موعد بھی کہتے ہیں، یہ غزوہ شعبان سنہ6ھ میں پیش آیا، گذشتہ سال احمد کے موقع پر ابوسفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ بدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابو سفیان بھی مکہ سے نکلا ، مگر اُسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

غزوۃ دومۃ الجندل

ربیع الاول سنہ5ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دومۃ الجندل [نامی مقام کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر محلہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرام کو لے کر روانہ ہوئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے، جب دومۃ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الثانی میں واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال کے میں پیش آیا ، جب مشرکین نے مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کی اور ابوسفیان کی قیادت میں قریش اور عینیہ بن حصن کی قیادت میں غطفان کے مشرک کا بنو فزارہ، بنو مرہ اور اشجع قبائل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مشرکین کا لشکر اس خندق کے پاس آ کر رک گیا ، خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مشرکین کی طرف سے عمر و بن عبدود خندق پار کرنے میں کامیاب ہوامگر وہ حضرت علی کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت خوف سردی اور بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت نعیم بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ! میں اپنی قوم سے چھپ کر مسلمان ہو چکا ہوں، آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک تجربہ کار آدمی ہو، تم سے جو ہو سکے مشرکین کے خلاف تدبیر کرو، کیونکہ جنگ نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود پہلے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کے پاس آئے، جاہلیت کے زمانے میں آپ کے ان سے قریبی تعلقات تھے، پہلے نعیم نے ان سے خوب محبت جتائی اور پھر انہیں سمجھایا، کہ قریش اور غطفان تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں ہیں، جب کہ تم تو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہو، آج قریش اور غطفان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں پر حملے کے لئے آئے ہیں اور تم بلا شرط ان کی مدد کر رہے ہو، حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اگر قریش کو فتح ہو گئی تو ٹھیک ہے، لیکن اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تم یہاں کے مسلمانوں کے سامنے اکیلے رہ جاؤ گے اور پھر جو کچھ تمہارے ساتھ ہوگا وہ تمہیں معلوم ہے، اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو، جب تک اپنے چند بڑے معزز لوگ تمہارے ہاتھوں رہن نہ رکھ دیں ۔

یہودیوں نے کہا: یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اس کے مطابق کریں گے ۔ اس کے بعد حضرت نعیم قریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی محبت اور دوستی جتائی ، جس کا قریش نے اقرار کیا۔ پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتہ چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں، تا کہ تم دھو کہ نہ کھا جاؤ لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لوگے ۔ قریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نعیم نے فرمایا کہ یہودی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی ندامت اور محمد کی ناراضی دور کرنے کیلیے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ قریش اور غطفان کے چند بڑے معزز لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کریں گے، تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں اور پھر یہودی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مل کرباقی قریش والوں کو ختم کر دیں ، اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت مانگیں تو تم نہ دینا۔ اس کے بعد حضرت نعیم غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلق اور محبت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائیں تھیں ۔ شوال سنہ5ھ ہفتے کی رات اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ ابو سفیان اور غطفان کے روساء نے اپنا ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہو رہے ہیں، تم لوگ لڑائی کیلیے تیار ہو جاؤ، تا کہ ہم صبح حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے ، ماضی میں بھی اسی دن میں تجاوز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رہن نہیں رکھواؤ گے، ہم لڑائی کیلیے نہیں نکلیں گے۔

مشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا: واقعی نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا۔ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رہن نہیں رکھیں گے، اگر تم لڑائی کیلیے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے: بے شک نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا، اس طرح ان میں پھوٹ پڑگئی اور اللہ تعالی نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کے درمیان انتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حذیفہ کو ان کی خبر لینے کیلیے بھیجا اور ان کیلیے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی۔ حضرت حذیفہ کفار کے مجمع میں گھس گئے، اس وقت

ابو سفیان نے کہا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے تا کہ ہم میں کوئی مخبر نہ گھسا ہوا ہو۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے اپنا نام بتادیا اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ اس کے بعد ابو سفیان نے کہا: اے قریش! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے، ہمارے جانور ہلاک ہو چکے ہیں، بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور ہوانے ہمیں سخت پریشان کر دیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے، اس لیئے تم واپس لوٹ چلو، میں تو جارہا ہوں، یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ اسوقت مجھے خیال آیا کہ میں تیر چلا کر ابو سفیان کو ہلاک کردوں، مگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آگیا کہ اے حذیفہ! کوئی نئی بات نہ کرنا،

چنانچہ میں واپس آ گیا۔ آپ صلی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیا، جب غطفان والوں کو قریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

غزوۃ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا۔ ظہر کے وقت جبرئیل امین علیہ اسلام تشریف لائے اور فرمانے لگے : یارسول اللہ ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ اتار دیا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں ۔ جبرئیل علیہ اسلام نے فرمایا: فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اُتارا ، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (صلی اللہ تعالی نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے، میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزاتاہوں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے، وہ عصر کی نماز بنوقریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ ۲۳ ذو القعدہ سنہ5ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرام بھی تھے اور لشکر میں چھتیں گھوڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمالیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا ، بنو قریظہ سخت تنگی میں پڑگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر رعب ڈال دیا، چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنالیا جائے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کو جاری فرمادیا اور بنو قریظہ کے چھ سو یا سات سو دشمن اسلام یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

غزوہ بنی لحیان

یہ غزوہ ربیع الاول کے میں پیش آیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسو سواروں کے ہمراہ حضرت خبیب بن عدی ، حضرت عاصم بن ثابت اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کیلیے تشریف لے گئے، مگر بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ۔

غزوہ ذی قرد

یہ غزوہ ھ سنہ6ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا، ذی قرد نامی مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کی چراہ گاہ تھی، عینیہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا ، حضرت سلمہ بن اکوع نے کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑالیں اور مال غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے۔ اس کا تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے۔]

غزوہ بنی مصطلق

اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں ۔ ابن اسحق کی روایت کے مطابق یہ شعبان سنہ6ھ میں پیش آیا، جب کہ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق سے پہلے شعبان سنہ 5ھ میں پیش آیا ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی

کہ حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملے کیلیے بہت سی فوج جمع کر لی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا، وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے ، ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد، عورت، بچے ، بوڑھے گرفتار ہو گئے، مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیے۔

غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذو القعدہ سنہ6ھ میں پیش آیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ عمرے کیلیے نکلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کیلیے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو روک لیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ سے موت پر اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت کر لی، مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔ تفصیلی واقعات کیلیے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

غزوۂ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم سنہ7 ھ میں خیبر کیلیے روانہ ہوئے ۔حضرت سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو میرے چچا حضرت عامر بن اکوع نے اشعار پڑھے، [جن کا مفہوم یہ ہے :]

اے اللہ! تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور ر نہ صدقہ خیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔ اے پروردگار! ہم تیرے فضل وکرم سے بے نیاز نہیں ہیں،

پس دشمنوں سے لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطاء فرمااور خاص سکینہ ہم پرنازل فرما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سن کر پوچھا: یہ کون ہے ؟

انہوں نے فرمایا: میں عامر ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالی تمہاری مغفرت فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی کو مغفرت کی دعاء دیتے تھے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اپنے اُونٹ پر بیٹھے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ! کاش آپ عامر کی شجاعت سے ہمیں چند روز اور نفع عطاء فرماتے ۔ (مسلم شریف)اس جنگ کے دوران اہل خیبر کا مشہور سردار مرحب مقابلے کیلیے نکلا اور اس نے یہ شعرپڑھا، [مفہوم :]

اہل خیبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں،

سلاح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت عامر بن اکوع اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ نے یہ شعرپڑھا، [مفہوم:]

اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں، سلاح پوش، بہادر اور جنگوں میں گھسنے والا ہوں۔مقابلے کے دوران حضرت عامر کی تلوار پلٹ کر ان کے اپنے گھٹنے پر لگی جس سے وہ شہید ہوگئے، ان کے اس طرح شہید ہونے پر بعض لوگوں نے کہا کہ عامر کے سارے اعمال ضائع ہو گئے ۔ حضرت سلمہ بن الکوع فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے لوگوں کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لوگ جھوٹ بولتے ہیں، عامر کیلیے دو اجر ہیں، ایک شہادت کا اور دوسرا لوگوں کی اُن پر باتیں بنانے کا ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قلعے کی فتح کیلیے اب ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالی اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالی اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے حضرت علی کو بلوایا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کی آنکھیں دکھ رہی تھیں ، میں ان کو ہاتھ پکڑ کر لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو جھنڈا دیا، تو آپ مرحب کے مقابلے میں نکلے، مَرحَب نے میدان میں نکل کر وہی اشعار پڑھے، تو حضرت علی علی اللہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھے،

[مفہوم :]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے
اور میں جنگل کے شیر کی طرح دیکھنے والوں کو ہیبت میں ڈالنے والا،
میں آج تمہارا پورا حساب چکا دوں گا۔

مقابلہ شروع ہوا تو حضرت علی نے ایک ہی وار میں مرحب کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا ، پھر اس کا بھائی یا سر مقابلے میں نکلا، تو حضرت زبیر نے اُسے قتل کر دیا۔

مصنف یہ فرماتے ہیں : یہی بات زیادہ درست ہے کہ حضرت علی نے مرحب کو قتل کیا ، جب کہ بعض لوگ حضرت محمد بن مسلمہ کو مرحب کا قاتل بتاتے ہیں۔

حضرت انس بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ خیبر تباہ ہو گیا، بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں، تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

غزوۃ عمرۃ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے، علامہ سہیلی نے اسی نام کو ترجیح دی ہے۔ بعض اہل سیر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا، محمد بن اسحق کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ کئی اہم مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے، پھر ذو القعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کیلیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے پکڑ رکھی تھی اور وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم :]

او کافروں کی اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو۔ آگے سے ہٹ جاؤ اور ساری خیریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہیں، اے میرے پروردگار! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کے قبول کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حق جانتا ہوں،

او مشرکوا ہم تم سے جہاد اور قتال اس کا حکم مانتے ہوئے کرتے ہیں جیسا کہ قرآن کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم تم سے لڑتے ہیں، ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑیاں سر سے الگ ہو جائیں گی دوست کو دوست بھول جائے گا(سیرت ابن ہشام)

فتح مکہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت مبارکہ میں رمضان کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

محمہ غزوہ حنین

اسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں ، یہ غزوہ ۲ / شوال سنہ 8ھ کو پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا، تو حنین میں مقیم ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کر دیں، چنانچہ یہ سارے قبائل اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالک بن عوف نضری کی قیادت میں جمع ہوگئیں، ان کی تعداد میں ہزار تھی، یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے، ان میں دس ہزار کا مدنی لشکر اور دو ہزار اہلِ مکہ تھے، ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثقیف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو آوازیں دیتے رہے، بالآخر مسلمان جمع ہو گئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے، جب کہ ان کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی ۔

غزوۂ طائف

شوال سنہ 8ھ ہی میں غزوہ طائف پیش آیا ، حنین میں شکست کے بعد ثقیف کے لوگ طائف واپس آ کر قلعہ بند ہو گئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر سمیت تشریف لاکر ان کا محاصرہ کر لیا، اہل طائف نے خوفناک تیر اندازی کی، جس سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دبابہ اور منجنیق بھی استعمال فرمائی ،کئی صحابہ کرام دبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کیلیئے آگے بڑھے، تو اہل قلعہ نے اُوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کر دیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا، تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کے واسطے دیئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں

اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کیلیئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر کر آجائے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اتر آئے ، ان میں حضرت ابو بکرہ بھی تھے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے ؟ نوفل نے کہا: یا رسول اللہ لومڑی اپنے بھٹ میں ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ چھوڑ دیجئے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد اہل طائف خود مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہو گئے ۔

غزوہ تبوک

رجب سنہ 9ھ بروز جمعرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کیلیے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی پیشگی تنخواہ دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ بالقاء تک پہنچ چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی ، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کو نکلنے کا حکم دیا، چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے ، جب کہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں نکلنے کیلیے سواری مانگنے لگے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں۔ اس پر وہ روتے ہوئے واپس ہو گئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

حضرت ابو خیثمہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے اور میں مدینہ منورہ میں رہ گیا، میری دو بیویاں تھیں، ایک دن سخت گرم دو پہر کے وقت ان دونوں بیویوں نے میرے لئے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور ٹھنڈا پانی اور کھانا لا کر رکھا، تو یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا: ابو خیثمہ ! تو تو ٹھنڈے سائے میں حسین بیویوں کے ساتھ عیش کر رہا ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گرمی اور لو میں ہیں ، یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے ۔ پھر میں نے اپنی بیویوں سے کہا: اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے چھپر کے نیچے نہیں آؤں گا ، جب تک اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ جاؤں تم دونوں میرا توشہ تیار کرو۔ انہوں نے توشہ تیار کیا، میں اپنی سواری لے کر نکل پڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔

ابن اسحق یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زائد راتیں تبوک میں قیام فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ غزوات تھے جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔سبحان اللہ ! آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے دعوے کرنے والے لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں، کیا آج ہماری زندگیاں حضور اکرم صلی ہم سے زیادہ قیمتی ہیں ؟ کیا ہمارے اوقات حضور اکرم کی ہم سے زیادہ قیمتی ہیں یا نعوذ باللہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ذمہ داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں، بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے، بے شک جس میں ایمان ہوگا وہ یہ سن کر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بار جہاد کیلیے نکلے تھے، کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا، بلکہ وہ کبھی جنت اور نجات کے ان میدانوں کیطرف دیوانہ وار دوڑے گا۔(فضائل جہاد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی تلواروں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء کرام کے ہر اول دستہ کی حیثیت سے تشریف لائے تھے سابقہ کتب میں آپ رسول الملاحم " یعنی گھمسان کی جنگوں والے نبی کے عظیم الشان القاب سے یاد کئے جاتے تھے، صاحب الجمل الاحمر والسیف المشہر یعنی سرخ اونٹ اور سونتی ہوئی تلوار والے نبی کے شاندار الفاظ سے متعارف تھے۔ جیش الانبیاء والرسلین سے متعارف تھے مسجد نبوی میں آپ کا نام دیوار پر "صاحب السیف " مکتوب ہے اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور اکرم نے تلوار، نیزہ، تیر، کمان، زرہ، ڈھال اور خود استعمال کیا ہے چنانچہ وفات کے بعد آپ کے ترکہ میں تلواریں ہی رہ گئیں تھیں جو آج کل ترکی استنبول کے عجائب گھر میں موجود ہیں آپ کی تلواروں کے مختلف نام بھی تھے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزے بھی تھے اور زرہیں بھی تھیں آپ کی کل 9 نو تلواریں تھیں جس کے نام یہ ہیں۔

الماثور" یہ تلوار آپ کو اپنے والد کی میراث میں ملی تھی۔ العضب " یہ تلوار آپ کو حضرت سعد بن عبادہ نے جنگ بدر میں روانہ ہوتے ہوئے دیدی تھی کاٹنے والی تیز دھار تلوار کے معنی پر ہے

ذوالفقار" جنگ بدر کی غنیمت میں آپ کو یہ تلوار ملی تھی تمام جنگوں میں آپ کے ساتھ تھی، اس کی پشت پر انسانی مہرے بنے ہوئے تھے اس لئے ذو الفقار نام تھا آپ نے پھر علی کرم اللہ وجہہ کو دی۔

"

الصمصام " یہ ایک مشہور تلوار تھی جو عمرو بن معد یکرب کے پاس تھی بعض کتابوں میں صمصام کے بجائے الرسوب کا نام مذکور ہے۔

"القلعی" یہ ایک صحرائی قلعہ کی طرف منسوب ہے۔

البتار" اس کے معنی ہلاکت اور تباہی کے ہیں۔

الحتف " اس کے معنی موت کے ہیں۔

المخذم" کاٹنے کے معنی پر ہے۔

"القضیب " نرم و نازک ٹہنی کے معنی پر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی زرہیں

آنحضرت کی کل سات زرہیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔
ذات الفضول" فضول زیادتی کے معنی پر ہیں یہ ایک طویل اور دراز زرہ تھی اس لئے یہ نام ہو گیا حضور نے ایک یہودی کے پاس یہی زرہ بطور گروی رکھا تھا جو وفات کے بعد بھی گروی تھی یہ لوہے کی تھی اور اس میں چار حلقے چاندی یا تانبے کے تھے۔
ذات الوشاح "۔
"ذات الحواشی "۔
"السعدیہ " یہ مقام سعد کی طرف منسوب تھی بعض نے لکھا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ تھی جس کو پہن کر آپ نے جالوت کو قتل کر ڈالا تھا
فضہ " یہ زرہ حضور اکرم کو یہود بنو قینقاع کے اسلحہ جات سے ملی تھی۔
" البتراء"" الخرنق".

حضور اکرم ﷺ کی کمانوں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چھ کمانیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ الزوراء الروحاء الصفراء البیضاء الکتوم الشداد

حضور اکرم ﷺ کے جنگی نیزے

مشارق اشواق نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل پانچ . نیزے تھے دو بڑے تھے جس میں ایک کا نام (1) المثوی تھا (۲) اور دوسرے کا نام المنثنی تھا اور تین نیزے چھوٹے تھے جس کو برچھی بھی کہہ سکتے ہیں جس میں ایک کا نام البنعہ تھا اور دوسرے کا نام البیضاء تھا۔

اور تیسرے کا نام عنزہ تھا یہی عنزہ ایک تاریخی نیزہ تھا جو عیدین کے موقع پر بطور سترہ استعمال ہوتا تھا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نیزہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں لے کر چلتے تھے اور خطبہ کے دوران اس سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔

ترکش

ترکش کو تیردان بھی کہتے ہیں حضور اکرم کا ایک ترکش تھا جس کا نام " الکافور " تھا اور دوسرے ترکش کا نام " الجمع " تھا۔

خود

یہ جنگی لوہے کی ٹوپی ہوتی ہے حضور اکرم کی دو خود تھی ایک کا نام " الوشح " تھا جو لوہے کا تھا اور دوسرے کا نام "ذو السبوغ " تھا اس کو پہن کر حضور اکرم فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے تھے۔

ڈھال

تلواروں کے وار سے بچاؤ کے لئے جس چیز کو استعمال کیا جاتا ہے اس کو ڈھال یا پر کہتے ہیں آپ کی دو سپر تھی ایک کا نام "الزلوق" تھا اور دوسرے کا نام " الفتق " تھا ایک اور بھی تھی جس میں تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو تصویر محو ہو گئی۔ بعض اہل تاریخ نے چار سپر کا ذکر کیا ہے یعنی الزلوق الفتق، الموجز، الرقن

جنگی جھنڈے

حضور اکرم کا ایک بڑا جنگی جھنڈا تھا جس کا نام "العقاب" تھا حضور اکرم کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے اس جھنڈے کو حضرت خالد کے حوالہ کر دیا آپ نے عمر بھر اس کو شام اور مصر و فارس میں عظیم جنگوں میں استعمال کیا حضور اکرم کے چھوٹے جنگی جھنڈے بہت تھے جو سفید اور چتکبرے رنگ کے تھے۔(دعوت جہاد۔ص 370)

قارئین یہ تھی مختصر بیان قتال فی سبیل اللہ کے بارے میں، قتال فی سبیل اللہ میں مسلمانوں کی عزت ،غلبہ،اور دونوں جہانوں کے کامیابی مضمر ہے اور یہ ایسا عمل ہے جسکے تکمیل کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے زندگیوں کو صرف کیا اور ساری عمر اسلام کے سربلندی کے لئے قتال کا راستہ اختیار کیا ،اج اگر امت مسلمہ کو پستی سے نکالنا ہے توہر مسلمان کو جہاد کے طرف آ نا ہوگا،اور جہاد ہی کے ذریعے سے کفر کے طاقت کو توڑنا ہوگا،اسکے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوسکتا کہ اسکے ذریعہ سے مسلمان دنیا میں غالب ہو جائے ،اوراس جہاد کے ذریعے سے ساری دنیا میں اسلام پھیلا ہے ،

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو بیدار کرے اور سب کو جہاد کے مقدس فریضے کے ادائیگی کے توفیق عطا فرمائے ۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ ھم مجبور قیدیوں کو اپنے دعاؤں میں یاد رکھیں اور ہمارے رہائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے خصوصی درخواستیں پیش کرے

یااس معمولی کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمارے دنیا اور آخرت کے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

ابو عبداللہ مسجون لہد ۱۴۴۶

ہمیں بھی یاد کرلیناچمن میں جب بہار آئی